Revised Edition

کتابِ رحمت

سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ ۔ سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ

سُوْرَۃُ الْعَصْرِ ۔ سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْنَ

سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ۔ سُوْرَۃُ الْفَلَقِ

سُوْرَۃُ النَّاسِ۔ آیَتَ الْکُرْسِیْ

اور دُعائیں

سائنسی تفسیر

اٹامک سائنٹسٹ انجینئر

سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز)

کتاب	سورۃ الفاتحہ، سورۃ الرحمٰن، سورۃ العصر، سورۃ الکٰفرون، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس، آیت الکرسی اور دُعائیں (سائنسی تفسیر)
مصنف	سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز)
پبلشرز	دارالحکمت انٹرنیشنل، A-60، ناظم الدین روڈ، F-8/4، اسلام آباد
کمپیوٹر کمپوزر	حافظ محمد ندیم فاروقی، سید نزاکت شاہ
(ترمیم اینڈ پروف ریڈنگ) ڈاکٹر عطاءاللہ اسلام آبادی	
پہلا ایڈیشن	جنوری، 2016ء
دوسرا ایڈیشن	اگست، 2017ء
تعداد	2000
قیمت	300/-
ای میل	sbmahmood1213@yahoo.com
ویب سائیٹ	www.darulhikmat.com
فون نمبر	051-2282058,051-2264102

ہر قسم کے "جملہ حقوق" بحق مصنف سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز) محفوظ ہیں۔

تقریظ

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رحمۃ للعالمین وعلیٰ

اٰلہ الطاہرین واصحابہ اجمعین اما بعد

میں نے محترم المقام اٹامک سائنٹسٹ، انجینئر سلطان بشیر محمود صاحب دامت عمرہ کی تفسیر بابت سورۃ الفاتحہ، سورۃ العصر، سورۃ الکٰفرون، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس، آیت الکرسی خصوصاً سورۃ الرحمٰن کا بالاستعیاب مطالعہ کرلیا ہے۔ ماشاءاللہ! یہ مختصر تفسیر نامہ، نہ صرف طلبہ وطالبات کے لیے ایک گنجینہ گراں مایہ ہے بلکہ علماء تفسیر کے لئے بھی افادات سے لبریز ہے۔ بنا برایں کہ سلطان بشیر محمود صاحب ایک معروف اور تجربہ کار سائنسدان ہیں، انہوں نے اکثر مقامات پر ایسے ایسے عقدے کھولے ہیں اور جدت وندرت کا محاکمہ کیا ہے جو بلاشبہ نئے افق کی نشاندہی کا حامل ہے۔ قرآن مجید میں تدبر کرنے کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اس کی آیات میں جو معانی کا سیلاب امڈ آتا ہے اس کو طبق در طبق دیکھا جائے۔

سائنسی خصوصیت کے علاوہ، سورۃ الرحمٰن جس کو حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "عروس القرآن" کہا ہے اس کی تفسیر موصوف ممدوح نے نہایت دلنشیں اور اثر پذیر پیرائے میں کی ہے جو دل کے دروازے پر دستک دیتی ہے اور تشکر وامتنان کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

میں پُراُمید ہوں کہ یہ اسلوبِ تفسیر ہماری نسلِ نو میں قرآنِ عظیم سے وابستگی کا ذوق رونما کرسکتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سلطان بشیر محمود صاحب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور قارئین وقاریات کے لیے اس تفسیر نامہ کو باعثِ افادہ بنائے۔ آمین بجاہ ختم المرسلینؐ۔

خاکسار

زیدگل غفرلہ

اڈوائزر، زوح فورم

اک حکیمانہ تفسیر

(ڈاکٹر محمد عطاءاللہ خان)

قرآن حکیم کلام ربی ہے۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب ہے۔ اس کا متن ابدی ہے، تاہم اس کے تراجم، تفسیریں، تشریحیں اور اس کے اسرار رموز پر تبادلہ خیال ہر زمانے میں ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ''کتاب رحمت'' اس نوع کی ایک تازہ کاوش ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے قرآن کریم کے کاتبوں کی طرح اس کے مترجمین اور مفسرین بھی تھے تا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو تفصیل میں جا کر سمجھا جائے۔ البیرونی کی ''کتاب الہند'' میں محمود غزنوی کے برصغیر میں داخل ہونے سے قبل کے ہندو معاشرے کی تصویر ہے۔ وہ اس کتاب میں اپنی اس حیرانی کا اظہار کرتا ہے کہ ''ہندو بید (وید) پڑھتے ہیں مگر اسے سمجھتے نہیں''۔ اس کی حیرانی اس بات کا ثبوت ہے کہ اس دور کے مسلمان قرآن مجید کی نہ صرف تلاوت کرتے تھے، بلکہ اسے سمجھتے بھی تھے۔ مسلمان خوش قسمت ہیں کہ قرآن کریم کو سمجھنے کی کاوشیں ہر زمانے میں ہوتی رہی ہیں۔ مسلم درس گاہوں میں علوم کے دو شعبے تھے۔

1۔ دینی علوم (شرعی) 2۔ عقلی علوم (علم نافع)

ہر زمانے میں ان دونوں شعبوں کے نصاب میں قرآن حمید کے جابجا حوالے ملتے ہیں، جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کا مطالعہ ہر حوالے سے کیا ہے۔ آثار بتاتے ہیں کہ عقلی علوم یعنی: علم فلکیات، علم نجوم، علم جغرافیہ، طبعیات، کیمیا، علم ریاضی اور دیگر متداول علوم میں مسلمانوں کی غیر معمولی پیش رفت قرآن حکیم کی تعلیمات کی بدولت ممکن ہو سکی تھی۔

دراصل تفسیریں مومنانہ بصیرت کے علاوہ مفسر کے علوم و تجربات اور عقل صلاحیتوں کے مطابق ہوتی ہیں، جو مفسر کو حاصل ہوتی ہیں یا وہ جن پر دسترس رکھتے ہیں۔ اس لیے تفسیریں، اپنے مفسر کے بدلنے کے علاوہ زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہیں، کیوں کہ وقت کے ساتھ

ساتھ انسان کی عقلی صلاحیتیں بڑھتی رہتی ہیں اور ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ میرے استاد محترم حضرت مولانا نعمت امامؒ جو جید عالم دین اور ولی کامل تھے۔ وہ کہتے تھے کہ زمانہ سب سے بڑا مفسر ہے، کیوں کہ ہر زمانے کے عقلی و معلوماتی سطح بڑھتی رہتی ہے، اس لئے قرآن کریم کی تفسیریں بھی ان معلومات کی روشنی میں مزید واضح ہوتی جاتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے اُن کا قول ہے "زمانہ قرآن کریم کی تفسیر ہے"۔

قرآن مجید میں فرعون کی لاش کے محفوظ ہونے کا ذکر ہے مگر اٹھارویں صدی عیسوی سے قبل کسی کو نہیں پتا تھا کہ وہ کہاں محفوظ ہیں؟ یاجوج و ماجوج کے بارے میں قرآن مجید میں مختصر ذکر موجود ہے:

حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَO

"یہاں تک کہ یاجوج و ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے
دوڑتے آرہے ہوں گے"۔ (سورۃ الانبیاء، آیت 96)

عصر حاضر سے قبل اس کی تفسیر ممکن نہ تھی۔ ہمارے مفسرین نے ان کے بارے میں بہت سی قیاس آرائیاں کیں، جو زیادہ تر اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہیں۔ جدید محققین کے مطابق حضرت نوحؑ کے بیٹے یافث کے پوتے یاجوج اور ماجوج تھے۔ جن کی نسل سے یورپ اور منگولیا کی انسانی آبادیاں ہوئی ہیں۔ جدید تحقیق سے پتا چلا ہے کہ ذوالقرنین کی جس دیوار کا قرآن مجید میں ذکر ہے اس کے آثار رشیا اور آرمینیا کی سرحد پر دریافت ہوئے۔ قرآن کی یہ پیش گوئی بیسویں صدی میں ثابت ہوگئی، جب انسان نے فضا کو مسخر کر لیا اور یہ اعجاز یورپی اقوام کو حاصل ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اسے اس شعر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف "یَنْسِلُوْنَ"

جوہری سائنس داں، انجینئر سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز) کی زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چوں کہ یہ عصری جدید علوم سے کما حقہ آگاہ ہیں، اس لیے انہوں نے جدید علوم کی روشنی میں قرآن مجید کے سائنسی اسرار کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ ماشاءاللہ! ان کی تفسیری کاوشوں سے قرآن حکیم کے بعض وہ گوشے منظرِ عام پر آگئے ہیں،

جن کی طرف اب تک مفسرین کی نظر نہیں پڑی تھی۔ اس تفسیرِ قرآن میں، ان کے سائنسی خیالات اور تجربات کی روشنی میں قرآن کریم کے حکیمانہ اسرار کھلتے نظر آتے ہیں۔ قرآن کریم کا ایک اعجاز یہ ہے کہ بڑے سے بڑا عالم جب اس میں غوطہ زن ہوتا ہے تو اسے اپنی کم مائیگی کا احساس شدید سے شدید تر ہونے لگتا ہے اور یہی حال سلطان بشیر محمود صاحب کا ہے۔ وہ قرآن کریم سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر حکیمانہ موتی نکالتے جاتے ہیں مگر انہیں سیری حاصل نہیں ہوتی ہے۔ بالآخر اپنے عجز کا اظہار کرنے لگتے ہیں اور اس سے ان کا ایمان و یقین راسخ سے راسخ تر ہوتا جاتا ہے۔ لہٰذا ان کی تفسیریں بصیرت افروز بن جاتی ہیں۔ انہوں نے ان سورتوں کا انتخاب کیا ہے، جو اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت اہم ہیں اور وہ ہماری عملی زندگی سے گہرا ربط رکھتی ہیں۔ ان کے مطالعے سے قرآن حکیم کے وہ رموز کھلتے جاتے ہیں، جن کی طرف ہماری نظر ابھی نہیں گئی تھی۔

سلطان بشیر محمود صاحب نے متعدد کتابیں تصنیف و تالیف کی ہیں، جو اسلامی حکیمانہ علوم میں ایک اضافہ تصور ہوں گی۔ اگرچہ وہ ساری عمر انگریزی پڑھتے لکھتے رہے۔ لیکن ان کی اردو تحریریں دیکھ کر حیرت ہوتی کہ انہوں نے اپنی ذاتی کاوشوں سے اردو کی بڑی اچھی استعداد حاصل کرلی ہے۔ انہیں زبان و بیان پر قدرت حاصل ہے۔ وہ برمحل اور برجستہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کی اس صلاحیت میں پوشیدہ رموز، ہمارے اِن نام نہاد تعلیمی پنڈتوں کے لیے سبق ہے جو اردو زبان کو اعلیٰ تعلیم کے لیے شجرِ ممنوعہ بنائے ہوئے ہیں۔ وہ زبان جو کم سے کم محنت میں حاصل کرلی جاتی ہے اور جو اپنے اسلوب، اپنی قواعد، اپنے رسم الخط اور اپنے اندازِ اظہار و ترسیل میں کسی بھی بڑی زبان سے کم نہیں ہے، اسے اعلیٰ تعلیم کی درس گاہوں سے پرے رکھنا، اپنی قوم کو زوال کے ظلمت کدوں میں محبوس کرنے سے کم نہیں۔

قرآن حکیم کی کوئی بھی تفسیر حرفِ آخر نہیں۔ اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ ہر آنے والا دن قرآن کریم کے حکیمانہ رموز کو، اپنے پھیلتے ہوئے دائرے کی روشنی میں، اسے مزید وسیع کرتا جائے گا۔ مجھے اُمید ہے کہ سلطان بشیر محمود صاحب کی طرح دیگر سائنس داں بھی اس کارِ خیر میں اپنا حصہ ڈالنے کی کاوشیں کریں گے اور یوں یہ ثوابِ جاریہ چلتا رہے گا۔

شکریہ

قرآن کریم تمام انسانوں کے لیے ان کے خالق کی طرف سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت کا آخری پیغام ہے۔ یہ نہایت قوی دلائل اور مئوثر انداز میں ہدایت کا زندہ معجزہ ہے۔ ہر نیا آنے والا دن اس میں دیئے گئے سائنسی اور حسابی حقائق پر ششدر ہے۔ اگر قرآن کریم کی حکمتیں بے مثال ہیں تو قرآن کریم کی برکات اور رحمتیں بھی بے شمار ہیں۔ ہماری دُنیاوی زندگی کی رُوحانی اور جسمانی صحت کے لیے اس کی آیات میں شفا ہے۔ خصوصاً نظرِ بد اور جادو ٹونے کا توڑ اس کی آخری تینوں سورتیں ہیں۔ اِن کے علاوہ سورۃ الفاتحہ اور آیت الکرسی کے دم میں اللہ تعالیٰ نے بڑی شفا رکھی ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں ذہنی بیماریوں کا علاج ہے۔ صحت کے ان فوائد کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ تفسیر میں ان سورتوں کو اکٹھا رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں قرآن کریم کی حکمتوں کو سمجھنے پر لگا دیا، وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔ اللہ تعالیٰ کا شکریہ کیسے ادا کریں؟! ایسے ہی مواقع کے لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک فارمولہ دیا ہے۔ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ یعنی: ''احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ بھی کچھ اور کیا ہوسکتا ہے؟'' پھر ارشاد ہوا ہے ''تم میری مدد کرو، میں تمہاری مدد کرونگا'' ۔ اللہ تعالیٰ جس کام میں ہمیں مدد کے لیے فرما رہے ہیں وہ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اسی کام کے لیے بھیجے تھے۔ جس کی تکمیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوئی۔ اب چوں کہ دُنیا پر کوئی نبی نہیں آئے گا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والوں کا فرض ہے کہ وہ اس قرآن کی تعلیم کا حق ادا کریں۔

ہماری یہ کوشش بھی اسی پس منظر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نہایت شکر گزار ہوں کہ اس نے یہ توفیق بخشی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کروڑوں دُرود و سلام ہوں جن کے نُور

سے زندگی کو شعور ملا۔ بے شک صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کو سمجھے بغیر قرآن کریم کی ہدایت کو سمجھنا ناممکن ہے۔

اس کام کی تکمیل کے لیے میں اپنے بہت سے دوستوں کا شکر گزار ہوں۔ خصوصاً ڈاکٹر اکرم شیخ صاحب، محمد طارق مسعود صاحب، محمد اسلم خان صاحب، ڈاکٹر پروفیسر محمد اقبال صاحب، مولانا اُستاد ابوالخیر صاحب، محترم زید گُل صاحب، قاری محمد اسلم صاحب محمد الیاس خان صاحب، ڈاکٹر فاروقِ اعظم صاحب، محترمہ مس فاطمہ حمید صاحبہ، پروفیسر ڈاکٹر نوید ازہر صاحب جنھوں نے مسودہ کو بغور پڑھا اور میرے لیے سوچ کی مزید راہیں کھول دیں۔ میں "القرآن الحکیم ریسرچ اینڈ ایجوکیشن فاؤنڈیشن" کے رفقاء خصوصاً شیخ کرامت حسین صاحب، محترم کرنل غلام شبیر اعوان صاحب، محترم آرکیٹکٹ انجینئر جمیل اختر صاحب، محترم سلیم طارق لون صاحب، محترم حاجی رضا احمد صاحب محترم کرنل (ر) عبدالرحمٰن صاحب، محترم ضیاء قریشی صاحب، محترم منصور صادق صاحب، محترمہ فائزہ غزنوی صاحبہ، ڈاکٹر ریحان فائق صاحب تحریکِ نُور کے ممبران اور ساتھیوں اور اپنے اہلِ خانہ خصوصی طور پر اپنے بیٹے ڈاکٹر محمد عاصم محمود کے ہر قسم کے تعاون کے لئے شکر گزار ہوں۔

اے میرے رب! تجھ سے کوئی چیز چھپی نہیں۔ اِن سب کے تعاون کو قبول فرما جن کا ذکر یہاں ہوا ہے یا نہیں اور انہیں نفسِ مطمئنہ عطا فرما۔ میں اپنی غلطیوں یا کوتاہیوں پر خلوصِ دل سے معافی مانگتا ہوں۔ اے مالک! میں ہرگز اس قابل نہیں تھا کہ تیرے کلام کی تفسیر لکھوں۔ جو اچھا لکھا گیا وہ تیرے فضل و کرم کا نتیجہ ہے اور جو غلطیاں ہوئی وہ میری نالائقی کی وجہ سے ہیں۔ اس کی معافی مانگتا ہوں، تو معاف کرنا پسند کرتا ہے، مجھے معاف فرما دے۔ اے میرے مہربان اور پیارے رب! تیرے کلام کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے جو کوششیں ہو رہی ہیں انہیں قبول فرما اور اس عمل کو ہمارے لیے ذریعہ نجات بنا دے۔ آمین

سلطان بشیر محمود، نومبر 2015ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	تقریظ	3
	اک حکیمانہ تحریر	5
	شکریہ	9
	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قرآن کریم کا معجزاتی حسابی کوڈ	19
	سُوْرَةُ 1: اَلْفَاتِحَة (مکی سورۃ کل آیات 7)	24
	سورۃ الفاتحہ تعارف اور مضامین	26
	تفسیر سُوْرَةُ الْفَاتِحَة	29
1	اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ..... ایک سائنسی معجزہ	29
2	اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ..... شان ربوبیت	30
3	مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ..... حشر اور آؤٹ	32
4	ہمارے سفر کے چار ادوار	33
5	کائنات کے مالک سے وعدہ	34
6	اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ..... زندگی کے صحیح رخ کی تلاش	35
7	صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ..... انعام یافتہ بندوں کا راستہ	37
8	غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ... مغضوب اور گمراہ لوگوں سے پناہ	37
9	رَاضِيَةً مَّرْضِيَّة ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی رضا	39
10	سورۃ الفاتحہ اور صلوٰۃ ۔۔۔ خشوع و خضوع	40
11	سورۃ الفاتحہ اور جنت کے آٹھ دروازے	46

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
48	قیام صلوٰۃ۔۔۔سورۃ الفاتحہ کے علاوہ قرآن پاک کی تلاوت	12
50	سُوْرَةُ 55:اَلرَّحْمٰنِ (مدنی سورۃ۔کُل آیات 78)	
61	سورۃ الرحمٰن۔تعارف اور مضامین	
67	تفسیر سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ	
67	اللہ تعالیٰ کا ساتھ	13
68	رحمت ہی رحمت	14
70	اُم الکتاب	15
72	ظہورِ آدم	16
73	کائنات سے پہلے۔۔۔القرآن الحکیم	16.1
75	اظہار اور بیان کی صلاحیت	16.2
76	کائنات اور شمس وقمر کا نظام	17
78	ایک اللہ۔ایک قانون	18
79	وسعت کائنات اور توازن	19
81	سکون تو توازن میں ہے	19.1
82	بقاء اور نظامِ عدل	20
84	اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ کے حکم کی تعمیل	21
85	اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور معرفتِ الٰہی	22
86	کھجور ایک خاص پھل	23
87	بھوسہ دار اناج	24

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
25	نعمتوں کا حساب لیا جائے گا	87
26	انسان اور جنات کی تخلیق	89
27	انسانوں اور جنات میں فرق	90
28	انسان کی پیدائش	92
29	مشرقین اور مغربین	95
30	سمندر کی گہرائی میں شان ربوبیت	97
31	لولو اور مرجان	98
32	دفاعی اور تجارتی سمندری جہاز	99
33	ہر چیز فنا ہونے والی ہے	99
34	کائنات میں دیگر جگہوں پر زندگی	101
35	قیامت قریب ہے	103
36	خلائی سفر	103
37	خلائی خطرات	105
38	کہانی کا خاتمہ (ڈراپ سین)	106
39	یوم الدین ۔ جزا و سزا کا دن	109
40	مجرموں کا حال	109
41	جنتی اور جنت	110
42	احسان کا بدلہ احسان	114
43	ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ	115

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
44	یاددہانی(Reminder)	116
ضمیمہ I	جنت اور دوزخ کی حقیقت	118
ضمیمہ II	ہماری صحت اور جنتی خوراک	121
	سُوْرَۃُ 103: اَلْعَصْرِ (مکی سورۃ کُل آیات 3)	124
	سورۃ العصر۔تعارف اور مضامین	126
	تفسیر سُوْرَۃُ الْعَصْرِ	127
45	وَالْعَصْرِ۔وقت کی اہمیت(Time Management)	127
46	خسارے(نقصان)سے بچنے کا طریقہ	130
46.1	دو امتحانی پرچے	131
46.2	ایمان کا بنیادی رُکن	132
46.3	اعمالِ صالح	132
46.4	فرائض اور ذمہ داری	132
47	اعمال کو دوام حاصل ہے	133
	سُوْرَۃُ 109: اَلْکَافِرُوْنَ (مکی سورۃ۔کُل آیات 6)	136
	تعارف اور مضامین	138
	تفسیر سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْنَ	139
48	باہمی رواداری اور برداشت	139
49	تبلیغِ اسلام	142
	سُوْرَۃُ 112: اَلْاِخْلَاصِ (مکی سورۃ۔کُل آیات 4)	144

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
146	سورۃ الاخلاص ـ تعارف اور مضامین	
148	تفسیر سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ	
148	توحیدِ مُطلق (Absolute Singularity)	50
151	لامحدود، بعید از فہم ـ بے مثل و بے نظیر	51
154	ذاتِ الٰہی کا ادراک و شعور (God Consciousness)	52
156	سُوْرَۃُ 113: اَلْفَلَقِ (مکی سورۃ ـ کل آیات 5)	
158	سورۃ الفلق ـ تعارف اور مضامین	
159	تفسیر سُوْرَۃُ الْفَلَقِ	
159	رَبِّ الْفَلَقِ	53
161	شر کی چند نہایت خطرناک اقسام	54
162	تاریکی (ظلمت) اور اندھیرے کا شر	55
163	سحر اور جادو کا فتنہ	56
164	حسد کا فتنہ اور شر انگیزی	57
166	سُوْرَۃُ 114: اَلنَّاسِ (مکی سورۃ ـ کل آیات 6)	
168	تعارف اور مضامین	
170	تفسیر سُوْرَۃُ النَّاسِ	
170	محافظ و نگہبان	58
170	اَلْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کا خطرہ	59

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
172	پوشیدہ "خنّاس"	60
173	"خنّاس" کا حملہ	61
176	معوذتین سورۃ 113-114	
177	طبیعیاتی، غیر طبیعیاتی بیماریاں اور اُن کا علاج	ضمیمہ ا
180	ذکر اور دُعا سے علاج	1
181	شیاطین کے شر سے بچنے کے لئے معوذتین کا ذکر اور دُعا	2
181	جھاڑ پھونک سے علاج	3
183	مراقبہ سے ذہنی تناؤ کا علاج	4
183	اللہ تعالٰی کے ذاتی نام کے ذریعے ذہنی تناؤ کا علاج	5
184	سائے (جن، بھوت اور بد رُوحوں) کے اثرات کا علاج	6
185	نظر لگ جانا	7
186	زہریلا کیڑا کاٹنے کا علاج	8
186	دردوں کا علاج	9
187	ہر بیماری کا علاج	10
187	جادو کی وجہ سے تکلیف کا علاج	11
188	آیت الکرسی (سورۃ البقرۃ، آیت 255)	
190	آیت الکرسی۔ تعارف اور مضامین	
191	تفسیر آیت الکرسی	
191	اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ	1

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
192	اَلْحَیُّ الْقَیُّوْم	2
193	لَا تَاْ خُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ	3
193	لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْض	4
194	مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْ نِہٖ	5
194	یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ	6
195	وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْ ءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآ ءَ	7
195	وَسِعَ کُرْ سِیُّہُ السَّمٰوٰ تِ وَالْاَرْض	8
196	کرسی، عرش اور لامحدودیت	9
197	وَلَا یَئُوْ دُہٗ حِفْظُھُمَا	10
198	وَھُوَالْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ	11
200	مقبول قرآنی دُعائیں اوراذکار	
201	مقبول قرآنی دُعائیں اوراذکار	ضمیمہ .I
201	دُعا کی منظوری کے لئےضروری شرائط	1
203	مجموعی بھلائی کی نیت سے دُعا	2
204	کوشش اور توکل	3
206	امام صاحب کے ساتھ اجتماعی دُعا	4
207	مقبول قرآنی دُعائیں اوراذکار	
227	ہر بیماری سے شفاء	
228	فہرست کُتب (مصنف کی دیگر کُتب)	
229	Books on Islam & Science	

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرآن کریم کا معجزاتی حسابی کوڈ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ترتیب میں قرآن کریم کی پہلی آیت ہے اور سورۃ الفاتحہ کا لازمی حصہ ہے۔ یہ واحد آیت ہے جو نفس قرآن میں 114 دفعہ بار بار آئی ہے۔ جس سے اس کی اہمیت واضح ہے۔ ہدایت کی طرف یہ مشعلِ راہ ہے، اندھیروں کو دُور کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کا فارمولا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی ہے کہ جو شخص اپنے کام کا آغاز اس آیہ مبارکہ سے کرے گا ان شاءاللہ برکات اس کے شاملِ حال ہوں گی۔ وہ گمراہی سے بچ جائے گا اور اس کا کام آسان ہوجائے گا۔ دراصل یہ آیت ہمارے پیارے رب کی طرف سے برکت کی کنجی ہے۔ جس کام کو ہم صدق دل کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے شروع کریں گے، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت شامل ہوجائے گی۔ چاہیے کہ ہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو اپنی عادت بنائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کلام اللہ کی ترتیب کا ایک زندہ سائنسی معجزہ بھی ہے، جس کے اندر ایک ایسا معجزانہ حسابی کلیہ (فارمولا) پنہاں ہے جس نے موجودہ دور کے حساب دانوں کو حیران کردیا ہے۔ مثلاً پرانی عربی رسم الخط کے مطابق آیہ مبارکہ 19 حروف (ب س م ا ل ل ہ۔ال ر ح م ن۔ال ر ح ی م) پر مشتمل ہے۔ زیر زبر اور الفاظ پر اُٹھی ہوئی الف کی علامتوں کو شمار نہیں کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں 19 حروف کی یہ تعداد قرآن حکیم کی ترتیب میں معجزانہ خصوصیت کی حامل ثابت ہوئی ہے۔ جدید کمپیوٹروں کی مدد سے معلوم ہوا ہے کہ 19 کا ہندسہ قرآن کریم کا ایسا رمز (Code) ہے جو اس کی ترتیب اور تحریر میں مسلسل عیاں ہے۔ مثلاً اس کی 114 سورتیں 19 کا حاصل ضرب ہیں۔ (19X6=114)۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ والی آیہ مبارکہ بھی 114 دفعہ ہی قرآن کریم میں بار بار آئی ہے جو 19X6 کا حاصل ضرب ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ چار الفاظ، "اسم ، اللہ ، رحمٰن ، الرحیم" پر مشتمل ہے۔ (اللہ، محمد اور قرآن میں ہر لفظ بھی چار چار حروف پر مشتمل ہے)۔

اگر گنتی کی جائے تو معلوم ہوگا کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کا سارے قرآن کریم میں پہلا لفظ "اسم" 19 دفعہ آیا ہے جو 19 کا حاصل ضرب ہے۔(19X1) دوسرا لفظ "اللہ" پورے قرآن میں 2699 دفعہ آیا ہے جو ایک حاصل جمع کے ساتھ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔(19X142+1) ایک حاصل جمع باقی ہوا اس لیے کہ اللہ تعالی یکتا ہے لہذا اس کے نام کی تعداد کسی ہندسہ کا جزو (Factor) نہیں ہو سکتی۔

تیسرا لفظ "الرحمٰن" 57 دفعہ آیا ہے (19X3) جو پھر 19 کا حاصل ضرب ہے اور چوتھا لفظ "رحیم" پورے قرآن میں 114 دفعہ آیا ہے وہ بھی 19 کا حاصل ضرب ہے۔(19X6)۔

یہ خصوصیت نہایت دلچسپ اور عجیب بات ہے لیکن بات یہاں تک ہی نہیں بلکہ آپ دیکھیں گے کہ اگر آپ 19 کے حاصل ضربوں یعنی 1,3,142 اور 6 کو جمع کریں تو 152 حاصل ہوتا ہے، جو پھر 8 سے 19 کا حاصل ضرب ہے (19X8)۔

قرآن پاک کا یہ 19 والا رمز (Code) ان تمام سورتوں میں بھی موجود ہے جو حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں ۔یہ حسابی نظام قرآن کریم کا ایک اور معجزہ ہے۔اُمید کی جا سکتی ہے کہ ان شاءاللہ یہ نظام اکیسویں صدی میں انسانوں میں قرآن کے قریب لانے کا باعث بنے۔اس کے الہامی ہونے کی کوئی حجت باقی نہیں رہے گی۔

ان معجزاتی حسابی باتوں سے قطع نظر اس وقت ہم اتنا ہی کہنے پر اکتفا کریں گے کہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کلام اللہ کی بنیادی آیت ہے جس کی روحانی برکات بے حساب ہیں۔اب ہم اس کے معانی پر غور کریں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ	اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں)
الرَّحۡمٰنِ	(جو) رحمٰن ہے۔
الرَّحِیۡمِ	(جو) رحیم ہے۔

اللہ۔رب تعالٰی کی ذات پاک

خالق کون ومکان کا ذاتی نام اللہ ہے، جس کے معنی اس کی اپنی خاص ذات مبارکہ ہے،اس لئےاس کا ترجمہ ناممکن ہے۔بعض لوگ ''اللہ'' کا اردو میں ترجمہ ''خدا'' سے اور انگریزی میں گاڈ (God) سے کرتے ہیں لیکن ایسا کرنا غلط ہے۔اسم معرفہ (Proper Noun) کا ترجمہ کرنا اور اسے ترجمہ کے نام سے پکارنا کوئی مناسب بات نہیں ہے،اس لیے ہر زبان میں اللہ تعالٰی کا نام ''اللہ'' ہی ہونا چاہیے۔

اللہ تعالٰی وہ عظیم ہستی ہے جو ہر چیز کا سبب (Primordial Cause)،اس کا موجد،خالق،رب اور سمیٹنے والا ہے۔اس کی شان یہ ہے کہ سارا زمان ومکاں اس کی رحمت سے بھرا پڑا ہے۔جس کا شاہد کائنات کا ذرہ ذرہ ہے۔ہر ایٹم اپنے خالق کا شعور رکھتا ہے۔اس کی تسبیح کرتا ہے۔اس کی قدرت کے قوانین (Scientific Laws) کے دائرہ کار میں رہ کر وہ سب اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔زمان ومکاں اسی کی صفات ہیں۔وہی الاول اور الآخر ہے یعنی مجموعی زماں (Total Time) اس کی حقیقت کا اظہار ہے۔وہی الظاہر اور الباطن یعنی مجموعی مکان (Total Space) بھی اس کی حقیقت کی شان ہے۔یوں وہ بیک وقت ہر چیز کو جانتا ہے، دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔تمام کائنات اور اس میں موجود ہر چیز اس کے گھیرے میں ہے۔حضرت علیؓ نے اپنے مالک کی تعریف یوں فرمائی ہے۔''اللہ تعالٰی ہمیشہ سے موجود ہے مگر حادث اور نوپید نہیں۔وہ موجود ہے مگر اس کی ہستی عدم و نیستی کے بعد نہیں۔وہ ہر چیز کے ساتھ ہے لیکن بطور ہمسر نہیں۔وہ ہر چیز سے الگ ہے لیکن اس سے کنارہ کش نہیں۔وہ ہر چیز کا فاعل ہے لیکن اس کا فعل حرکات اور آلات کا نتیجہ نہیں۔وہ بصیر ہے جب اس کی مخلوق نہ تھی۔وہ منفرد ہے کیوں کہ اس کا کوئی ایسا ساتھی نہیں جس سے وہ اپنا جی بہلائے اور جس کے نہ ہونے سے اسے اُلجھن ہو۔اس نے دُنیا کو پیدا کیا اور پہلے پہل بنایا بغیر اس کے کہ فکر کو کام میں لاتا یا تجربہ سے فائدہ اُٹھاتا اور نہ اپنے نفس میں کوئی حرکت پیدا کی،نہ پہلے سے کوئی اہتمام کیا کہ جس کے لیے بے چین ہوا ہو۔وہ چیزوں کو ٹھیک

وقت پر عدم ونیستی سے وجود کی طرف لایا اور گونا گوں چیزوں میں موافقت اور سازگاری پیدا کی اور ہر چیز کو اس کی طبیعت اور مزاج عطا کیا اوران طبائع کے لیے شکل وصورت معین کی۔وہ ان کی ابتداء اور آغاز سے پہلے اس سے واقف تھا۔اس کا علم ان کی حدود اور انتہا پر محیط تھا۔ان کی حالت اور پوشیدہ کیفیت سے آشنا تھا۔

دین کی پہلی بنیاد خدا کی معرفت ہے اور معرفت کا کمال اس کی تصدیق ہے اور کمال تصدیق توحید ہے اور کمال توحید اس کو ہر چیز سے برتر ماننا ہے۔یہ کمال اخلاص صفات کی ذات سے نفی ہے کیونکہ ہر صفت غیر موصوف اور ہر موصوف غیر صفت ہے۔جس نے اس کی توصیف میں ذات کو صفت (زائد) سے ملایا، اس نے گویا ذات کی تقسیم مانی اور جس نے ذاتِ الٰہی میں تقسیم مانی وہ نادان ہے اور جس نے نادانی کی اس نے خدا کی طرف اشارہ کیا اور جس نے اشارہ کیا اس نے اسے محدود کر دیا اور جس نے یہ پوچھا کہ خدا کس چیز میں ہے؟ اس نے گویا کسی چیز کے ضمن میں اسے قرار دیا اور جس نے سوال کیا وہ کس چیز پر ہے تو اس نے دوسرے مقام کو اس سے (خالی) تسلیم کر لیا"۔

الرحمٰن الرحیم

رحمٰن اور رحیم اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں جس طرح یہ نام بار بار قرآن پاک میں آتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صفاتی نام اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں۔ان دونوں کا مادہ رحم ہے جو اپنے معنی میں بہت وسعت رکھتا ہے۔عربی زبان میں رحم کا تعلق ماں سے ہے۔اپنے بچوں کے لئے وہ سب سے زیادہ محبت کرنے والی اور رحمت سے سرشار ہستی ہے۔وہ غیر اختیاری طور پر ایک جرثومہ کو معصوم اور مطمئن بچہ کی شکل میں پرورش کرتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی محبت کے سامنے ماں کی محبت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ماں کو صرف اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندہ سے اس کی ماں سے ستر گناہ زیادہ محبت کرتا ہے"۔عیسائی کہتے ہیں خدا محبت ہے لیکن مسلمانوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک رحمٰن اور رحیم ہے محبت اس کی صفت رحمت کا محض ایک جزو ہے۔اس کی رحمت نے تمام کائنات کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

اس کی رحمت کی شان لفظ "رحمٰن" کی عمودی اٹھان اور صوتی اثرات سے ظاہر ہوتی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے الرحمان کے رحم کی اٹھان نے پوری کائنات کو گھیر رکھا ہے اور وہ ہر سمت سے اس کے اندر ڈوبی ہوئی ہے جیسے مچھلی سمندر کے اندر پانی میں ڈوبی ہوتی ہے۔ یوں رحمٰن اللہ تعالیٰ کا فوقی سیٹ (Super Set)نام ہے۔ جس کی کوئی مثل نہیں اور کوئی دوسرا رحمٰن کے فوقی سیٹ (Super Set) والی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتا اس لئے یہ صفاتی نام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہی کے لیے مخصوص ہے اور کوئی غیر اللہ رحمان نہیں ہو سکتا۔

لفظ "رحیم" کا مادہ رحمٰن ہے لیکن اس کی وسعت اُفقی (Horizontal) ہے۔ اس کے صوتی اثرات سے ایک نہ ختم ہونے والا تاثر ملتا ہے تو گویا رحیم وہ ذات پاک ہے۔ جس کا رحم وقت کی تمام سمتوں میں جاری و ساری ہے۔ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک رحیم ہے۔ چوں کہ زندگی کی حد تک کسی انسان میں بھی رحم کی صفات بدرجہ اولیٰ ہو سکتی ہے اس لیے محدود سمتوں میں وہ بھی رحیم ہے۔ اس لحاظ سے قرآن کریم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی رؤف الرحیم کے لقب سے پکارا گیا ہے لیکن رؤف الرحمٰن کبھی نہیں کہا جاتا۔ تاہم کلی طور پر رحیم بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات عالیہ ہے۔

اس کی رحمت ازل سے ابد تک کائنات کے ذرہ ذرہ میں کارفرما ہے اور ہم مچھلیوں کی مانند اس کی رحمت کے سمندر کے اندر رہتے ہیں۔ وہ ہمارا بہترین رفیق، قریب ترین ساتھی اور پروردگار ہے۔ جس کی محبت، قربت، رہنمائی، ہمدردی اور مدد لازوال ہے۔ وہ ہر حال میں ہمارے ساتھ ہے۔ قابلِ بھروسہ دوست بشرطیکہ ہم اس پر بھروسہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمٰن اور رحیم کے نام کی نسبت سے زمان و مکاں کو اپنی رحمت سے بھر دیا ہے اور فرمایا اِنَّ رَحۡمَتِیۡ غَلَبَتۡ عَلٰی غَضَبِیۡ "بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے"۔ یوں مالکِ کُل نے خود ہی اپنے آپ کو اپنی رحمت کا پابند کر لیا ہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ بے مثل ہے اور ہماری عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی لیکن وہ سدا سے ہمارے ساتھ ہے اور بس۔ جب ہم صدقِ دل سے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ پڑھ کر کسی بھی کام کا آغاز کریں گے تو کائنات کی ہر سمت (Dimension) میں اس کی رحمت ہمارے شاملِ حال ہو جائے گی جس کی وجہ سے ہر کام آسان ہو جائے گا۔ اس لئے ہر کام سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کہنا ہماری عادت بن جانی چاہیے اور بچوں کو بچپن ہی سے یہ پڑھنے کی عادت دلوانی چاہیے۔ یہ والدین کی اہم ذمہ داری ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

سُوْرَۃُ 1: اَلْفَاتِحَۃِ

(مکی سورۃ ۔کُل آیات 7)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (1)	ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے، جو رحمٰن اور رحیم ہے O
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (2)	"خصوصی تعریف (صرف) اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، (وہ) عالمین (ساری کائنات) کا رب ہے O
الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (3)	وہ رحمٰن (اور) رحیم ہے (اس کی رحمت ہر جگہ ہے اور ہمیشہ ہے)۔
مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ (4)	(وہ) مالک ہے فیصلہ کے دن کا۔ (جس دن سب کا حساب ہوگا اور جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا)۔
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (5)	(اے اللہ) ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور (اپنے ہر مسئلہ کے لیے) تجھ ہی سے اعانت کے طلبگار ہیں (تو ہی ہمارا آقا اور صرف تجھی سے مدد مانگتے ہیں)۔
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (6)	(اے اللہ) ہمیں (زندگی کے ہر شعبہ میں) صراطِ مستقیم کی ہدایت پہ رکھ (ہم فلاح پا جائیں)
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ (7)	اِن لوگوں کی راہ (جن پر) تو نے انعام فرمایا (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ۔ شہداء و صالحین نہ (چلا ان لوگوں کا راستہ) جو تیرے مغضوب ٹھہرے، (مثلاً یہود) اور نہ ہی (ان لوگوں کی راہ) جو گمراہ ہوئے (مثلاً عیسائی اور دیگر مشرکین)۔ آمین

سورۃ الفاتحہ۔ تعارف اور مضامین

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف جب چالیس سال کی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کی بھاری ذمہ داری ڈال دی اور پہلی وحی اِقْــرَاْ بِــاسْــمِ رَبِّکَ.... کے ساتھ تفویض فرمائی۔ احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے چند روز بعد پوری سورۃ الفاتحہ مع بِسْـمِ اللّٰـہِ الـرَّحْـمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل ہوئی۔ یوں شروع نبوت ہی سے یہ سورت خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ کی نمازوں کا لازمی جزو بن گئی۔ قرآن حکیم سورۃ الفاتحہ سے شروع ہوتا ہے۔ یوں قرآن کریم کا دیباچہ ہے اور بقیہ قرآن کریم اس کی تفسیر ہے۔ جس سے اس کی اہمیت عیاں ہے۔ اس عظیم سورت کے بارے میں ابی ابن کعبؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس جیسی سورت نہ تو ریت میں اور نہ ہی انجیل میں نازل فرمائی۔ یہ اُم القرآن ہے۔ اس کی سات آیات ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان منقسم ہیں۔ ان کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ سے جو سوال کرے گا وہ مقبول ہوگا۔

صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سورۃ مبارک کو کئی ایک نام دیے ہیں۔ انہی میں سے ایک نام اُم الکتٰب بھی ہے یعنی کتاب الٰہی کا خلاصہ اور اجمال، حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ حق تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے ایک سو چار کتابیں نازل فرمائیں۔ پھر ان سب کا خلاصہ تو ریت اور انجیل اور زبور میں نازل فرمایا اور پھر قرآن کریم ان سب کی تعلیم کا خزانہ، خلاصہ اور تصدیق کرنے والا ہے۔ قرآن کریم کے تمام علوم مفصل ہیں اور پھر ان سب علوم کو سورۃ الفاتحہ میں ودیعت فرمایا۔ اس کا ایک اور نام الشفاء ہے اس لیے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس میں جسمانی اور روحانی بیماریوں کا علاج رکھا ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریضوں کے اوپر یہ سورۃ پڑھ کر دم فرماتے تو وہ صحت یاب ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کا بھی یہی طریقہ تھا۔ ہم بھی اس خصوصیت سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ الفاظ کے ساتھ ساتھ ہمارے دل بھی اس سورۃ کے ساتھ ہوں۔

قرآن کریم میں اس سورۃ مبارکہ کو اللہ تعالیٰ نے السبع المثانی بھی کہا ہے یعنی بار بار دُہرائی جانے والی سات آیات اور نماز کی ہر رکعت میں اس کی تلاوت کو لازم قرار دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آج دُنیا میں دو ارب مسلمان ہیں فرض کرو کہ ان میں صرف دس فیصدی نماز پنجگانہ پڑھتے ہوں تو بھی روزانہ کم از کم 34 ارب دفعہ یہ سورۃ مبارکہ پڑھی جاتی ہے۔ سبحان اللہ۔ یہ قرآن حکیم کا ایک زندہ معجزہ ہے اور اس کے نام سبع المثانی یعنی "بار بار دُہرائے جانے والی" کا معجزانہ مظاہرہ ہے۔

اس سورۃ میں حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی بارگاہ میں عرض کرنے کا طریقہ سکھایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہمارے دربار میں حاضر ہوں تو اس سورۃ کے ذریعے سے مانگیں اس لئے حاجت برداری کے لیے یہ مجرب نسخہ ہے۔ یوں سورۃ الفاتحہ کی برکات بے حساب ہیں۔ جیسے اوپر کہا گیا ہے کہ اس میں جسمانی اور روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔ اگر ہدایت کی غرض سے پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ قاری کے مال و دولت اور صحت میں برکت عطا فرمائے گا۔ اس کے معانی میں ہدایت کا سمندر ہیں جتنا بھی غور کیا جائے کم ہوگا۔ ان برکات اور اس کے معانی کے فوائد کے پیشِ نظر چاہیے کہ ہم اس سورۃ کے مضامین کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنائیں۔ روایت ہے کہ صدق دل سے اس کی ایک دفعہ کی تلاوت پر ان شاءاللہ دو تہائی قرآن کریم پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

سورۃ الفاتحہ میں مندرجہ ذیل مضامین کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ بقیہ قرآن کریم اس کی تفسیر ہے۔

1۔ اللہ تعالیٰ کی حمد، تسبیح، ذکر و اذکار اور دُعا کرنے کا طریقہ۔

2۔ حق تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے لحاظ سے عرفان۔

3۔ مخلوق اور حق تعالیٰ کا تعلق یہ کہ ممدوح اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور مخلوق کے لیے ارفع و اعلیٰ کام اس کی حمد ہے۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کا بیان۔

5۔ عالمین یعنی زمان و مکان کے اندر یا باہر لامحدود دُنیاؤں کا ذکر۔

6۔ اللہ تعالیٰ کی شان اول، آخر، ظاہر و باطن رحمت کا ادراک۔

7۔ حیات بعد الموت اور قیامت کی حقیقت کا ذکر۔

8۔ حشر کی کیفیت، فیصلہ کا دن، حساب کتاب، جنت و دوزخ کے مقامات کا ذکر۔

9۔ انسانوں کا اللہ تعالیٰ سے اصل تعلق اور مقام انسانیت کا تعین۔

10۔ دُعا کرنے والے بندے اور جواب دینے والے رب میں باہمی تعلق کا تصور۔

11۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کی تعلیم۔

12۔ یہ احساس کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے۔ دُعائیں سننا، اُٹھے ہوئے ہاتھوں کو دیکھنا اور دُعاؤں کا جواب دینا اس کو محبوب ہے۔

13۔ صراط مستقیم کی طرف رہنمائی، زندگی کی منزل کا صحیح تعین اور مقصد حیات کی طرف واضح رہنمائی۔

14۔ صراط مستقیم نبیوں اور رسولوں کی ہدایت کی تلاش۔

15۔ صراط مستقیم پر چلنے کی تمنا اور جد وجہد کی طرف رغبت۔

16۔ ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے ہے۔ وہی ہدایت بخشنے والا ہے، ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے التجا کی طرف رغبت۔

17۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں، نبیوں، صالحین، متقین، اولیاء کی اعلیٰ مثالیں اور ان کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی تلقین۔

18۔ ماضی، حال اور مستقبل کے انعام یافتہ حضرات کی راہنما حیثیت کا بیان اور ان سے تعلق قائم کرنے کی فضیلت۔

19۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر زمینی حیات اور اُخروی حیات میں فضل اور انعام کا معاملہ۔

20۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا ذکر۔

21۔ ان بدقسمت بندوں جن سے اللہ تعالیٰ خفا ہوا، فاسق و فاجر کافروں کا ذکر، اللہ تعالیٰ کے باغیوں سے پناہ کی ترغیب۔

22۔ گمراہ لوگوں سے بچنے کی تلقین۔

23۔ گمراہی کا راستہ اور اس سے دُور رہنے کی ترغیب۔

24۔ یہود و نصاریٰ کی مثال اور ان کی تقلید سے ممانعت۔

25۔ دُعا کی قبولیت اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت، رحمت پر یقین کامل۔

یہ وہ بڑے بڑے مضامین ہیں جن کی طرف سورۃ الفاتحہ یاددہانی کراتی ہے۔

تفسیر سُوْرَۃُ الْفَاتِحَةِ

1۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔۔۔ایک سائنسی معجزہ

سورۃ مبارکہ کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بابرکت کلمات سے ہوتا ہے جن کی تفسیر ہم کر چکے ہیں۔دوسری آیہ مبارکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کمال شان والا کلمہ ہے جو کہ سائنسی معجزہ بھی ہے۔سبحان اللہ کے صرف چار الفاظ میں کائنات،کائنات کے خالق کی شان ربوبیت اور اس کے مجموعہ صفات کو یکجا کر دیا ہے۔ہر وہ چیز جو حمد،تعریف،ستائش کے زمرہ میں آتی ہے اس کا منبع و مصدر اللہ تعالیٰ ہے جو رب العالمین ہے اور اللہ تعالیٰ کی رب العالمین والی شان کے حوالہ سے بتایا ہے کہ یہ جہان رنگ و بُو جس پر انسان نازاں ہے صرف یہی ایک نہیں بلکہ اس نے ان گنت جہان بنائے ہیں اور وہ سب عالمین کا رب ہے۔جس میں یہ ساری کائنات بھی شامل ہے۔اگر جدید سائنسی دریافتوں کے حوالہ سے ہم اس کی وسعت کا اندازہ لگانا چاہیں تو اس کا یہ حال ہے کہ روشنی اپنی تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے ہمیشہ چلتی رہے تو ناممکن ہوگا کہ وہ اس کے دوسرے کنارے تک کبھی پہنچ سکے اور اس کے درمیان میں اس قدر سورج،ستارے،چاند،زمین اور دیگر مخلوقات ہیں کہ ان کا شمار انسان کے حسابی ذہن سے باہر ہے۔اس بے حد وسیع کائنات کے اندر باہر موجود چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کا وہی رب ہے۔ہر ایک کی خبر گیری کرنے والا،ایک ایک ذرہ کی نشوونما اور دیکھ بھال کا ذمہ دار۔ڈیزائن سے لے کر انتہا تک پہنچانے والا وہی ایک ہے۔تخلیق بھی اس کی،نشوونما کرنے والا بھی وہ اور انتہا تک لے کر ختم کرنے والا بھی وہی ہے۔موت اور حیات کا خالق بھی وہی ہے۔ہر آن وہ نئی شان و شوکت میں (كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ) جلوہ افروز ہوتا ہے۔بھلا سوچیے اس شان والے رب کے علاوہ حمد اور ستائش کے لائق کوئی اور ہو سکتا ہے؟

الحمدللہ کا اقرار یعنی یہ اعلان کہ حقیقی تعریف وستائش کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ دراصل یہ یقین مومن کی زندگی کے محور کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ اسے ہر خوبصورتی میں خالق کا عکس نظر آتا ہے۔ جب وہ کسی اچھی چیز کو دیکھتا ہے تو اس کی توجہ فوراً اپنے رب کی طرف مبذول ہوتی ہے جب کہ کافر کی سوچ چیزوں میں اٹکی رہتی ہے لیکن مومن کے منہ سے بلااختیار نکلتا ہے۔ "سبحان اللہ"۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حمد کے مادہ ہی سے اسم محمد ہے۔ احمد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے نہیں تھکتا اور وہ اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے عارف یعنی خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔ سبحان اللہ کہ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ کے اصول کے تحت ممدوحِ حقیقی نے اپنے احمد کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا دیا۔ جس کا لغوی معنی ہے بہت زیادہ تعریف کیا گیا یقیناً عالمین میں ایسی ہستی نہ کبھی ہوئی، نہ ہے، نہ ہوگی جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہر دم درود وسلام بھیجتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

2۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔۔۔ شانِ ربوبیت

آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ خود اپنا تعارف رب العالمین کے طور پر کراتے ہیں یعنی "ان گنت جہانوں کا رب ہے"۔ یہ ایک سائنسی معجزہ ہے۔ جس کا صحیح ادراک بیسویں صدی کے آخر میں ہوا، جب انسان نے خلا کی تحقیق میں کچھ دسترس حاصل کر لی ہے۔ اب پتہ چلا ہے کہ ہماری زمین کائنات میں ایک بے حیثیت سیارہ ہے، جب کہ کائنات اربوں کھربوں عالمین کا مجموعہ ہے۔ سائنس نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ اس بات کو تقریباً پندرہ ارب سال ہو گزرے ہیں جب مادی دُنیا میں پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان ربوبیت کا عالم ظاہر کیا۔ اس واقعہ کا نام سائنسدانوں نے بگ بینگ (Big Bang) رکھا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی کچھ کائناتی اصول وضع کر دیے جنہیں ہم سائنسی قوانین کہتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز کو ان کا پابند بنا دیا۔ یوں ہر جگہ، ہر وقت اس کی رب العالمینی ہے، جس کے نتیجہ میں جو سائنسی قوانین ہم اپنی اس زمین پر ملاحظہ کرتے ہیں، وہی کہکشاؤں کے آرپار کام کر رہے ہیں۔ یوں ہر سو قوانین قدرت کی وحدت اپنے خالق کی وحدت

کا اعلان کرتی ہے "تم سب کا رب اللہ تعالیٰ ہے، معبودِ واحد۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اور یہ سلسلہ یوں ہی قیامت تک چلتا رہے گا جب یہ کائنات ایک نئی کائنات سے بدل دی جائے گی۔

دراصل بگ بینگ (Big Bang) عالمِ شہود میں اولین حمد کی آواز تھی۔ انسان نے 1962ء میں پہلی دفعہ اس کی آواز سنی۔ امریکہ کی بیل ٹیلیفون لیبارٹری (Bell Telephone Laboratory) کے دو سائنسدانوں کا کام خلا کی طرف سے آنے والی ریڈیائی لہروں (Radio Waves) کو پکڑنا اور ان کو سمجھنا تھا۔ اِن لہروں میں ایک ایسی آواز تھی جو ہر سمت سے برابر اور مسلسل آتی رہتی تھی۔ وہ اپنے ایریل (Aerials) جدھر بھی کرتے اس آواز میں کوئی تبدیلی نہ آتی۔ یہ کیا آواز ہے؟ اس سوال پر غور و فکر سے یہ ثابت ہوا کہ ہر طرف سے آنے والی یہ آواز کائنات کے وجود میں آنے کے وقت جو دھماکہ ہوا تھا اس کی آواز ہے۔ شاید یہی پہلی صورِ اسرافیل تھی۔ تخلیق کے اس مرحلہ پر لاوجودیت سے ایک غبار سا اُٹھا جو تیزی سے بڑھنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا "کُنْ" بس وہ ہو گیا یعنی "کُنْ" کے امر میں زمان و مکاں اور سب وجود پنہاں تھے جو ایک دم سے عالمِ باطن سے عالمِ ظاہر میں بدل گئے۔ اس وقت درجہ حرارت اربوں ڈگری سنٹی گریڈ تھا۔ (جب کہ سورج کے اندر تقریباً ساٹھ لاکھ ڈگری سینٹی گریڈ ہے) افسوس ہے کہ عام آدمی کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جہنم کیسے اتنا گرم ہوگا۔ اس نسبت سے بگ بینگ (Big Bang) کے بعد کائنات بھی کروڑوں سال جہنمی حالات میں رہی اور اس کے آتشی وجود سے جنات کی تخلیق ہوئی۔ (ملائکہ کی تخلیق نوری ہے جو بگ بینگ سے پہلے کا واقعہ ہے)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اپنی رحمت کو پھیلا دیا اور یوں تخلیق کے دور "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کا آغاز ہوا۔ کائنات پھیلنے لگی اور آہستہ آہستہ ٹھنڈی پڑنے لگی۔ اس ارتقائی دور میں گیس کے مرکباتی گروں کی تخلیق شروع ہوئی اور رفتہ رفتہ انہی گروں میں سے ستاروں (Stars) کا ظہور ہونے لگا اور ستاروں کے ساتھ سیارے (Planets) بننے لگے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ستارے خاندانوں کی طرح اکٹھے ہونے لگے اور کروڑوں ستاروں کو اکٹھا ہونے سے کہکشائیں وجود میں آنا شروع ہوئیں اور آج "اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" کی کائنات میں اربوں کہکشائیں ہیں، جن میں موجود مخلوقات کا اندازہ انسانی حسابی ذہن اور اس کے تصورات سے ماورئی ہے۔

3۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔۔۔ حشر اور آؤٹ

سورۃ الفاتحہ کی اس چوتھی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ "مٰـلِکِ یَـوْمِ الـدِّیْـنِ" ہیں۔ یہ فرمان اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ کسی نہ کسی وقت موجودہ کائناتی دور کے حساب کا وقت آجائیگا اور اس فیصلہ کن دن کے بعد ایک نئے دور کا آغاز ہوگا جو ہمیشہ رہے گا۔ یہ جزا وسزا کا دور ہوگا۔ اس سے یہ مطلب بھی لیا جاسکتا ہے کہ یہ کائنات ہمیشہ سے ہے نہ ہمیشہ رہے گی بلکہ اس کارخانہ قدرت میں ہر چیز کی ایک حد مقرر ہے جس تک وہ پہلے سے ایک مقررہ پروگرام کے مطابق چلتی رہتی ہے اور پھر ختم ہوجاتی ہے۔ سائنسدانوں کو اس حقیقت نے دنگ کردیا ہے کہ خالق کون ومکاں جب کسی چیز کو پیدا کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس پر اس کی موت کو بھی سوار کردیتا ہے۔ تھرموڈینامک (Thermodynamics) کے دوسرے قانون کے مطابق قدرت کا یہ بنیادی اصول ہے کہ ہر چیز کا توازن مسلسل کم ہورہا ہے۔ (Entropy is increasing and order is gradually giving way to disorder) لہٰذا اپنے اپنے وقت پر ہر چیز کو فنا ہونا ہے اور فنا ہی ہر چیز کی آخری قسمت ہے۔

اسی اصول کے پیش نظر سائنس دان قرآن کریم کی اس بات کی تصدیق کررہے ہیں کہ ایک نہ ایک دن یہ کارخانہ حیات، جس طرح اچانک وجود میں آیا تھا، اسی طرح اچانک ختم ہوسکتا ہے۔ جدید سائنس اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ اپنی پیدائش سے کائنات پھیلتی رہی ہے اور ممکن ہے کہ اپنی انتہا پر پہنچ کر یہ سکڑنے لگے۔ اس وقت یہ ہر سمت سے اپنے نقطۂ آغاز کی طرف واپس بھاگنا شروع ہوگی اور بالآخر ٹکرا ٹکرا کر اپنے آپ کو پاش پاش کردے گی۔ یوں تمام وجود لاوجود میں بدل جائے گا۔ "ہونا"، "نا ہونے" میں بدل جائے گا، لیکن یہ انجام خاتمہ نہیں بلکہ اس کے بعد خالق ایک عظیم تر کائنات کو وجود میں لائے گا جس کا امتیازی وصف یہ ہوگا کہ اس میں فنا نہیں ہوگی۔ اس ساری داستاں میں قیامت کبریٰ یعنی موجودہ کائنات کی تباہی اور حیات بعد الموت کی تخلیق کا سماں ہوگا۔ اس کے فوری بعد "یوم الدین" کی صبح طلوع ہوگی۔ اس دن تمام مخلوقات زمان ومکان کے

کونے کونے سے نکل کر خالق کائنات کے حضور جمع ہو جائے گی۔ ہمارے اعمال مجسم شکل میں ہمارے سامنے ہوں گے اور یہ اعمال کسی کو جنت کی طرف لے جائیں گے تو کسی کو جہنم کی طرف کھینچ رہے ہوں گے۔ انسان کے حوالے سے شاندار بات یہ ہے کہ اس سارے منظر میں انسان قائم رہتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن کریم ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ موجودہ کائنات بھی انسان کے لیے بنی اور آنے والی کائنات بھی انسان کے لیے بنی ہوگی۔ اس لیے وہ اسی دُنیا کی رنگینیوں میں کھو کر اپنی ہستی کے مقصد کو بھول نہ جائے بلکہ اپنے رب کا قرب حاصل کرنے کے لئے مسلسل کوشش کرتا رہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

4۔ ہمارے سفر کے چار ادوار

سورۃ الفاتحہ کی تین آیات، جہاں حق تعالیٰ کا تعارف بطور "رَبِّ الْعٰلَمِیْنِ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ" کراتی ہیں، وہیں زمان و مکاں میں کائنات کے سفر کو بھی واضح کرتی ہیں۔ کائنات کا پہلا دور اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت کے اظہار سے شروع ہوتا ہے، جسے سائنسدان آج کل بگ بینگ (Big Bang) کا نام دیتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کائنات کا ارتقائی دور شروع ہوتا ہے، جسے ہم دورِ رحمت کہہ سکتے ہیں اور آخری دور موجودہ کائنات کے حساب اور نئی کائنات کے آغاز کا دور ہے۔ اسے ہم یوم الدین کہتے ہیں۔

(i) پہلا دور۔ ربوبیت کا دور جس میں ہر شے کی پیدائش، منصوبے اور نشو و نما کا انتظام کیا گیا۔ اس کا آغاز بگ بینگ (Big Bang) کے ساتھ ساتھ ہوا، جب کائنات عالم باطن سے عالم ظاہر میں داخل ہو گئی۔ یہ صور اول تھا۔ ربوبیت کا یہ دور مسلسل جاری ہے اور آخرت تک جاری رہے گا۔

(ii) دوسرا دور۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یعنی رحمت کا دور ہے جس میں اشیا کو وجود ملا، اس کی نشو و نما

شروع ہوئی، ارتقاء شروع ہوا اور اشیاء اپنی اپنی ساخت کے مطابق کمال کو پہنچتی ہیں۔ ہر طرف فطرت کا حسین امتزاج اس کا خاصہ ہے۔ اس میں خالق نے اپنی رحمت کو اپنے غضب پر غالب رکھا ہے حتیٰ کہ اپنے خالق کے باغی شیطان اور اس کے ساتھیوں کو بھی اجازت دے رکھی ہے کہ وہ جو چاہیں، کریں۔

(iii) تیسرا دور۔ یَوْمِ الدِّیْنِ والا دور ہے۔ یہ موجودہ کائنات کے حساب و کتاب اور فیصلہ کا دن ہے۔ اس کا آغاز کائنات کے سکڑنے سے ہوگا۔ جس سے زمان و مکاں کے بعد کونے کونے سے تمام تخلیقات اپنے نقطۂ وجود کے نقطۂ آغاز کی طرف سمٹتی چلی آئیں گی۔ یوں وجود لاوجود میں بدل جائے گا۔ اسی سے پھر حیاتِ نو کا آغاز ہوگا۔ رب العالمین جلوہ افروز ہوں گے، سب کے اعمال ان کے ساتھ ہوں گے اور اس دن سب کے ساتھ انصاف ہوگا۔ اس وقت نہ کوئی سفارش قبول ہوگی نہ کوئی طاقت کسی کے کام آئے گی۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور دُنیا ایک نئے دور میں داخل ہو جائے گی۔

(iv) آخرت کا دور۔ یوم الدین کے بعد مخلوقات جنت، اعراف اور دوزخ کے تین گروہوں میں تقسیم ہو کر آخرت کا دور میں داخل ہو جائیں گی۔ یوں سورۃ الفاتحہ کی یہ تین آیات ایک سائنسی معجزہ ہیں چند جملوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنا اور اپنی شان کا نہایت جامع تعارف کرا دیا اور ساتھ ہی اپنی کائنات کے مختلف ادوار کی تاریخ بھی ہمیں سمجھا دی۔ اگلی آیہ مبارکہ انسان کے مقام کا تعین کرتی ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا بندہ وزبان حال سے اپنی بے چارگی کا اقرار کرتا ہے۔

5۔ کائنات کے مالک سے وعدہ

اگلی آیت کریمہ ایک وعدہ ہے جو بندہ اپنے مالک سے کرتا ہے فرمایا اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ”اے رب العالمین! ہم صرف اور صرف تیری ہی عبادت کرنے والے ہیں اور صرف تجھی سے مدد کے طالب ہیں“۔

عبادت کا مادہ (Root) عبد ہے جس کا مطلب غلام ہے یعنی آیہ مبارکہ یہ باور کراتی ہے کہ کائنات میں آدمی کی حیثیت خالق کائنات کے غلام کی سی ہے اور یہ اس کے لئے بہت بڑا اعزاز ہے کہ رب تعالیٰ نے اسے اپنا ملازم بنا لیا ہے۔ لہٰذا مقصد حیات اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے یعنی اپنے خالق کی مرضی کے لیے کام کرنا، کسی اور طاقت کو خاطر میں نہ لانا، اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو اپنے آقا ہی سے مانگنا اور کسی دوسرے کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا۔ یہ اسرارِ خودی ہے۔ افسوس! اگرچہ ہم اپنی نمازوں میں بار بار اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں، رب تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم "تیرے ہی بندے ہیں، تجھی ہی سے مدد کے طلبگار ہیں"۔ لیکن عملی زندگی میں بے شمار خودساختہ خداؤں کے سامنے ہم ہاتھ پھیلاتے نظر آتے ہیں۔ یوں ہم اپنی شناخت، حیثیت اور مقام بھی کھو دیتے ہیں۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کی صحیح ترجمانی کے لئے ہمیں یہی ایک زندگی ملی ہے۔ اس عظیم کلمہ کا حق یہ ہے کہ ہم اپنا رُخ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف کرلیں۔ مخلوق کی بندگی سے آزادی حاصل کرکے اپنے واحد خالق کی بندگی میں لگ جائیں۔ دل و جان سے کہیں "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه" "نہیں کوئی معبود مگر اللہ" اور پھر حقِ عبدیت ادا کرتے ہوئے ہم تمام دوسرے خداؤں کی نفی کردیں۔ یہ نہیں کہ پڑھیں تو اِیَّاکَ نَعْبُدُ اور حکم کسی اور کا مانیں، کہیں تو وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ لیکن مدد کے لیے خودساختہ خداؤں کے پاس جائیں۔ یہ صراطِ مستقیم نہیں بلکہ گمراہی کا راستہ ہے جو آدمی بہت سے خداؤں کے گھر جاتا ہے اس کا راستہ ٹیڑھا میڑھا، کبھی ادھر کبھی ادھر ہی ہوگا۔ وہ بڑا معروف نظر آئے گا، بہت محنت بھی کرتا ہوگا لیکن اسے منزل کبھی نہیں ملتی۔ اس کی زندگی کا نتیجہ گمراہی اور آخرکار انجام جہنم میں گرنا ہے جو کہ بہت برا انجام ہے۔ جب کہ مومن کا راستہ صراطِ مستقیم ہے۔

6۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔۔۔ زندگی کے صحیح رُخ کی تلاش

کامیاب زندگی وہ ہے جس کا انجام جنت ہوگا، لیکن کوئی آدمی صرف محنت کے بل پر وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ اگر سمت غلط ہو تو منزل مزید دور ہوتی چلی جاتی ہے لہٰذا سیدھے راستے کا معلوم

ہونا کامیابی کے لئے لازمی ہے۔کوئی بھی سمجھدار انسان یہ نہیں چاہتا کہ غلط راستہ پر چل کر اپنی منزل کو کھو دے لیکن سیدھے راستہ کا پا ہونا اور اس پر چلنا آسان کام نہیں۔اس بات کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے انسانوں کی طرف اپنے نبی بھیجے اور آخری دور کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھیجا اور تعلیم دی کہ سیدھے راستہ کو پانے اور اس پر قائم رہنے کے لیے اپنے رب سے دُعا کریں "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" "اے اللہ ہمیں ہدایت دے صراط مستقیم کی"۔ان چند الفاظ میں ایک کامیاب زندگی کا تعین فرما دیا گیا ہے۔یہ زندگی صراط مستقیم پر قائم رہنے والی زندگی ہے جس کے لیے بندہ مومن ہر وقت کوشش کرتا ہے اور مانگتا رہتا ہے "اے رب العالمین، اے رحمٰن الرحیم، اے مالک یوم الدین، ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے۔اپنی راہ پر چلا لے، اپنا بنا لے"۔ اگر دل میں سیدھے راستے پر چلنے کی تمنا سچی ہوگی تو اس سمیع و بصیر ذات کا وعدہ ہے کہ وہ ضرور اپنے بندے کو اس راستہ پر لے آئے گا۔شیطانی طاقتوں کو بھگا دے گا، راستے کی رکاوٹوں کو دور فرما دے گا اور ان شاءاللہ سیدھی راہ پر چلنا آسان بنا دے گا۔

آیہ مبارکہ میں ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ آدمی صرف اپنے لیے صراط مستقیم نہیں مانگتا بلکہ "سب کے لیے" دُعا کرتا ہے۔اس لیے کہ جب تک ایک جماعت صراط مستقیم پر نہ چل رہی ہو، اس راہ پر اکیلے چلنا بہت مشکل کام ہے اور یہ بھی دوسرے کے لیے دُعا کرنا ایک صدقہ بھی ہے یعنی ہم دوسروں کے لیے دعا کرتے ہیں تو اس کا بھی ہمیں ثواب ملتا ہے۔

صراط مستقیم کے ہی سلسلہ میں ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ہے کہ سیدھے راستے کا تعین آسان کام نہیں۔رہبر کامل مل جائے تو بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔اگر ہادی نہ ہو تو شیطانوں کے اس جنگل میں انسان ہمیشہ ہی بھٹکتا رہے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ ہر دور میں ہادی بھیجتا رہا ہے جن کی سرشت (Genetic Code) ہی میں صراط مستقیم کا نقشہ محفوظ تھا۔مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنے خاص فرشتے مقرر کرتا ہے کہ وہ نقشہ کے باوجود کوئی غلطی نہ کر بیٹھیں۔یہ عظیم راہنما اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں۔ان سب کے آخر میں سالار کارواں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے جنہوں نے صراط مستقیم کو اتنا جگمگا دیا کہ اب قیامت تک کسی کو اس رسالت کا شک نہیں ہونا چاہیے۔اس دور کے انسانوں کے لیے انہی کا راستہ صراط مستقیم ہے۔فرمایا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O یٰسٓ O وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ O اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ O عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ O تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ O

"یٰسٓین! قسم ہے مجھے قرآن حکیم کی، بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں، صراطِ مستقیم پر۔ عزیز الرحیم کی طرف سے نازل کیا ہوا"۔

7۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۔۔۔ انعام یافتہ بندوں کا راستہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے راستے پر جو بھی چلا وہ کامیاب ہو گیا۔ اس راستے کا نام دینِ اسلام ہے۔ اس کی عملی شکل کیا ہوگی؟ سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے انعام یافتہ بندوں کی پیروی کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ فرمایا صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یعنی صراطِ مستقیم کوئی خیالی طرزِ زندگی (Theoretical Way) نہیں بلکہ ایک تجربہ شدہ عملی راستہ ہے جو دُنیا کے رسم و رواج سے الگ ضرور ہے لیکن ہر زمانہ میں کچھ لوگ اس پر چلتے آئے ہیں اور ان شاء اللہ چلتے رہیں گے۔ اب اگر ہم اس صراطِ مستقیم کے متلاشی ہیں تو ہمیں اپنے لیے نئی راہیں تلاش کرنے کی بجائے انہی کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان نیک بندوں سے ہمارا ذہنی اور روحانی رابطہ استوار رکھے۔

یہ ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ کون اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور کون دھوکا باز؟ اس کے لیے ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنتوں کی پیروی کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کا مقصد اپنی بڑائی نہیں بلکہ وہ عاجز بندے ہیں جو کہتے ہیں "ہمارے رہبر و رہنما، مصطفیٰ مصطفیٰ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم"۔ ان کی مجالس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکر کے علاوہ کسی اور کا ذکر نہیں ہوتا اور ان کی حاضری میں آدمی اللہ تعالیٰ کا قُرب محسوس کرتا ہے۔

8۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۔۔۔ مغضوب اور گمراہ لوگوں سے پناہ

کسی چیز کی اچھی طرح پہچان کے لیے ضروری ہے کہ اس کی ضد کو بھی سمجھا جائے مثلاً

مثبت کی پہچان کے لیے منفی کو جاننا ضروری ہے ۔اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کو سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے مغضوب بندوں کو پہچاننا بھی ضروری ہے ۔اگلی آیت کریمہ ہمیں صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے برعکس تصویر کا دوسرا رُخ دکھا رہی ہے فرمایا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔اَلْمَغْضُوْبِ وہ لوگ ہیں جن کے طور طریقے ،رسم ورواج ،زندگی کی جد وجہد اور نیتیں سبھی صراطِ مستقیم والوں کی ضد یعنی خلاف (Opposite) ہیں ۔ان بد بخت لوگوں میں پہلا گروہ وہ ہے جو اپنی کارستانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوا ۔اس کی بدترین مثال یہود کی ہے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کی ،اپنے نبیوں اور صالحین کو قتل کیا ،اسلام سے کفر کیا اور آج بھی ان کے پیروکار اپنی شیطانی روش پر بضد ہیں ۔ان کا راستہ جہنم کا راستہ ہے اور ان کے پیچھے چلنے والوں کا بھی یہی انجام ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کہنے کا صاف مطلب ہے کہ ہم اسلام کے دشمنوں سے دُور رہیں اور ان کے طریقوں سے نفرت و کراہت محسوس کریں ۔چنانچہ کفار اور منافقین ،ہنود، یہود و نصاریٰ یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کرتا ہے، ظلم کرتا ہے یا انصافی کرتا ہے اور وہ جو دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی پیروی کرتا ہے اور ان کے طور طریقوں سے دُور رہنے میں ہی صراطِ مستقیم ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کے مغضوب بندوں سے کنارہ کشی اور ان کے راستوں سے دُور رہنا ،راہِ ہدایت پر چلنے کے لئے ضروری ہے ،اسی طرح گمراہ اقوام کے طریقوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہنا اور ان سے بچنا لازمی ہے ۔اَلضَّآلِّيْنَ ہیں جو سیدھی راہ سے بھٹک چکے ہیں ۔یہ وہ لوگ ہیں جو بدکاری کرتے ہیں ،فحاشی پھیلاتے ہیں ،منشیات کے عادی ہیں ،حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتے ۔وہ سیاہ کار ہوتے ہیں ۔عیش و عشرت میں غرق ہوتے ہیں ۔لہو و لعب ان کا مشغلہ ہوتا ہے ۔کھیل کود میں مصروف ہوتے ہیں ۔اِن کی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا ۔لاحاصل کاموں میں دن رات مشغول ہوتے ہیں ۔ہدایت کے لئے ضروری ہے کہ ان لوگوں کے پیچھے نہ چلیں اور نہ ہی اِن کی بات مانیں ،ورنہ وہ تو ڈوب رہے ہیں ہمیں بھی لے ڈوبیں گے ۔اس لیے مومن بندہ ہر آن اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتا ہے کہ ”اے اللہ ہمیں گمراہ لوگوں کی راہ سے بچا“ ۔لفظ اَلضَّآلِّيْنَ کا مادہ ضل

ہے جس کا مطلب منتشر ذہن (Confused) کے لوگ بھی ہیں۔ ان میں پیش پیش نصاریٰ ہیں جو اللہ تبارک تعالیٰ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا شرک کرتے ہیں۔ افسوس کہ آج کا مسلمان "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ O صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ O" بار بار کہنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی راہ چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کی نقل پر مصر ہیں۔ جب کہ مومن کی اپنی ایک خاص شخصیت ہے۔ اس کی اپنی تہذیب، اپنا حُسنِ اخلاق اور اپنی عادات ہیں جو ہجوم میں بھی سب سے نمایاں ہوتا ہے۔ کاش کہ سورۃ الفاتحہ ہمارے قلوب میں اُتر جائے۔

اے اللہ! ہم گنہگاروں کے گناہوں سے چشم پوشی کر لے اور ہماری اس دُعا کو قبول فرما۔ آمین!

9۔ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّه ۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی رضا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سورۃ الفاتحہ کو اپنے اور بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ اور طرزِ بیان پر غور کریں:

جب بندہ کہتا ہے " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ " تو اللہ تعالیٰ خوش ہو کر فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی، جب بندے نے کہا " اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعظیم کی، جب بندہ کہتا ہے " مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ " تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، (ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ بندے نے معاملہ میرے سپرد کر دیا)

جب بندہ " اِيَّاكَ نَعْبُدُ " کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری عبادت کی، جب بندہ کہتا ہے " وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ " تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے میرے بندے نے مجھ پر بھروسا کیا اور اب معاملہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔

جب بندہ " اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ " کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ چیز ہے جو اسے مطلوب ہو"۔ (متفق علیہ)

صلوٰۃ کے قیام میں اس سورۃ مقدسہ کی ایک ایک آیت کو ٹھہر ٹھہر کر غور وفکر کے ساتھ پڑھنا چاہیے تاکہ دل پر اثر ہو۔ یہ حمد بھی ہے اور درخواست بھی، اس لیے ہرگز ہرگز جلدی نہ کریں۔ خشوع وخضوع کی کیفیت حاصل کرنے کے لیے انفرادی صلوٰۃ میں آپ سورۃ الفاتحہ ساری کی ساری یا کوئی خاص آیت بار بار تلاوت کر سکتے ہیں تاکہ اس کے اثرات آپ کی رُوح پر محسوس ہوں۔ افسوس! بعض حضرات مطالب سے بے فکر ایک سانس میں ساری سورۃ آمین پر ختم کرتے ہیں۔ ایسا کرنا کلام اللہ سے بے توجہی کے مترادف ہے۔ جس کا فائدہ تو کیا ہوگا اُلٹی پکڑ ہوگی۔

سب سے زیادہ قوت اللہ تعالیٰ کی ہے اور اسی نسبت سے اس کے کلام کی طاقت ہے۔ سورۃ الفاتحہ اس ضمن میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور اس کے کلام کی طاقت پر یقین کرتے ہوئے اول وآخر دُرود شریف کے ساتھ سورۃ الفاتحہ کی تین بار، سات بار، گیارہ بار یکسوئی سے تلاوت کر کے دُعا مانگیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام اللہ کی برکت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے سے مشکل آسان فرمائیں گے اور اگر بیماری کی حالت میں صحت کی دُعا کریں گے تو ان شاء اللہ صحت ہوگی لیکن انسانی کوشش مقدور بھر کرتے رہیں۔ چوں کہ کوشش کر کے علاج کرانا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی "انسان کے لیے اس کے سوا کچھ نہیں مگر، جس کی اس نے کوشش کی"۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی برکت سے وہی کوشش جو پہلے بے اثر تھی وہ پھل دینے لگے گی۔ (ان شاء اللہ)

10۔ سورۃ الفاتحہ اور صلوٰۃ ۔۔۔ خشوع وخضوع

صلوٰۃ کی رُوح تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ سورۃ الفاتحہ کی ہر ایک آیت غور وفکر کے ساتھ سوچ سمجھ کر پڑھیں۔ لفظ بلفظ پر غور کریں اور تصورات کی دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو اس کی قدرت میں دیکھیں مثلاً:

☆ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہوئے تصور کریں کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کھڑا ہوں۔ میں نے اس ذات پاک کا دامن پکڑ لیا ہے۔ جو رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی ہے،

اس کی رحمت کے نور سے زمان و مکاں کی ہر چیز روشن ہے۔ میرے اوپر بھی اس نور کی شعاعیں پڑ رہی ہیں اور قلب کی تاریکی دُور ہو رہی ہے۔ مُجھے اپنے الرحمٰن الرحیم رب کی شان سے اُمید ہے کہ وہ مجھے کبھی مایوس نہیں کرے گا۔ ان شاءاللہ! یہاں بھی اور وہاں بھی، آج بھی اور کل بھی، ہر جگہ، ہر وقت اس کی رحمت میرے ساتھ ہوگی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ اس کے حُسنِ ظن کے مطابق ملتا ہے۔

☆ اب اگلی آیتِ کریمہ کی تلاوت کریں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ "حقیقی تعریف صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو ازل سے ابد تک تمام عالمین (ساری کی ساری کائنات) کا رب ہے"۔

اس قرآنی آیت کی تلاوت کرتے ہوئے تصور کی آنکھ سے کائنات کو دیکھیں۔ اربوں سال پہلے اس کا آغاز ربِ تعالیٰ نے لاوجود سے اپنے فرمان "کُنْ" سے کیا اور وہ معرضِ وجود میں آ گئی (فَيَكُوْنُ)۔ اس لمحے سے مسلسل پھیل رہی ہے۔ اس میں تخریب و تعمیر کا عمل مسلسل جاری ہے۔ نئے نئے جہاں بن رہے ہیں۔ یہ سب کس لیے ہو رہا ہے، وہ بنانے والا جانے لیکن مجموعی حیثیت میں یہ اس قدر وسیع و عریض ہے کہ اگر روشنی ہمیشہ چلتی رہے تو اس کی حدود کو چھو نہیں سکتی۔ اس میں اربوں، کھربوں دنیائیں آباد ہیں اور میرا رب اس کے ایک ایک ذرہ تک جانتا ہے۔

کائنات میں خود اپنے آپ کو ہی دیکھیں کہ کس طرح ایک خوردبینی جرثومہ کی اللہ تعالیٰ نے نشوونما فرمائی اور اُسے ایک ذہین، فطین انسان میں بدل دیا۔ بے شک اُس کی ذاتِ پاک کے سوا کوئی اور تعریف کے لائق ہو ہی نہیں سکتا۔

☆ اگر آپ اکیلے صلوٰۃ پڑھ رہے ہیں تو بار بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ بلند قراءت سے تلاوت کریں۔ جیسے حکم ہے " وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا " "قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر غور و فکر کے ساتھ پڑھو"۔ (سورۃ المزمل، آیت 4) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ بار بار پڑھتے جائیں اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی شان کو مختلف مخلوقات میں دیکھتے جائیں۔ کبھی

سمندروں میں، کبھی خشکی میں، کبھی ہواؤں میں، کبھی آسمانوں میں، غرض ہر نوع کی دُنیا کا سوچیں اور دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی پرورش کا سامان کیسے کر رہا ہے۔

جب طبیعت سیر ہو جائے تو اگلی آیہ کریمہ تلاوت کریں:

☆ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ "وہ رحمان بھی ہے اور رحیم بھی"۔

کائنات میں ہر چیز اللہ تعالیٰ کی رحمت کی شہادت دے رہی ہے۔ تصور کی آنکھ سے اس کی ایک ایک مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نظارہ کریں۔ اپنی ذات کے اندر جھانکیں کہ کس طرح آپ کا خلیہ خلیہ اس کی رحمت کا محتاج ہے۔ اپنے گناہوں کا سوچیں، غلطیوں پر غلطیاں، لیکن پھر بھی وہ نظر انداز کرتا جاتا ہے۔ کون و مکاں میں ہر جگہ ہر وقت اس کی رحمت کے نوری دریا بہہ رہے ہیں۔

اگر آپ کیلئے نفلی صلوٰۃ ادا کر رہے ہیں تو یوں اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تلاوت بار بار کرتے جائیں اور تصور میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی شعاعوں کو اپنے اوپر گرتا دیکھیں۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو محسوس کریں جو ایک ماں سے 70 گنا زیادہ پیار کرنے والا ہے۔ تصور میں لائیں کہ وہ اپنے بندوں کو محبت سے دیکھ رہا ہے۔ اس سوچ کے ساتھ اس کی نعمتوں کا احسان مندی سے شمار کریں جن سے اُس نے آپ کو نوازا ہے اور تجزیہ کریں کہ آپ اُس کی محبت اور رحمت کا شکریہ کیسا ادا کرتے ہیں۔

☆ جب اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی تلاوت سے طبیعت سیر ہو جائے تو مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کی تلاوت کریں۔ اکیلے صلوٰۃ پڑھ رہے ہوں تو اس آیت کو بھی بار بار دُہرائیں۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ...... مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ.......... مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ

...... مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ... اور قیامت کا منظر ذہن میں لائیں۔

تصور کی آنکھ سے دیکھیں کہ کائنات ہمیشہ کے لیے نہیں۔ ایک انتہا کے بعد پھر عدم کی طرف سب کا سفر ہے۔ وقت کے ساتھ ہر چیز اپنے انجام کی طرف بڑھ رہی ہے۔ آخر میں سب عالم فنا میں دیکھیں۔ قیامت الکبریٰ کے بعد کائنات پھر ایک دفعہ اپنے نقطۂ آغاز میں گم ہو جائے گی۔ سارا وجود پھر سے لاوجودی حالت میں چلا جائے گا۔ ماسوائے رب ذوالجلال

کے کچھ باقی نہیں رہے گا۔ فرمایا: کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ O وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ O "جو کچھ وجود میں ہے سب فانی ہے۔ آخر میں باقی رہ جائے گی آپ کے رب کی ذاتِ پاک جو بڑے جلال واکرام والی ہے"۔ (سورۃ الرحمٰن، آیات 27-26)

تصور کی آنکھ سے دیکھیں کہ ہر چیز ہر سمت سے جہنم کے کالے کنویں (Black Hole) کی طرف تیزی سے بھاگتی نظر آ رہی ہے۔ بالآخر وجود سے لاوجود والی کیفیت کو ذہن میں لائیں، سب کچھ فنا ہو چکا ہے، صرف تنہا اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک باقی ہے۔ وہ پھر لاوجود سے سب کو وجود میں آتا دیکھیں۔ یومِ حشر کا یقین کر کے عدالت کو دیکھیں تاکہ جنہوں نے اپنی دُنیاوی حیات کو اپنے خالق کی خوشی کے لیے لگا دیا تھا۔ وہ خود ان کی محنت کا صلہ انہیں دے گا۔ سرکشوں کو ان کی ڈھٹائی کی سزا ملتا دیکھیں۔

حیات بعد الموت، جزاء وسزا کا عمل اُس کے عدل اور رحمت کا تقاضا ہے۔ چونکہ دُنیا امتحان گاہ ہے، اس لیے اس میں ڈھیل ہو سکتی ہے لیکن آخرت میں ایسا نہیں ہوگا۔ ظالم ضرور پکڑا جائے گا اور اس دن مظلوم کو پورا پورا انصاف ملے گا۔

☆ صلوٰۃ میں قیام کے دوران تصور میں لائیں کہ روزِ محشر بپا ہے اور ساری انسانیت اپنے اعمال کے نتائج کے انتظار میں کھڑی ہے۔ آپ بھی انہیں میں سے ایک ہیں۔ سب کی زبان پر یوں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا ورد جاری ہے۔ درخواست کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔ ہر آدمی یہی کچھ کہتے جا رہا ہے کہ اے مالک تو ہی جزا وسزا کے اس دن کا مالک ہے، انجام کا فیصلہ تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اگر معاف فرما دے تو یہ تیری رحمت ہے۔ اگر سزا دے تو یہ تیرا عدل ہے۔ معاف فرما دے! اے مالک معاف فرما دے! بار بار کہیں، اتنی بار کہ آپ کی رُوح اپنے رب کی عدالت کا منظر محسوس کرنے لگے۔

☆ اس مقام پر اعمال کا تولنا دیکھیں۔ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ (6) فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (7) وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (8) فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (9) وَمَآ اَدْرٰكَ

مَا هِيَهْ (10) نَارٌ حَامِيَةٌ (11) جس کا ترازو کا پلڑا بھاری ہے پس وہ ہوگا اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی میں، اور جس کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ نا کام ہوگا اور تو کیا جانے حاویہ کیا ہے، نار ہے بھڑکتی ہوئی۔(سورۃ القارعہ، آیات 11-6)

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے خوف سے مغلوب ہو جانا قدرتی بات ہے۔ خشوع وخضوع کے اس عالم میں اپنے انجام کا سوچ کر آنکھیں تر ہونا لازمی امر ہے، اپنے گناہوں کا سوچ کر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتے ہوئے، بخشش کی فریاد کرتے جائیں اور روتے جائیں۔ ہر آنسو میں معافی ہے۔

☆ بے بسی کی اس کیفیت میں غلام بن کر گردن جھکائیں اور دل سے اقرار کریں۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ. "ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" اے اللہ! اپنے غلام کی آئی مصیبت سے اسے نجات دلا۔

اب اپنے مطلوب کو ذہن میں لائیں اور درخواست کی منظوری کے لیے اپنی عبودیت یعنی غلامی کا اقرار کرتے جائیں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ..... اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اے مالک کون ومکاں تیرے علاوہ کوئی اور دینے والا نہیں۔ اے مالک! بتا کدھر جاؤں؟ سب تیرے محتاج ہیں اور ان میں سب سے بڑا محتاج میں ہوں۔ سپردگی (Surrender) کے اس احساس کے ساتھ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی تلاوت بار بار کرتے جائیں اور دل کی طلب کو اپنے مہربان خالق سے مانگتے جائیں۔ ان شاء اللہ مطلوب حاصل ہوگا۔

آپ کا مطلوب کچھ بھی ہو سکتا ہے، مثلاً اسلام کی سمجھ، سیدھے راستہ کی ہدایت، معافی، جنت، قرب الٰہی، بیماری سے صحت، غربت سے نجات، خوشحالی، غرض جو بھی مطلوب ہے وہی پورا کرنے والا ہے۔ لیکن دُنیا کی اُلجھنوں میں، زندگی کے ہر موڑ پر سب سے بڑی ضرورت سیدھی راہ کی ہے تا کہ بھٹک نہ جائیں اور اس پر چلتے ہوئے آسانی سے اپنے مدعا کو پالیں۔ اس لیے عاجزی کے احساس کے ساتھ اپنے رب کو راہ سیدھی پر ہدایت کے لیے

پکاریں: اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ Oاِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ O "ہمیں سیدھی راہ دکھا۔۔۔ "ہمیں سیدھی راہ دکھا"۔۔۔۔اسی راہ میں ہماری تمام مشکلات کا حل ہے۔
اس کے ساتھ زندگی کے تمام مسائل کے حل کے لیے آسانی کی راہ کے لیے درخواست کرتے جائیں، تاکہ صحیح فیصلے کرسکیں اور مشکلیں حل ہو جائیں۔ڈاکٹر صحیح تشخیص کرتے ہیں تاکہ مریض کا اصل مرض معلوم ہوسکے اور صحیح دوائی تجویز کرسکے۔جج صحیح فیصلہ کرے تاکہ سزا مجرم کو ملے۔

☆ سیدھی راہ کی درخواست کے ساتھ یہ التجا کی جاتی ہے:

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ O "اے اللہ! مجھے اپنے ان بندوں کی راہ پر چلا جنہیں تو نے اپنے انعامات سے نوازا ہے"۔

یہ بندے کون ہیں؟ تصور کی آنکھ میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء و صلحاء اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم، شہداء اور اُمتِ محمدیہ کے صالحین کے قافلوں کے پیچھے اپنے آپ کو بھی چلتا ہوا دیکھیں اور جنت میں پہنچ جائیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین کے راستہ پر چلنے کی التجا کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے شیطان کی راہ سے بچ نکلنے کے لیے دُعا کریں اور پختہ عزم کے ساتھ کہیں:

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَO

"یااللہ ہمیں اُن کی راہوں پر نہ چلانا جو مغضوب ہوئے اور وہ جو
سیدھے راستے سے بہک گئے"۔

آپ عالمِ تصور میں ان قوموں کے انجام جن کا ذکر قرآن کریم میں بار بار آیا ہے اور جن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا ہے یعنی قومِ نوحؑ، قومِ فرعون اور قومِ عاد و ثمود کی تباہی کا منظر، قومِ شعیبؑ کی ہلاکت کا منظر، قومِ لوط پر اللہ تعالیٰ کے غضب کا منظر وغیرہ۔ان کے اعمال سے بچنے کا ارادہ بھی کریں۔

تاریخِ عالم میں اللہ تعالیٰ کے غصہ کو دعوت دینے والی سب سے زیادہ ناشکری قوم یہود کی ہے

اور سب سے زیادہ بھٹکی ہوئی قوم عیسائی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتی ہے۔یا اللہ! ہمیں ان کے اعتقادات اور دیگر تمام کفار، مشرکین، باغی، مجرم، بدکردار، ظالم اور بے دین لوگوں کے طور طریقوں سے دُور رکھ۔"یا اللہ! ہمیں شیطانِ لعین کے چنگل سے نکال دے۔کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی اِن کے پیچھے چل کر جہنم میں پہنچ جائیں۔اے ہمارے مالک ہماری دادرسی فرما۔ہم تیری ناراضگی کے ہرگز ہرگز متحمل نہیں ہو سکتے"۔اس لیے ہمیں ہر اس عمل سے بچا، جن پر تیرا غصہ نازل ہوا اور جو گمراہ ہوئے۔

آمین ـــــ یا اللہ ہماری یہ دُعا قبول فرما۔

☆ ہر صلوٰۃ میں اگر سورۃ فاتحہ کی بار بار قرأت کے باوجود ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی عظمت کا احساس پیدا نہیں ہوتا، اس پر توکل کرنا نہیں سیکھا جاتا، حیات بعد الموت پر یقین نہیں بنتا، جُرم و گناہ سے بچنے کی توفیق نہیں ملتی، سیدھی راہ نہیں ملتی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع نہیں کرتے، تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہمارے قیام، رکوع اور سجود، سورۃ الفاتحہ کی رُوح تک نہیں پہنچے۔آج ہم یہود و نصاریٰ کی معاشرت اور کلچر سے نفرت کی بجائے اِن کی پیروی میں فخر کرتے ہیں۔یہ بات قابلِ غور ہے۔ایسے نمازیوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے فَوَيۡلٌ لِّلۡمُصَلِّيۡنَ "تباہی ہے اُن نمازیوں کے لیے"(سورۃ الماعون، آیت 4) یہ اس لیے کہ اِن کی صلوٰۃ بے رُوح ہے۔اگر اِن کے دل میں یتیموں، مسکینوں اور غریبوں کے مصائب کا احساس نہیں ہوتا اور اِن کی مدد پر دل تیار نہیں ہوتا تو مسجد میں ہوں کہ گھر میں، ایک ہی بات ہے۔

11۔ سورۃ الفاتحہ اور جنت کے آٹھ دروازے

امام فخر الدین رازیؒ سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے ساتھ یہ کھلتے جائیں گے"۔

☆ پہلا باب: بابِ معرفت ہے جو سورۃ الفاتحہ کی تلاوت شروع کرنے پر کھلتا ہے۔

☆ دوسرا باب: بابِ ذکر ہے اور وہ " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " پر کھلتا ہے۔

☆ تیسرا باب: بابِ شکر ہے اور وہ " اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ " پر کھلتا ہے۔

☆ چوتھا باب: بابِ رجا ہے جو " اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " پر کھلتا ہے۔

☆ پانچواں باب: بابِ خوف ہے جو " مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ " پر کھلتا ہے۔

☆ چھٹا باب: بابِ اخلاص ہے، جو معرفتِ عبودیت اور معرفتِ ربوبیت سے پیدا ہوتا اور وہ " اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ " سے کھلتا ہے۔

☆ ساتواں باب: بابِ دُعا اور تضرع ہے جیسا ارشادِ الٰہی ہے: اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ " بھلا وہ کون ہے جو دُعا سنتا ہے بے قرار کی جب وہ اسے پکارے"۔ (سورۃ النمل، آیت 62) اور فرمایا اُدْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (سورۃ المومن، آیت 60) "پکارو مجھے قبول کروں گا میں دُعائیں تمہاری" اور اس مقام کی دُعا " اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ " ہے۔

☆ آٹھواں باب: بابِ طیب ہے جو طاہر ارواح کی اقتدا کرنا اور ان کے انوار سے رہنمائی پانے سے کھلتا ہے، اس پر " صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ " لکھا ہوا ہے۔

امام رازیؒ کا فرمانا ہے کہ اس طریقے سے جب تم سورۃ مبارکہ پڑھو گے اور اس کے اسرار سے آگاہی حاصل کرو گے تو تم پر جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے۔ اس ارشادِ الٰہی سے یہی مُراد ہے۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ "ہمیشہ رہنے کے باغ ان کے لیے سب دروازے کھلے ہیں"۔

معارفِ ربانیہ کی جنت کے دروازے ان روحانی چابیوں سے کھلتے ہیں۔ یہ روحانی معراج کی طرف اشارہ ہے جو صلوٰۃ میں حاصل ہوتی ہیں۔ (تفسیرِ کبیر، جلد اول)

12۔ قیامِ صلوٰۃ۔۔۔سورۃ الفاتحہ کے علاوہ قرآن پاک کی تلاوت

صلوٰۃ کے قیام کی پہلی دو رکعات میں سورۃ الفاتحہ کے بعد قرآن کریم کا کچھ مزید حصہ بھی پڑھنا واجب ہے۔فرمانِ الٰہی ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ "پس پڑھو جو آسان معلوم ہو قرآنِ کریم میں سے"۔(سورۃ المزمل،آیت 20)

☆ اس لیے سورۃ الفاتحہ کے بعد کلام اللہ میں سے کوئی چند آیات یا سورۃ غور و فکر کے ساتھ اس طرح تلاوت کریں کہ ہم خالق کائنات کو اسی کا کلام سنا رہے ہیں۔الفاظ کو ناپ تول کر ادا کریں اور جذبات بھی الفاظ کا ساتھ دیں یعنی اپنے اوپر کلام اللہ کی کیفیت طاری کریں۔

☆ اگر تنہا صلوٰۃ ہو تو رُوحانی کیفیات کی بلندی کے لیے ایک ہی آیہ کریمہ کو بار بار تلاوت کر سکتے ہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر تہجد کی صلوٰۃ میں ایسا ہی کرتے تھے۔

☆ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرنے کے لیے تہجد کی صلوٰۃ بہت ضروری ہے۔سورۃ المزمل کی پہلی سات آیات سے راتوں کو تہجد کے لیے اُٹھنا قرآنِ کریم کی تلاوت ٹھہر ٹھہر کر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی اہمیت واضح اشارہ ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ 55 :اَلرَّحْمٰن

(مدنی سورۃ۔کُل آیات 78)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِO	ساتھ نام اللہ تعالٰی کے، جو رحمٰن اور رحیم ہےO
1۔ اَلرَّحْمٰنُ	”وہ جس کی رحمت نے کائنات کا احاطہ کیا ہوا ہے“۔
2۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ	”اسی نے قرآن سکھلایا“۔
3۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ	”تخلیق کیا الانسان“۔
4۔ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ	”اُسے (انسان کو) اظہار کی صلاحیت عطا فرمائی“۔ (اسے قوت گویائی دی)
5۔ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ	”(اُس نے) سورج اور چاند حساب سے بنائے“۔
6۔ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ	”(اور آسمانوں میں) ستارے اور (زمین پر) درخت بھی اسی کو سجدہ کرتے ہیں (اس کے قانون کے مطابق چلتے ہیں)“۔
7۔ وَالسَّمَآءَ رَفَعَہَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ	”اور آسمان (کائنات) پر غور کرو اسے (کیسے) بلند کیا گیا (پھیلایا گیا)؟ اور اس میں (کیسے) توازن قائم کیا گیا؟ (جس کی وجہ سے وہ قائم ہیں)“۔
8۔ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ	”خبردار تم ہرگز میزان میں خرابی نہ ہونے دینا“۔
9۔ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ	”اور عدل سے ماپ تول کا نظام قائم کرو اور میزان میں ہرگز کمی نہ ہونے پائے۔ (تمہاری بقا اسی میں ہے)“۔

10. وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ	"اور (توازن کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے) زمین کو مخلوق کے لیے تیار کیا"۔
11. فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ	"اس میں طرح طرح کے پھل ہیں اور کھجور گچھے دار"۔
12. وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ	"اور (پیدا کیا اس میں) اناج، چھلکے والا اور خوشبودار"۔
13. فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
14. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ	"(سوچو کیسے زمین پر) ہم نے (ابتداء میں) پیدا کیا انسان کو صلصال (لاوا) سے، جو مانند کھنکھنانے والی مٹی کے تھا"۔
15. وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ	"اور (اس سے پہلے) ہم نے پیدا کیا تھا جنّات کو آگ کے شعلہ سے" (From Plasma of very hot Gases)
16. فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
17. رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ	"وہ (اللہ) دو مشرقوں اور دو مغربوں کا رب ہے"۔
18. فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔

19۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ	"(اور غور کرو کیسے) اس نے جاری کیے دو سمندری پانی کے (بڑے دریا) باہم متصل"۔
20۔ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ	"ان دونوں کے درمیان ایک پردہ (برزخ) ہے۔(جس کی وجہ سے) وہ ایک دوسرے پر چڑھ نہیں جاتے۔"
21۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
22۔ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ	"وہ نکالتا ہے ان دونوں (پانیوں) میں سے لولو اور مرجان (دو خوبصورت پتھروں کے نام)"۔
23۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
24۔ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَـٰٔتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ	"اور اسی کے (بنائے ہوئے) ہیں سمندر میں چلنے والے (بڑے بڑے) جہاز مانند پہاڑوں کے"۔
25۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
26۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ	"(یاد رکھو) زمین پر جو کچھ بھی ہے، سب فنا ہونے والا ہے۔(ختم ہو جائے گا)"۔
27۔ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ	"(اور بالآخر) صرف تیرے رب کی ذات باقی رہے گی جو حقیقی جلال والا اور بزرگی والا ہے"۔

28۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔
29۔ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ	”(اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھو) اسی کے سوالی ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ ہر روز اس کی ایک نئی شان ہے“۔
30۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔
31۔ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ	”(خبردار) ہم جلد ہی فارغ ہونے والے ہیں تمہارے لیے اے دو بوجھ والو (گنہگار بوجھ ہیں زمین کے لئے)“۔
32۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔
33۔ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ	”اے گروہ جن وانس، اگر تم زمین و آسمان کی حدود (کششِ ثقل) سے نکلنے کی استطاعت رکھتے ہو تو نکل جاؤ مگر تم نہیں نکل سکو گے سوائے ایک زبردست طاقت کے“۔
34۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔

35. يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ	"(جب تم نکلو گے) پھینکے جائیں گے تم پر آگ کے بگولے اور ذرات (Solar Flares) ہیں (ایسی حالت میں) تمہاری کوئی بھی مدد نہ کر سکے گا (ماسوائے اللہ تعالیٰ کے)"۔
36. فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
37. فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ	"پھر (وہ وقت بھی آئے گا) جب آسمانی نظام (Cosmic Order) ہو جائے گا مانند سرخ پھول کے"۔
38. فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
39. فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ	"پھر اس دن نہیں پوچھا جائے گا انسانوں سے اور جنات سے (گناہوں کے متعلق) (ہر چیز بہت واضح ہوگی)"۔
40. فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
41. يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ	"(بلکہ) مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے۔ پھر انہیں پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا"۔

42. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔
43. هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُکَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ	”(فرشتے کہیں گے) یہی وہ جہنم ہے جس کو مجرم لوگ (دُنیا میں) جھٹلاتے تھے“۔
44. یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ	”(اب) وہ اُس (جہنم) کے اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگائیں گے (شاید نکلنے کا کوئی راستہ مل جائے)“۔
45. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔
46. وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ	”اور جو کوئی اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے (جواب طلبی سے) ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں“۔
47. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔
48. ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ	”(مثلاً) اِن میں (ہر چیز کے) دو دو جوڑے ہیں“۔
49. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔
50. فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ	”ان دونوں (جنتوں) میں بہتے ہیں دو دو چشمے“۔

51۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
52۔ فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ	"ان دونوں (جنتوں) میں ہر طرح کے میوہ جات ہیں دو دو قسموں کے"۔
53۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
54۔ مُتَّکِـئِیْـنَ عَـلٰی فُـرُشٍۢ بَطَـآئِنُهَـا مِنْ اِسْتَبْـرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ	"وہ (جنتی لوگ) بیٹھے ہوں گے تکیے لگائے قالینوں پر جن کا استر نہایت عمدہ ریشم کا ہو گا اور ان دونوں میں جنت کے دو باغ (میوے) ہوں گے ان کے بہت قریب"۔
55۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
56۔ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ	"پھر ان میں (محلوں میں رہنے والی) عورتیں ہیں پردہ دار (حوریں) جنہیں نہیں چھوا اس سے پہلے کسی انسان نے اور نہ جنات میں سے کسی نے"۔
57۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
58۔ کَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ	"گویا کہ وہ (ڈبی بند محفوظ) یاقوت اور مونگا ہیں"۔

59. فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
60. هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ	"کیا (نہیں) ہے، احسان (نیکی) کا بدلہ، ماسوائے احسان کے؟"۔
61. فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
62. وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ	"اور ان دونوں کے علاوہ دو اور بھی جنتیں ہیں"۔
63. فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
64. مُدْهَآمَّتٰنِ	"نہایت سبز رنگ کی وجہ سے سیاہی مائل جھلک دے رہی ہیں"۔
65. فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
66. فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ	"ان (دونوں میں ہیں) دو دو چشمے چھلکتے ہوئے"۔
67. فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔
68. فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ	"ان (دونوں میں ہیں) مختلف اقسام کے میوے ہیں (خصوصی طور پر) کھجور اور انار"۔

69. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔
70. فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ	”ان میں عورتیں (حوریں) ہیں عادت کی نیک، صورت میں نہایت اچھی“۔
71. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔
72. حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَام	”وہ حوریں ہیں (بادشاہی محلوں کی رہنے والیاں) پردہ نشین خیموں میں“۔
73. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔
74. لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ	”نہیں ہاتھ لگایا انہیں قبل اس کے کسی آدمی نے اور نہ جنات میں سے کسی نے“۔
75. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔
76. مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ	”تکیہ لگائے بیٹھے ہیں وہاں (جنتی) سبز بچھونوں اور منقش خوبصورت ریشمی چاندنیوں پر“۔
77. فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن	”پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔
78. تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ	”نہایت برکت والا نام ہے تیرے رب کا، جلال والا اور بزرگی والا“۔

سورۃ الرحمٰن۔تعارف اور مضامین

سورۃ الرحمٰن قرآن کریم کی ایک عجیب التاثیر سورۃ ہے۔اس کا انداز بیان دل کش اور قرأت رُوح کے لیے نہایت پُراثر اور وجدانی کیفیت رکھتی ہے۔اس کی آیات کریمہ کے مضامین جدید دور کے سائنسی حقائق کے لیے حیران کُن ہیں۔یہ سائنس کو ایک نئی سوچ کا انداز عطا کرتی ہے کہ چیزوں کی ماہیت کے حقائق تک پہنچتے ہوئے، یہ معلوم کیا جائے کہ وہ انسان کے فائدہ کے لیے کیسے کام کر رہی ہیں؟

وہ حضرات جنھیں قرآن کریم میں روحانی بلندیوں کی تلاش ہے،ان کے لیے اس میں روح کی بالیدگی اور خالق کی معرفت کا سامان ہے۔اس میں بیماروں کے لیے شفاء ہے، پریشان حال دلوں کے اطمینان کے لیے دوا ہے۔یہ گنہگاروں کے لئے اُمید کا پیغام اور نیکوکاروں کے لیے جنت کی خوشخبری ہے۔اس کی تلاوت باعث خیر و برکت اور اس پر غور و فکر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

اس سورۃ پاک کا انداز بھی نرالا ہے۔کسی بھی آفاقی سچائی کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)۔یوں 31 مرتبہ یہ آیت کریمہ انسانی ضمیر کو جھنجوڑتی ہے۔اس کے جواب میں ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ دل سے کہیں کہ "اے اللہ ہم اس قابل کہاں کہ تیری نعمتوں کا بدلہ چکا سکیں۔تاہم ہمیں شکریہ کی توفیق عطا فرما"۔

سورۃ الرحمٰن میں کائنات کے متعلق بھی حیران کن سائنسی معلومات ہیں۔جن کی دریافت پچھلی ایک دو صدیوں میں ہوئی ہے۔یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ساڑھے چودہ سو سال پہلے یہ کیسے ممکن تھا کہ ایک عرب جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا،کائنات کے بارے میں ایسی خبریں دیتا ہے،جن کی دریافت پر آج 21 (اکیسویں) صدی بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔اس سے بڑا ثبوت اور

کیا ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید بلاشک وشبہ خالقِ کائنات کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کیا گیا تھا۔

اس سورۃ مبارکہ میں بے مثال اور ایک منفرد انداز سے انسان کی توجہ صراطِ مستقیم کی طرف مبذول کروائی گئی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عظمت کا احساس دلانے کے لیے زمان ومکاں میں پھیلی ہوئی اپنی کچھ عظیم قدرتوں کی طرف متوجہ کیا ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سارے کا سارا نظامِ کائنات انسان کی خاطر ہی بنایا گیا ہے۔ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر ہر چیز انسان کے لیے ہے تو انسان کس لیے ہے؟

سورۃ الرحمٰن سوچ بچار کرنے والے ہر آدمی کو اس بات کی بھی تعلیم دیتی ہے کہ زندگی میں توازن پیدا کرے اور اپنے مالک کی تخلیقات کو سمجھے کہ وہ کیسے انسانیت کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں؟ ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ تعلق معلوم کریں کہ بالآخر یہ مربوط نظام انسان کی بھلائی میں کیسے مصروف ہے؟ ساتھ ساتھ یہ بھی سوچیں کہ ہم اپنے مالک کی ان بے شمار نعمتوں کا کیسے شکر ادا کریں جو ہمیں مفت عطا ہو رہی ہیں۔

سورۃ الرحمٰن اپنے روحانی اثرات میں بے مثل ہے۔ اس حقیقت کا ادراک اس سے ہونا چاہیے کہ یہ قرآن پاک کی واحد سورۃ ہے، جسے اللہ پاک نے اپنا خاص نام "اَلرَّحْمٰنُ" دیا ہے۔ سورۃ پاک کی آخری آیت کا آخری لفظ اللہ تعالیٰ کے جلال واکرام کا مظہر صفاتی نام "ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ" ہے۔ یوں سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ اول تا آخر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم کا خزانہ ہے۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں گے تو وہ اپنی نعمتوں میں اضافہ فرمائے گا اور ہمیں عزت واکرام کا مقام بھی عطا فرمائے گا۔

زندگی کے بعد صحت انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ سورۃ الرحمٰن کی قراءت میں یہ تاثیر ہے کہ اگر کوئی بیمار اسے غور سے سنے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا جائے تو ان شاء اللہ صحت نصیب ہو گی۔ جدید دور میں اعصابی کھچاؤ (Stress and

(Strain) عام ہے جو دیگر بیماریوں کا پیش خیمہ بھی ہیں ،ان سے نجات ملے گی اور ان شاء اللہ ہر مصیبت، بیماری اور پریشانی کا شافی علاج سورۃ الرحمٰن ہے۔

سورۃ الرَّحْمٰن ترتیب کے لحاظ سے قرآن کریم کی 55ویں سورۃ ہے اور 78 آیات پر مشتمل ہے۔ان دونوں اعداد 78 اور 55 کو جمع کریں تو اس کا مجموعہ 133 بنتا ہے اور یہ عدد 19 اور 7 کا حاصلِ ضرب ہے یعنی 19 اس کا جزوِ ضربی (Factor) ہے۔اس کا نام اَلرَّحْمٰن جو اللہ تعالیٰ کا خاص صفاتی نام ہے قرآن کریم میں 57 بار آیا ہے جو کہ 19 اور 3 کا حاصلِ ضرب ہے۔

حسبِ معمول سورۃ پاک کا آغاز بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے ہوتا ہے۔جیسے پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے یہ آیہ کریمہ قرآن کریم کے حسابی معجزہ کی بنیاد ہے۔قرآن کریم کے اس حسابی معجزہ کا اظہار کمپیوٹر کی ایجاد کے بعد ہوا۔ جب اس کی مدد سے قرآن کریم کے حروف اور الفاظ کا بالکل صحیح تجزیہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا حسابی کلید 19 ہے جو بسم اللہ والی آیت کریمہ کے حروف کی تعداد بھی ہے۔اس ضمن میں یہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ آیت فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O پوری سورت میں 31 بار آیا ہے۔

(تفاصیل کے لئے مصنف کی کتاب "قرآن پاک ایک ابدی معجزہ" اور "The Challange of Reality" ملاحظہ فرمایئے)۔

سورۃ پاک کا آغاز اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت سے ہوتا ہے اور اس کے فوری بعد قرآن کریم جو انسانیت کے لیے سراسر رحمت ہے،اس کا ذکر ہے۔اس کا بعد انسان کی تخلیق اور اسے جو گویائی کی نادر قابلیت عطا کی گئی ہے اس کی طرف توجہ مبذول کروائی گئی ہے۔پھر مظاہر قدرت یعنی آسمان، سورج، چاند، ستاروں اور درختوں کا ذکر ہے کہ کیسے ان میں سے ایک ایک چیز اللہ تعالیٰ کے وجود کی شہادت دیتی ہے۔اگلی کچھ آیات میں کائناتی نظام کے توازن کا ذکر کر کے ہمیں سوچنے کی دعوت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ توازن کیوں اور کیسے قائم کیا ہے؟اس حوالہ سے انسان کو سبق سکھایا گیا ہے کہ وہ بھی اپنی اپنی زندگیوں کو اللہ تعالیٰ کے نظام کے مطابق چلائیں اور اپنے اعمال اور جذبات میں اس کی ہدایت کے مطابق توازن قائم رکھیں۔

یوں پہلی 25 آیات میں اللہ تعالیٰ کی تخلیقات کا ذکر ہے ۔اس کی آیت 26 میں یاددہانی کرائی گئی ہے کہ "تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے" اور آیت 27 میں قیامت کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب ما سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز فنا ہو جائے گی ۔ ہمیشہ کی بقا تو صرف اس ذات پاک کے لیے ہے۔ قیامت گھڑی کے بعد نئے سرے سے کائنات اور انسان کی تخلیق ہوگی۔ یوں آیہ مبارکہ 38 تک قیامت کے متعلق مختلف اہم واقعات اور نشانیوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ پھر انسان کو "فیصلہ کے دن" (یوم الدین) کی کچھ جھلکیاں دکھائی گئی ہیں۔ آخر میں جنت اور جہنم کے مناظر کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

انسان کی تخلیق کا منصوبہ (Project)

انسان کی تخلیق کا منصوبہ (Project) سورۃ الرحمٰن کا خصوصی موضوع ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی میں منقول ہے اور اہل تصوف کا یہ نظریہ ہے کہ کائنات سے پہلے اللہ تعالیٰ مانند ایک مخفی خزانہ کے تھا اور اس نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اس نے اپنی پہچان کے لیے انسان بنایا۔

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاحْبَبْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ وَتَعَرَّفْتُ اِلَيْهِمْ فَبِيْ عَرَفُوْنِيْ وَعُرِفْتُ بِهِمْ"

"میں ایک مخفی خزانہ کی مانند تھا۔ میں نے چاہا کہ میری پہچان ہو۔اس لیے میں نے کائنات کو پیدا کیا اور پھر اسی میں اپنا عارف پیدا کیا اور میں بہ سبب اُس کے پہچانا گیا"۔

سورۃ الرحمٰن کی تیسری آیت میں جس ہستی کو الانسان کہا گیا ہے وہ حضور خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا ہے:"میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ ابھی مٹی اور پانی میں تھے"۔ الرحمٰن کی رحمانیت کے شاہکار صاحبِ قرآنؐ ہیں۔ انسان کی تخلیق کے منصوبہ کا مقصد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے۔

زمین پر اولادِ آدم کی تخلیق کے اس منصوبے کی تفصیلات جگہ جگہ قرآن کریم میں نظر آتی ہیں۔ سورۃ الرحمٰن میں اسے چار مرحلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ **(واللّٰہ اعلم)**

1۔ پہلا مرحلہ: 13 آیات 1-13، منصوبہ بندی اور تخلیقِ کائنات اور ان کی بقاء کی بنیادی شرائط

2۔ دوسرا مرحلہ: 14 آیات (14-27)، انسان کی ارضی رہائش کی کچھ خصوصیات

3۔ تیسرا مرحلہ: 13 آیات (28-40)، زمین پر انسان کی ترقی، جستجو اور بالآخر قیامت

4۔ چوتھا مرحلہ: 38 آیات (41-78) انسان کا انجام۔ یوم الحشر، جزاء و سزا۔ جنت اور دوزخ کی زندگی۔

سورۃ پاک کی پہلی آیت "الرحمن" اللہ پاک کا خصوصی صفاتی نام ہے۔ آدمی کی تخلیق کے حوالے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تخلیق انسان کا بنیادی رہنماء اصول (Design Basis) اللہ پاک کی صفت رحمانیت ہے فرمایا "کہ میں نے اپنے اوپر اپنی رحمت کو لازم کرلیا ہے"۔

دوسری آیت کریمہ **علم القرآن** سے ہم یہ اخذ کرسکتے ہیں کہ تخلیق الانسان شروع کرنے سے پہلے اس کی دستاویز سازی (Documentation) مکمل کی گئی۔ یعنی "**القرآن**" کائنات اور مافیہ کی تخلیق کی بنیادی دستاویز (Document) ہے۔ یہی ام الکتاب ہے، یہی کتاب مکنون ہے۔ کائنات کی تخلیق سے پہلے قرآن کریم لکھا جاچکا تھا اور ملائکہ اور ارواح اسی سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔

آیت 3 یہ بتاتی ہے کہ قرآن کریم میں دیئے گئے لائحہ عمل کی تکمیل کے لیے اللہ پاک نے **الانسان** کی تخلیق فرمائی۔ "**الانسان**" (The Man) کون ہے؟ یہ غائت کائنات ہے جن کی خاطر کائنات بنائی گئی۔ یعنی "**الانسان**" سرورِ کائنات، رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معرفتِ الٰہی میں صاحب معراج ہیں۔ انبیاء کے سردار اور عارفوں کے معلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان کی تخلیق کے منصوبے کے مثالی معیار ہیں۔ (القرآن: 33:81) اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام

انبیاء کے اوپر اور ساری نوع انسانی پر بھی شاہد بنایا گیا (القرآن: 33:21) یہ زمینی پیدائش سے پہلے کا زمانہ ہے جس میں تمام انسانی ارواح عالم باطن میں اکٹھی رہتی تھیں۔ اس عالم کو عالم ارواح بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد اللہ پاک نے اپنی قدرت کے اظہار کے لیے عالم الظاہر کو بنایا اور انسان کو بطور اپنے خلیفہ اس میں بسایا۔ آیات کریمہ 7-6-5 میں تخلیق کے اس دور کی طرف اشارے ہیں۔

آیات کریمہ 9-8-7 میں خاص طور پر بتایا گیا ہے کہ نظام کائنات عدل اور توازن کے اصولوں پر قائم کیا گیا ہے۔ انسانوں کی اپنی بقا بھی اسی اصول پر عمل کرنے میں ہے۔

اس لیے القرآن میں ہدایت کی گئی ہے کہ زمین کے نظام میں رخنہ نہ پڑنے پائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اُمتیوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کو فساد سے بچایا جائے۔ اس کے ماحول کو خراب نہ کیا جائے۔

اگلی آیات کریمہ 13-12-11-10 میں انسان کے لیے کچھ عرضی نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جنہیں اس کے ظہور سے پہلے بنایا گیا، جیسے کسی معزز مہمان کی آمد سے پہلے اس کے لئے تیاریاں مکمل کی جاتی ہیں۔ یہاں سے انسان کی تخلیق کے منصوبے کا دوسرا مرحلہ (Phase-II) شروع ہو جاتا ہے جس کی تفصیلات ان کے مواقع پر دی جائیں گی۔

تفسیر سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ

13۔ اللہ تعالیٰ کا ساتھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ساتھ نام اللہ کے، جو رحمٰن الرّحیم ہے

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، یہ آیت مبارکہ قرآن کریم کی ہر سورۃ کا دیباچہ ہے اور اس بات کی یاد دہانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جڑ جاؤ Stand by the Name of Allah۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ سمجھو، اس کا ذکر کرو، اس پر بھروسہ رکھو۔ اگر آپ اس طرح دل سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کھڑے ہوں گے تو کوئی ڈر اور خطرہ نہیں رہے گا۔ آپ نہیں ڈریں گے بلکہ ہر چیز آپ سے ڈرے گی۔

ہم مخلوق سے اس لیے ڈرے ڈرے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق نہیں جوڑتے۔ اس کی رحمت تمام زماں و مکاں پر چھائی ہوئی ہے لیکن ہم اس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے جب کہ ظاہر و باطن، اول و آخر، کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کا ہے۔ وہ فرماتا ہے **فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ** "پس تم میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا"۔ کیا نفع بخش سودا ہے لیکن پھر بھی ہم اُس کا ذکر نہیں کرتے۔ کیوں نہیں سوچتے کہ کہاں ہم بے حیثیت انسان اور کہاں اس کی لا انتہا عظمت والی ذات پاک، پھر بھی وہ ہمارے ذکر کے جواب میں ہمارا ذکر کرتا ہے۔(**سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ**) سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں وہ فرماتا ہے: **اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ** 47(7) "تم میری مدد کرو گے میں تمہاری مدد کروں گا اور تمہیں ثابت قدم رکھوں گا"۔ اللہ اکبر! مالک کے ہاں بندے کی کیا قدر افزائی ہے۔ اگر **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** کے حوالے سے ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑ جائیں گے تو یقیناً وہ اپنی رحمت سے ہمیں ڈھانپ لے گا جو لامحدود ہے۔

(مزید تفاصیل کے لیے مصنف کی تفسیر "کتاب زندگی" میں سورۃ الفاتحہ ملاحظہ فرمائیں)

14۔ رحمت ہی رحمت

سورۃ الرحمٰن کی پہلی آیت ایک لفظی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اسماالحسنٰی میں سے خصوصی صفت ''رحمت'' کا حامل ہے۔ اس نام کی بنیاد رحمہ پر ہے۔ اَلرَّحِیْم کا بھی یہی مصدر ہے۔ لیکن صوتی اعتبار سے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اَلرَّحْمٰن میں م پر کھڑی الف کی وجہ سے آواز کھلتی ہی چلی جاتی ہے جو اس بات کی یاد دہانی ہے کہ ساری کائنات رحمت سے بھر پور ہے۔ جب کہ اَلرَّحِیْم کی صوت وقت کے پیمانہ پر اس بات کا احساس دلاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت ماضی، حال اور مستقبل میں ایک جاریہ عمل ہے۔ اُس کی ہر چیز میں رحمت کا پہلو غالب ہے۔ کائنات کا پہلا سبب بگ بینگ (Big Bang) یعنی کُنْ فَیَکُوْنُ کا امر اللہ تعالیٰ کی شان اور صفات کا اظہار تھا اور اس میں ہر چھوٹی، بڑی چیز ہمارے خالق کے الرحمٰن ہونے کی نشانی ہے۔ اس لئے ہم پر واجب ہے کہ اُس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہوں۔ کیسے بھی حالات ہوں، پُر اُمید رہیں۔

''اَلرَّحْمٰن'' کے پیارے نام سے اس سورۃ پاک کا آغاز اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہوں۔ ہر مشکل سے نجات کے لئے اس سورۃ پاک کی تلاوت کریں اور اول آخر دُرود شریف پڑھ کر دُعا کریں، انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔ بیمار ہوں تو صحت کے لیے، تنگ دست ہوں تو رزق کی فراخی کے لیے، مظلوم ہوں تو دادرسی کے لیے، پریشان ہیں تو سکون کے لیے، غرض ہر مصیبت میں اس سورۃ پاک کی تلاوت کریں یا کسی اچھے قاری کی تلاوت کو غور سے سُنیں اور اُن بے شمار رحمتوں اور نعمتوں کو یاد کریں جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہیں۔ (اگر لکھے جائیں تو یاد کرنے سے بہتر ہے) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے آپ کو مایوس نہیں کرے گا۔

اس سورۃ پاک میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے 32 بار سوال کیا ہے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ''پھر تم دونوں (جن وانس، مرد وعورت) اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' اس سوال کا جواب دینا ہمارا فرض بنتا ہے اس کے لئے اپنے اوپر ہم پر اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں اُن کو یاد کریں اور اپنے رب کا شکر ادا کریں۔

سورة "اَلــرَّحْــمٰــن" اس بات کی یاد دہانی بھی ہے کہ کائنات کا نظام رحمت اور محبت کے اصول پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ جدید سائنس نے معلوم کیا ہے کہ کائنات میں توازن کا انحصار ظاہراً چار بنیادی طاقتوں پر ہے، لیکن باطن میں وہ سب بھی ایک ہیں۔ اس بنیادی قوت کو سائنس کی زبان میں گرینڈ سینگولیرٹی (Grand Singularity) کا نام دیا گیا۔ اس کی عام فہم مثال ایک بلڈنگ کی سی ہے جس کی چھتیں چار ستونوں پر قائم ہیں لیکن باطن میں وہ ایک ہی فلور سے نکلتے ہیں۔ اگر ہم اس نکتہ نظر سے سورۃ الرحمٰن پر تفکر کریں تو معلوم ہوگا کہ کائنات کی بنیادی اکائی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، سائنسدان جسے سینگولیرٹی Singularity کہتے ہیں وہ بھی یہی ہے۔ گویا کائنات الرحمٰن، الرحیم کے اسماءِ الحسنیٰ کا ایک لامحدود نیٹ ورک (Network) ہے جس کا جال رحمت کی تاروں سے بنا ہوا ہے۔ ہر ظاہری اور باطنی مخلوق اس نیٹ ورک (Network) پر اللہ تعالیٰ کے پروگرام کے مطابق مقررہ شدہ راستوں پر چلتی جا رہی ہیں۔ سبھی اپنے اپنے طریقہ پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہے ہیں سُبْـحَانَ اللّٰـهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.....

سورۃ الرحمٰن سائنس دانوں کو تعلیم دیتی ہے کہ کائنات کا نظام رحمت کے اصول پر چل رہا ہے۔ اس نظام میں بقا اُس کے لیے ہے جو کائنات کے لیے فائدہ مند ہے۔ (Servival is for the most usefull one)۔ اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا خَيْـرُ النَّـاسِ مَـنْ يَّنْفَعُ النَّاسِ "لوگوں میں بہتر وہ ہے جو لوگوں کے لیے زیادہ مند ہے"۔ اٹھارویں صدی کے بے دین یورپی سائنسدانوں نے اسلام نے نظریہ رحمت کے بالکل اُلٹ یہ نظریہ پیش کیا کہ "بقاء صرف طاقتور کے لیے ہے"۔ یورپی حکمرانوں کو یہ نظریہ بہت پسند آیا اُنہوں نے کہا کیونکہ یورپ سب سے زیادہ طاقتور ہے اس لئے اُنہیں دوسرے ملکوں پر قبضہ کرنے اور غلام بنانے کا حق حاصل ہے۔ یوں اُنہیں دوسری قوموں پر ظُلم کرنے کا اخلاقی جواز مل گیا اور سائنس کو اپنا آلہ کار بنا کر ایٹم بم، بیالوجیکل اور کیمیکل بموں کے ذریعے لاکھوں انسانوں کو قتل کر چکے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں قرآن کریم، خصوصاً اس کی سورۃ الرحمٰن میں انسانیت کے

لئے ہمیشگی کی زندگی کا پیغام ہے۔ جب کوئی محقق اس نکتہ نظر سے تحقیق کرے گا تو وہ ایک نئی دنیا دریافت کرے گا جس میں ہر کوئی ایک دوسرے کے لئے کام کر رہا ہوگا۔

15۔ اُم الکتاب

انسان پر الرحمٰن کی ان گنت رحمتیں ہیں۔ ان رحمتوں میں سے ایک خصوصی رحمت کا نام القرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ انسان وہ ہے جو القرآن پڑھے، سمجھے اور اس کے احکامات پر عمل کرے۔ دراصل یہ خالق کی طرف سے مخلوق کے لیے زندگی گزارنے کی بہترین ہدایت ہے اور اس پر عمل کر کے اپنی حیات بعد الموت کو کامیاب بنا سکتے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی سچائی میں کوئی شک نہیں، انسان اور اس کے رب کے درمیان ایک ہمیشہ رہنے والا رابطہ ہے اس سے انسان کو اپنے خالق کی پہچان حاصل ہوتی ہے اور اسے اس کا قُرب نصیب ہوتا ہے۔

جیسے پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ صوفیاء کرام کے ہاں اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے مشہور حدیث کی روایت ہے: **كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرِفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ وَتَعَرَّفْتُ اِلَيْهِمْ فَبِيْ عَرَفُوْنِيْ وَ عُرِفْتُ بِهِمْ** "میں ایک مخفی خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میری پہچان ہو تو میں نے اپنے نور سے اپنا عارف بنایا اور پھر اپنے عارف کی خاطر کائنات کو معرضِ وجود میں لایا، اربوں سال اُس کو سجاتا رہا۔ یوں پوری تیاری کے بعد الانسان کو منظر عام پر لیکر آیا"۔ مطلب یہ کہ کائنات کی تخلیق کا بنیادی سبب اللہ تعالیٰ کے عارف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہ ہر لحاظ سے یونیک (Unique) ہیں۔ اگر کائنات میں لاکھوں جگہ بھی انسان آباد ہوں سب کے نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوں گے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک اور روایت بھی مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا "اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ بنانا ہوتا تو وہ کائنات کو نہ بناتا"۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ذات اور صفات میں بے مثل نمونہ ہیں اور اسی وجہ سے آپؐ غائت کائنات ٹھہرے اور اُس کے

مطابق کائنات کو بنایا۔ جیسے انجینئرنگ میں ہر نئے پراجیکٹ کو بنانے سے پہلے اس کے مقاصد کا تعین کیا جاتا ہے اور پھر ان مقاصد کے پیشِ نظر اس کا بنیادی نقشہ بنایا جاتا ہے۔ جب سب دستاویزی تفصیلات (Documents) تیار ہو جاتی ہیں تو منصوبہ کو عملی طور پر شروع کیا جاتا ہے۔

تخلیقِ کائنات اور انسان کے ظہور سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بھی الانسان منصوبہ کی تمام تفصیلات کو ایک کتاب میں لکھا جسے اُمُ الکتاب کہا گیا ہے۔ اس کتاب میں ایک ایک آدمی کی کہانی موجود ہے۔

قرآن کریم بھی اسی اُم الکتاب کا حصہ ہے۔ اس کتاب سے عالم الغیب میں ارواح اور ملائکہ کو کائنات کے حالات کے متعلق تعلیم دی جاتی ہے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً" (ترجمہ): "میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں تو ملائکہ نے کہا کہ کیا آپ زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والے ہیں جو زمین پر خون بہایا کرے گا اور فساد مچائے گا"۔ اس لیے کہ فرشتے پہلے ہی سے اُم الکتاب میں سے انسان کے متعلق پڑھ چکے تھے۔

بہرحال جنت سے نکل کر اور عالمِ ارواح سے گزر کر جب آدمؑ عالم شہادت میں زمین پر ظہور فرما ہوئے تو ان کی ذریت یہاں پھیلنے لگی۔ یہ کہ ابنِ آدم اپنی واپسی کی منزل یعنی جنت بھول نہ جائے، اللہ تعالیٰ انسانوں کی ہدایت کے لیے اس اُم الکتاب میں سے کچھ حصے وقتاً فوقتاً نازل فرماتا رہا، تا کہ انسان پر معرفتِ الٰہی کا راز کھلتا جائے اور وہ اپنے رب کی بندگی میں لگا رہے۔ یوں کم وبیش 124000 پیغمبر مبعوث ہوئے۔ آخر میں تکمیلِ کتاب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوئی۔ ہم مسلمان خوش قسمت ہیں کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں پیدا ہوئے اور ہمیں آسانی سے مکمل اور اپنی اصل صورت میں محفوظ قرآن کریم تک رسائی نصیب ہوئی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

16۔ ظہورِ آدمؑ

القرآن الحکیم کا حامل "**الانسان**" ہے جس کا ذکر اس سورۃ کی آیت 3 میں ہوتا ہے۔ کمال اس کا ذاتِ محمدیؐ ہے اور مقام اس کا مقامِ محمود ہے۔

جیسے پہلے بھی کہا گیا ہے حضرت محمدؐ کائنات کے مہمانِ خصوصی ہیں اور انہی کی خاطر یہ کارخانۂ قدرت بنایا گیا۔ سورۃ الرحمٰن کی پہلی تین آیات کی ترتیب یہ اشارہ کرتی ہیں کہ زمین پر انسانی تخلیق کا واقعہ، لوحِ محفوظ پر قرآن کریم کے لکھے جانے سے بہت بعد کا ہے۔ اُم الکتاب کی منصوبہ بندی کے مطابق زمین پر آدمؑ کی اولاد کو پھیلا دیا گیا اور انہیں زندگی کے اصول سکھانے کے لئے اپنے پیغمبر بھیجنے شروع کیے۔ پیغمبروں پر ان کے وقت کی ضروریات کے مطابق **کلام اللّٰہ** نازل ہوتا رہا۔ ان سب کی تعلیم اسلامی تھی اور وحی قرآن کے مضامین میں سے ان کے وقت کے مطابق نازل فرمائی گئی۔ اس کا جوہر ایک ہی تھا "اللہ ایک، مخلوق ایک، ہدایت ایک"۔ اگر انسان پیغمبروں کی سنت کے مطابق اپنی زندگی گزارے گا تو اسے کوئی خوف ہوگا نہ غم۔ اللہ تعالیٰ کے اس دین (Way of Life) کا نام اسلام ہے۔ آخری نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں جن پر قرآن مکمل ہوا۔ زمین والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی یہ آخری وحی ہے اور یوں قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کے لیے یہ سرچشمہ ہدایت ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قرآنی تعلیمات کا چلتا پھرتا نمونہ ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> "بتادیں لوگوں کو، اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت
> اور اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا۔ وہ تمہارے گناہ
> معاف فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"۔
> **(القرآن:3:31)**

16.1۔ کائنات سے پہلے۔۔۔القرآن الحکیم

سورۃ الرحمٰن کی ترتیب میں عَلَّمَ الْقُرْاٰن کی آیت " خلق الانسان" سے پہلے آئی ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اَلرَّحْمٰنُ نے کس کو قرآن سکھایا؟ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ عالم شہادت کی تخلیق سے پہلے، ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حضور عالم الغیب میں تھی۔سب سے قبل اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا کیا، اس لیے کہ نُور کو نُور ہی سمجھ سکتا ہے۔چناں چہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کُل (Super Set) سے اپنی مرضی کے مطابق ایک جُز (Sub Set) کو علیحدہ کیا جو کہ کُل کی تمام صفات (اسماءِ حُسنیٰ) کا حامل تھا جیسے سمندر سے علیحدہ کردہ پانی کا قطرہ اُس کی مکمل کیمسٹری کا حامل ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت میں سرشار اس جُز کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا۔جس کا مطلب "سب سے زیادہ تعریف کیا گیا ہے"۔چونکہ "سب سے زیادہ" کے اوپر مزید کوئی اور نہیں ہو سکتا، اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر اور کوئی مخلوق نہیں ہو گی۔وہ ہر پہلو سے نادر مثالی نمونہ ہیں بلکہ غایت کائنات بھی وہی ہیں۔اگر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہے تو آپؐ اُس نور کی شعاع ہیں جو اس کی کشش کے زیرِ اثر ہر وقت کُل کے طواف میں مصروف ہے۔(طبیعیات کی دُنیا میں اس کی ادنیٰ مثال چاند کی سی ہے جو کبھی سورج کا حصہ تھا لیکن زمین کے کندھوں پر سوار ہر آن اُس کے طواف میں مصروف ہے۔یہی حال باقی سیاروں کا ہے، سب اپنے اپنے مدار پر تیرتے سورج کا طواف کرتے ہیں)۔سورج نے براہ راست چاند کو اپنی روشنی سے منور کیا ہوا ہے۔چاند، سورج کی اس عطا سے زمین کی راتوں کو مناسب طور پر روشن رکھتا ہے۔اس پس منظر میں سورج کی مثال نُوْرٌ عَلٰی نُوْر کی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مانند قمر ہیں اور مومنین کے قلوب مانند زمین کے ہیں۔صوفی حق کے متلاشیوں سے یہ عرض کرتا ہے کہ اگر آپ اپنے قلب کی کھڑکیوں کو ہر طرح کی غلاظتوں سے پاک رکھیں گے تو یقیناً آپ پر جنت کے راستے روشن ہو جائیں گے۔

عالم غیب میں اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن

کریم کی تعلیم دی۔یوں نادر مثالی نمونہ (Unique Ideal) الانسان (The Human Being) ہر نقص سے پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مخلوق میں سب سے زیادہ تعریف کا حق دار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا گیا، لہٰذا احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں بھی ہوں محمدؐ ہی ہوں گے۔ زمین پر تشریف لائیں یا کسی اور دُنیا میں الانسان یعنی محمدؐ زمان ومکاں میں ہر جگہ، ہر وقت کہیں بھی ہو وہ ایک ہی ہوگا۔ آدمؑ اور فرشتوں کا امتحان بھی اسی پر ہوا اور آدمؑ کی ذریت میں سے جن ارواح کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بننا لکھ دیا تھا اُنھیں بھی قرآنِ کریم کی تعلیم دی گئی اور ان سب سے وعدہ لیا گیا کہ وہ الانسان یعنی خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور اپنی اُمتوں کو ان پر ایمان لانے کی ہدایت کریں گے۔روزِ محشر میں ہر نبی اپنی اُمت پر شاہد ہوگا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن تمام پر شاہد ہوں گے۔عالمِ غیب ہی میں نوعِ انسانی کی روحوں سے یہ اقرار بھی کرا لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا رب ہے۔

الکتاب میں مقرر شدہ وقت پر اللہ تعالیٰ نے عالمِ غیب کے متوازی عالمِ شہادت کی تعمیر کی۔جب زمین انسان کے استقبال کے لیے تیار ہو گئی تو مٹی کے مرکبات سے نفسِ واحدہ کی تخلیق کی گئی جو ایک خلیہ والی (Single Celled) مخلوق تھی جس کی قسمت کی انتہا انسان کے لیے مناسب جسم کا بننا تھا اس ارتقائی سفر میں اُس سے ہر طرح کے نباتات اور حیوانات نکلتے رہے، ایسے ہی جیسے کسی بڑے منصوبہ کی تکمیل کے لیے بہت سے اضافی منصوبے (By Products) نکلتے ہیں۔بہر حال جب حضرت آدمؑ کا جسم زمین پر تیار ہو گیا تو عالمِ ارواح سے اِن کی رُوح اس میں اُتر کر داخل ہو گئی۔اس کے بعد مرد اور عورت کی محبت کی نشانی کے طور پر نفسِ واحدہ ماں کے انڈا اور باپ کے سپرم کے ملاپ سے پیدا ہونے لگا۔اس طرح انسانی جسم کی تخلیق کا عمل جو پہلی دفعہ لاکھوں سالوں میں مکمل ہوا تھا، اب ماں کے پیٹ میں مختلف مراحل سے گزر 9 ماہ میں پورا ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنین (Embryo) چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو عالمِ ارواح سے اُس کی رُوح اس میں داخل کر دی جاتی ہے۔

16.2۔ اظہار اور بیان کی صلاحیت

انسانی رُوح کی ایک خصوصیت البیـــان یعنی قوتِ اظہار ہے جو اسے دیگر حیوانات پر ممتاز کرتی ہے۔ فرمایا:

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ　　''اُسے (انسان کو) اظہار کی صلاحیت عطا کی''۔

اشرف المخلوقات کی خصوصی صلاحیت ''البیـــــان'' ہے۔ واقعات کو یاد رکھنا، ان کی تفصیلات کو بیان کرنا، ان کا تجزیہ کرنا اور دوسروں تک اپنے خیالات کو الفاظ کی شکل میں پہنچانا، لکھنا، اس کو محفوظ رکھنا اور معلوم سے نامعلوم تک پہنچنا، سب ''البیـــان'' کی وجہ سے ممکن ہوا۔ اپنی پوری شان میں ''البیان'' کی خصوصیت انسان ہی کا امتیاز ہے۔

جاپان میں بندروں، کتوں اور سمندری مخلوق ڈولفن پر جو سائنسی تحقیقات ہوئی ہیں، ان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ذہین سے ذہین حیوانات کی ''البیان'' کی صلاحیت انسان کے قریب بھی نہیں ہے۔ چونکہ وہ واقعات کو یاد نہیں رکھ سکتے۔ اس لیے وہ اپنی زندگی کے تجربات کو محفوظ رکھنے اور اگلی نسلوں تک اِن کے نتائج پہنچانے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اگر کسی میں تھوڑی بہت صلاحیت ہے تو وہ بھی نہایت عارضی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی تخلیق کے کروڑوں برسوں بعد بھی وہ کچھ نہیں سیکھے۔ اللہ تعالیٰ نے جو علم ان کی خلق (Nature) میں ڈال دیا اسی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے امتحان کے لئے فرشتوں کو کہا کہ سامنے جو چیزیں ہیں اُن کے نام بیان کرو تو اُنہوں نے کہا سبحان اللّٰـــہ، ہم تو وہی کچھ جانتے ہیں جو آپ نے ہمیں سکھا دیا۔ آدمؑ نے جب اُن میں سے ایک ایک چیز کو اچھی طرح بیان کر دیا تو وہ مسجودِ ملائکہ ٹھہرے۔

''البیـــان'' کی صلاحیت کو تعلیم و تربیت کے ذریعے بڑھایا جا سکتا ہے۔ جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی ''البیـــان'' ہی کی ایک شکل ہے۔ فرد ہو یا قوم جس کے پاس یہ صلاحیت زیادہ ہے وہ دنیا میں زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ جو اس میں پیچھے ہیں وہ ہر چیز میں پیچھے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس عطا کا

جس قدر بھی شکر کریں کم ہے۔افسوس کہ بہت کم لوگ گویائی اور اظہار کی اس نعمت کو اپنے خالق کے ذکر، اس کی حمد اور شکر میں استعمال کرتے ہیں۔اس عظیم تحفہ کی قدر تب ہوگی جب آپ اپنا موازنہ ان سے کریں جو بہرے گونگے یا اندھے ہیں۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کئی جگہوں پر اپنے بندوں سے پوچھتا ہے کیا سننے والے نہ سننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا اندھے، آنکھوں والوں کے برابر ہو سکتے ہیں؟

17۔ کائنات اور شمس وقمر کا نظام

انسان کے مقام اور شعوری صلاحیتوں کے ذکر کے بعد اگلی آیات کریمہ انسان کو کائنات میں غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں کہ کارخانۂ قدرت کوئی کھیل تماشہ نہیں اور نہ ہی وہ بے معنی تخلیق ہے۔فرمایا:

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ

''سورج اور چاند حساب سے ہیں''۔

مطلب یہ کہ کائنات کا بننا کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا بلکہ کسی عظیم ترین حساب دان کے حیران کُن حساب کا نتیجہ ہے۔وہ کون ہے؟ کائنات پر غور وفکر سے انسان خود بول اُٹھے گا کہ وہی اللہ تعالیٰ ہے جس سے بڑا کوئی سائنسدان نہیں، نہ اُس سے بڑا کوئی حساب دان ہے، نہ کوئی انجینئر۔**اللہ اکبر**! وہ حکیم وعلیم اور مالک الملک ہے، سب منصوبوں کا واحد خالق، اول وآخر سب کا رب۔اسی کی ذاتِ پاک **سَرِيْعُ الْحِسَاب** ہے۔

ہمارے مہربان خالق کے حساب اور ساخت کی شاندار مناسبت کے سبب زمین سے ہماری خوراک نکلتی ہے۔ہمارا پانی اور ہوا کا نظام بھی اسی پر منحصر ہے۔سمندری اور زمینی حیات کا وجود بھی شمس وقمر کے حساب کی وجہ سے ہے۔نہ چھوٹا نہ بڑا، سورج سے توانائی کے اخراج کی مقدار، زمین سے مسافت، بیضوی مدار، زمین کا حفاظتی نظام غرض سب کچھ ایسی کاریگری کے مطابق بنایا گیا ہے کہ باوجود سائنسی ترقی کے ابھی تک انسان ان میں سے کسی کو بھی پوری طرح نہیں سمجھ سکا۔

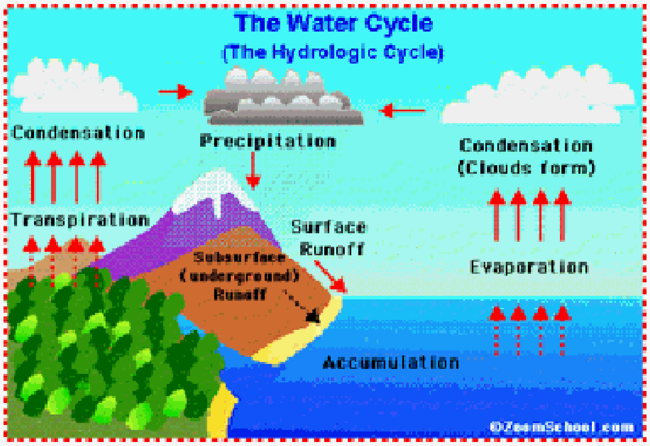

چاند کے نظام کو ہی دیکھ لیں، اس سے روزانہ سمندروں کے پانی میں مدوجزر پیدا ہوتا ہے جو اربوں ٹن پانی کو اوپر نیچے کر دیتا ہے تا کہ سمندری حیات کا نظام باقاعدگی سے چلتا رہے، ان کے لیے خوراک پیدا ہو، سمندروں کا پانی صاف ہو اور ساحلی علاقوں کا گند گہرے سمندر میں پہنچ جائے تا کہ خشکی اور پانی میں رہنے والی مخلوقات کو ان کا سامانِ زیست ملتا رہے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اتفاقیہ حادثے کا نتیجہ ہے؟ قابلِ غور یہ بات ہے کہ اگر یہ سب رب تعالی کے قانون کے مطابق ہو رہا ہے تو کیا انسان کو اس کے قانون کا پابند نہیں ہونا چاہیے؟ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح شمس وقمر کا نظام اللہ تعالی کے قانون پر عمل کیے بغیر قائم نہیں رہ سکتا، اسی طرح اپنی بقاء کے لیے انسان پر بھی لازم ہے کہ وہ اللہ تعالی کی کتاب "قرآن کریم" کو سمجھے اور اس کے قوانین کے مطابق معاشرہ کو تشکیل دے۔ لیکن افسوس کہ اکثر لوگ قرآنِ کریم میں تدبر و تفکر نہیں کرتے۔

کبھی وہ وقت تھا جب مسلمان علماء سائنسی علوم میں سب سے آگے تھے۔ مسلم تعلیمی نظام کے دو حصے تھے۔ (۱) علم دین اور (۲) علم نافع۔ اِن دونوں علوم کا سیکھنا عالموں کے لئے

ضروری تھا مگراب یہ وقت ہے کہ ان کے مذہبی رہنما سائنس کے علوم کو علم نہیں مانتے۔حالاں کہ مُسلم علماء نے سائنسی دُنیا میں حیران کُن اضافہ کیا۔انہوں نے قدیم یونانی، چینی اور ہندی علوم کو زندہ کیا اور جدید علوم کی بنیاد رکھی مگر افسوس کی بات ہے کہ انجینئرنگ سائنس، تاریخ، جغرافیہ غرض کائناتی علوم کے ماہرین ان کے نزدیک جاہل ہیں۔حالاں کہ جس انسان کے سامنے فرشتوں کو سجدہ کرنے کو کہا گیا تھا اُن کا امتحان بھی اشیاء کے علوم سے ہوا تھا۔یہی وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پیغام کی روح تک نہیں پہنچ رہے اور ہم اس کے روحانی اور مادی فوائد سے محروم ہیں۔

18۔ ایک اللہ، ایک قانون

سورۃ الرحمٰن کی اگلی آیہ کریمہ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ "(اور آسمانوں میں) ستارے اور (زمین پر) درخت بھی اُسی کو سجدہ کرتے ہیں (اس کے قانون پر عمل کرتے ہیں)"۔

یہ آیت ایک ایسے ہمہ گیر اصول (Universal Law) کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کے اوپر جدید سائنس کی بنیاد کھڑی ہے۔روشنی کی رفتار میں اربوں سالوں کی مسافت پر دُور ستارے ہوں یا ہمارے سامنے کی نباتاتی زندگی ہو، ہر جگہ، ہر وقت ایک ہی انداز پر غیر متبدّل قوانین فطرت کام کر رہے ہیں، جو اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ اُنہیں بنانے والی اور نافذ کرنے والی ہستی لازمی ایک ہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ قوانینِ قدرت کے حوالے سے کائنات میں اللہ تعالیٰ کی شان دیکھو، بار بار دیکھو کس طرح اس میں بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز اپنے خالق کے سامنے سجدہ ریز ہے۔اس کے قوانین جیسے زمین پر لاگو ہیں ویسے ہی آسمانوں میں لاگو ہیں۔اس لیے کہ اِن سب کا خالق ایک ہی ہے۔مشہور سائنسدان آئن سٹائن (Einstein) کی یہ بہت بڑی دریافت تھی کہ زمان و مکاں میں سائنسی قوانین ایک ہی طرح کے ہیں اور اپنی اِس بات کو وہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ایمان کی دلیل کے طور پر پیش کرتا تھا۔چنانچہ اُس کا یہ جملہ بڑا مشہور ہے کہ (God does not play dice) یعنی اللہ تعالیٰ چانس کی بازی نہیں کھیلتا بلکہ اس کے سارے کام اٹل حساب اور قانون کے مطابق ہیں۔

بھائیو اور بہنو! سوچیں کہ اگر ساری کائنات اللہ تعالیٰ کے سامنے سرنگوں ہے تو انسان کی کیا جرأت کہ اپنے مالک کو سجدہ نہ کرے۔ لیکن افسوس کہ شیطان کے پیچھے چل کر ہم میں سے اکثر غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

19۔ وسعتِ کائنات اور توازن

سورۃ الرحمٰن کی آیہ مبارکہ 7 ہمارے تصور کو کائنات کی تخلیق کے فوری بعد کے مناظر میں لے جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صوت سرمدی صور (Big Bang) پھونکنے سے وجود میں آنے والی کائنات کے مختلف اجسام (Bodies) میں کیسے توازن قائم کیا۔ فرمایا:

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَاوَوَضَعَ الْمِيْزَانَ

"اور (قرآن کریم کے طالب علمو! آسمان پر غور کرو) اللہ تعالیٰ نے اسے بلند کیا (پھیلایا) اور اس میں توازن قائم کیا (جس کی وجہ سے کائنات قائم ہے)"۔

اسے سمجھنے کے لیے آیئے ذرا عالم شہود کے آغاز پر غور کریں۔ اس سے پہلے کوئی وجود نہیں تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ کائنات پیدا کروں تو عدم (Nothingness) کو ایک اشارہ "کُنْ" سے وجود میں لایا اور اسے منفی اور مثبت جوڑوں میں تقسیم کر دیا۔ (قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چیزوں کو جوڑوں میں پیدا کرتا ہے۔ سورۃ یٰسین، آیت 36)۔ مشہور سائنسدان Dirac نے بھی 1933ء میں یہی نظریہ پیش کیا تھا کہ ابتدا میں کوئی وجود نہیں تھا، پھر اچانک کچھ ہوا اور عدم (Nothingness) منفی مادہ (Antimatter) اور مثبت مادہ (Matter) میں برابر برابر پھٹ گیا۔ اگر کبھی پھر منفی وجود اور مثبت وجود اکٹھے ہوئے تو تمام مادی اجسام یکلخت مٹ کر دوبارہ عدم ہو جائیں گے۔

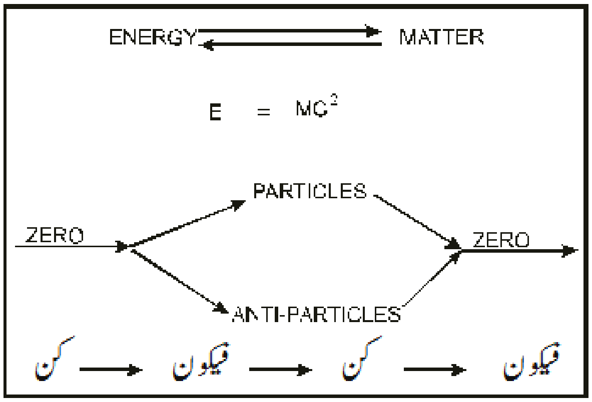

حالتِ صفر سے وجودی حالت کی تبدیلی نہایت سُرعت سے اور اچانک آئی۔(سورۃ البقرۃ، آیت 50) سائنسدان اس اسراعِ یا سریع الاثر واقعہ کو Big Bang کا نام دیتے ہیں۔

1960ء سے پہلے عام جدید سائنسی نظریہ تھا کہ کائنات ہمیشہ سے ہے اور ایسے ہی رہے گی۔لیکن یہ نظریہ مشاہدہ کے خلاف تھا، خاص طور پر اس مشاہدہ کے بعد کہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے۔اگر پھیل رہی ہے تو اس کا صاف مطلب تھا کہ ماضی بعید میں یہ بہت چھوٹی ہوگی اور انتہائے ماضی میں یہ سکڑا ہوا انتہائی کثیف نقطہ ہوگی۔جس میں بگ بینگ ہوا اور کائنات وجود میں آئی اور دھا کہ کے زور سے پھیلنے لگی۔یوں سائنس ہزاروں سالوں کی سرگردانی کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی کہ کائنات خالق نہیں بلکہ مخلوق ہے(القرآن:85:13)۔ابتدائے آفرینش میں یہ سب کچھ توانائی اور مادہ کا ایک ملغوبہ تھا۔جس میں شدید ردوبدل ہوتا رہتا تھا۔کوئی مستقل وجود نہیں تھا۔نہ ایٹم نہ مالیکیول۔قرآن کریم اس حالت کو" دخان" یعنی دھواں کا نام دیتا ہے(القرآن:41:11)۔ سائنس اسے پلازما (Plasma) یعنی" گیسوں اور ذرات کا انتہائی مرکب" کہتی ہے جو اندرونی دباؤ کی وجہ سے نہایت تیزی سے، ہر طرف کھل رہا تھا(القرآن: 51:47)۔ پھیلنے کی وجہ سے یہ ٹھنڈا ہونے لگا اور یوں دباؤ بھی کم ہوتا گیا۔مزید پھیلنے پر مادہ ٹکڑوں میں بٹنے لگا جن میں رفتہ رفتہ توازن آنے لگا۔جس کے مزید ٹھنڈا ہونے پر ستارے اور سیارے بننے لگے آج جن کی تعداد اربوں کھربوں سے بھی زیادہ ہے۔

کائنات کے پھیلنے اور نتیجتاً توازن کی حقیقت کو قرآنِ کریم میں تقریباً 1450ء سال پہلے جس عمدگی سے بتادیا گیا تھا وہ یقیناً ایک معجزہ سے کم نہیں۔ کیوں کہ جس سرزمین پر قرآن نازل ہوا وہاں کوئی درس گاہ تک نہیں تھی۔ چند لوگ لکھنا پڑھنا جانتے تھے، وہ بھی اپنے ذاتی حساب کتاب کے لئے۔ سورۃ رحمٰن کی ساتویں آیہ کریمہ میں چودہ صدیاں پہلے لکھ دیا گیا تھا کہ (اللہ تعالیٰ نے) آسمان کو (کائنات) کو بلند کیا (کھولا، پھیلایا) اور یوں اس میں توازن قائم کیا"۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ۔

اسی مضمون پر سورۃ الذاریات، آیت 47 میں ارشاد ہے۔ **وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ** "بے شک ہم نے اپنے ہاتھ سے آسمان (کائنات) کو بنایا اور ہم اسے ضرور پھیلانے والے ہیں"۔ بیسویں صدی میں ہزاروں سائنسدانوں نے صدیوں کے دن رات کی تحقیقات کے بعد یہ ثابت کیا کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ قرآن کریم کی صداقت پر مہر ثبت کردی ہے۔ اس کے مطابق آسمانی دنیاؤں کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ ستاروں کا وجود اور کہکشاں کی تشکیل اسی پھیلاؤ کی وجہ سے ہے۔

آیہ مبارکہ 7 کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ کائنات میں توازن کے لیے پھیلاؤ لازمی شرط ہے۔ انسانی معاشرہ میں بھی توازن کے لیے ضروری ہے کہ اسے پھیلنے کا موقع دیا جائے۔ یعنی گھٹن کی فضا میں توازن، امن اور سکون پیدا نہیں ہوسکتا۔ ترقی کے لیے بھی ضروری ہے کہ انسان کو بڑھنے کے مواقع دیے جائیں۔ انسانی بستیوں کی بھی ایسی تشکیل ہونی چاہیے کہ ان کے مستقبل میں بڑھنے کے امکان موجود ہوں۔ اسی لیے اسلام ہر طرح کے ظلم اور فساد کی مخالفت کرتا ہے اور تمام انسانوں کو یکساں ترقی کے مواقع پر زور دیتا ہے۔

19.1۔ سکون توازن میں ہے

آیت نمبر 7 سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی مہربانی

یہ ہے کہ اس نے تخلیق ہی نہیں کی بلکہ تخلیقات میں عدل اور توازن کا نظام بھی قائم کیا یعنی: ایک ایسا نظام جس میں ہر چیز ایک دوسرے کے لیے کام کر رہی ہے۔ مثلاً زمین ہی کی مثال لیجئے۔ یہ سورج کے اردگرد ایک مقرر راستہ پر چکر کاٹتی رہتی ہے اور اس کا ایک چکر 365.66 دِنوں میں پورا ہوتا ہے۔ یونہی اربوں سال سے چلا آرہا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سورج کی بہت زیادہ کششِ ثقل کی وجہ سے اب تک زمین اس میں گر کیوں نہیں گئی؟ اسے گر جانا چاہیے تھا لیکن اس لیے نہیں گری کہ بنانے والے نے اسے بہت سارے طریقوں سے جکڑا ہوا ہے۔ اس پر سورج کے علاوہ دیگر سیاروں مثلاً عطارد (Mercury)، زہرہ (Venus)، مریخ (Mars)، جوپیٹر (Jupitar)، زحل (Saturn)، یورینس (Uranus)، نیپچون (Naptune) اور پلاٹو (Plato) کی کششِ ثقل بھی اثر انداز ہورہی ہے۔ اسکے علاوہ مختلف سیاروں کے چاند بھی اثر انداز ہورہے ہیں اور ان کے علاوہ بے شمار شہاب بھی ہیں اور سب سے زیادہ طاقتور اس کی اپنی رفتار کی وجہ سے ''مرکز گریز قوت'' (Centrifugal Force) ہے۔ بیک وقت طاقتوں کے اس انتہائی حساس منظم توازن کی وجہ سے زمین اپنے مدار پر سکون سے گھومتی رہتی ہے۔ ایسے ہی ایک کہکشاں میں اربوں دیگر ستاروں اور سیاروں کے درمیان بھی باہمی طاقتوں کا انتہائی حساس متوازن نظام قائم ہے۔ جس میں اگر ذرہ بھر بھی بگاڑ آجائے تو سب ایک دوسرے کی طرف کھچے چلے آئیں اور آپس میں ٹکرا کر ختم ہوجائیں۔

20۔ بقاء اور نظامِ عدل

یہ حقیقت واضح کرنے کے بعد کہ کائنات کا وجود توازن پر قائم ہے، اللہ تعالیٰ انسانوں کی توجہ زمینی کائنات کی طرف مبذول کرواتے ہیں کہ اگر آپ اپنی دُنیا کی بقا چاہتے ہیں تو اس کے اندر اور باہر قائم شدہ عدل کو برباد نہ ہونے دیں۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا یعنی اصلاح کے بعد فساد برپا مت کرو۔ سورۃ الرحمٰن کی آیت 9-8 میں فرمایا گیا ہے:

اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ O وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ O

"خبردار تمہاری بقا اسی میں ہے کہ ہرگز میزان میں خرابی نہ ہونے پائے O ماپ تول کا نظام عدل سے قائم کرو اور میزان میں ہرگز کمی نہیں کرنا" O

آیاتِ مبارکہ (9-8) اس بات کی زبردست یاددہانی ہیں کہ انسان زندگی کے ہر شعبے میں نظامِ عدل قائم کرے اور اس میں ہرگز خرابی نہ ہونے دے۔ یہ انسانی بقاء، ترقی، امن وامان اور خوش حالی کے لیے لازمی شرط ہے۔ ورنہ فساد پھیل جائے گا اور دنیا تباہ وبرباد ہو جائے گی۔ سیدنا علی ابن طالبؓ کا مشہور قول ہے "ہوسکتا ہے کہ کفر کی حکومت قائم رہے لیکن ظلم کی حکومت قائم نہیں رہ سکتی"۔

عدل وانصاف کی اہمیت کا یہاں سے اندازہ کر لیں کہ ان تین چھوٹی چھوٹی آیات میں تین دفعہ میزان کی یاددہانی ہے **وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ O اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ O وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ O** شیطان انسان کو فساد کی طرف لے کر جاتا ہے اور ذاتی مفاد کو مجموعی فائدہ پر ترجیح دینے پر زور دیتا ہے۔ چوں کہ فرد کا مفاد معاشرہ کے مجموعی مفاد کے ساتھ منسلک ہے اس لیے جب لوگ معاشرہ کو اپنے ذاتی فوائد کے لیے چلاتے ہیں تو مجموعی توازن بگڑنے لگتا ہے۔ بالآخر ایسا معاشرہ تباہ وبرباد ہو جاتا ہے۔ **فَسَادٌ فِی الْاَرْضِ** کی ایک مثال ماپ تول میں کمی ہے۔ افسوس کہ بہت سے ممالک اس گناہ کی وجہ سے فساد میں مبتلا ہیں اور بہت سی پچھلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہو چکی ہیں۔

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے، تنہا کچھ نہیں (علامہ اقبال)

بحیثیت مسلمان ہمارا فرض ہے کہ اپنی ذات کے اندر، اپنے جسم، گھر، محلہ، گاؤں، فیکٹری، چھوٹے بڑے سبھی اداروں میں ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کو سامنے رکھ کر عدل کا نظام قائم کریں اور ہرگز ہرگز کسی کی حق تلفی نہ ہونے دیں۔ مت بھولیے کہ حکم ربی **اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ** ایک شاہی فرمان نہیں بلکہ الٰہی فرمان ہے۔ اس حکم کو توڑنے کی سزا دنیا میں خواری اور آخرت میں جہنم ہے۔ اس لیے کسی لمحہ اور کسی سطح پر بھی میزان یعنی ماپ تول اور انصاف کو توڑنے کی جرأت نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان **وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ** "اور تم انصاف پرمبنی وزن کا نظام قائم کرو"، انسانی معاشرہ کی بقا کا اہم ترین اصول ہے۔اس حکم کی تعمیل دنیا کے ہر معاشرے کے لیے ضروری ہے خواہ وہ مسند اقتدار پر ہو یا ایک معمولی آدمی، ہر ایک اپنے اپنے دائرہ اختیار میں اس کے لیے جواب دہ (Accountable) ہے۔انسانی نشوونما، ترقی، خوشی، صحت، خوشحالی، امن وامان، محبت، بھائی چارہ، خاندانی نظام کا تحفظ اس پر عمل کرنے میں ہے۔حکومتوں پر لازم ہے کہ وہ **وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ** کے حکم کے نفاذ کے لیے زندگی کے ہر شعبہ میں مناسب ادارے بنائیں۔

اس حکم سے انحراف کرنے والوں کو سورۃ نمبر 83 کی پہلی آیت مبارکہ میں زبردست وارننگ دی گئی ہے۔ **وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ** "تباہی ہے، مطففین کے لئے"، یہ مطففین کون لوگ ہیں؟ مبادا کہ کوئی غلط فہمی ہو، مالک کائنات نے اس کی تعریف اگلی چند آیات میں خود ہی کردی۔فرمایا: **وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ O اَلَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ O وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْوَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ O** "خرابی ہو مطففین کے لیے، وہ جب ناپ کرتے ہیں تو پورا لیتے ہیں اور جب دوسروں کو تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں"۔ (القرآن: 83:3 تا 1)۔یہ انسانی حقوق کے بنیادی اصول **وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ** کی تفسیر ہے اور ساتھ ہی وارننگ بھی دے دی گئی کہ کوئی فرد، معاشرہ، ملک یا قوم اگر اس بنیادی اصول پر عمل نہیں کرتا تو بلالحاظ مذہب وملت ان کی قسمت میں تباہی لکھ دی جاتی ہے۔تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔دُنیا میں ترقی یافتہ ممالک کی ترقی کا یہی راز ہے کہ ان کے ہر ادارے میں سورۃ رحمٰن کی آیات 8 اور 9 کے حکم پر سختی سے عمل ہوتا ہے۔افسوس کہ آج کل کے مسلمانوں کی اکثریت مطففین قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے!!!

21۔ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ کے حکم کی تعمیل

اللہ تعالیٰ کا فرمان **وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ** ساری انسانیت کے لیے ہے۔جب تک کوئی تہذیب اس حکم کی تعمیل پر چلتی رہے گی وہ تباہ نہیں ہوگی۔

اَقِیْمُوْ کا مطلب کسی چیز کو اس طرح کھڑا کرنا ہے کہ وہ گرنے نہ پائے۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ 12 دفعہ اَقِیْمُوْ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوْ الزَّکٰوۃَ کے حکم کی شکل میں آیا ہے 1 دفعہ اَقِیْمُوْ الْوَزْنَ اور ایک دفعہ اَقِیْمُوْا الشَّھَادَۃَ کے طور پر آیا ہے۔ مطلب یہ کہ نظامِ صلوٰۃ، نظامِ زکوٰۃ، نظامِ وزن اور نظامِ شہادت، یہ وہ چار ستون ہیں جن پر اسلام کی تہذیب استوار ہوتی ہے اور اسلامی معاشرہ قائم ہوتا ہے۔ انہیں قائم کرنے کے لیے لازم ہے کہ ان کی تعمیل کے لئے مناسب ادارے بنائے جائیں مثلاً اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ کے لیے پولیس کا محکمہ، عدالتوں کا نظام، حکومت کے اہل کاروں کا انتخاب اور مناسب تکنیکی اداروں کی ضرورت ہے۔ انفرادی تعلیم و تربیت ایسی ہونی چاہیے کہ انسان کے دل میں تقویٰ پیدا ہو۔ تاکہ قبل اس کے کہ ہم سے حساب لیا جائے ہم خود اپنا احتساب کریں اور اس سے پہلے کہ ہمارا وزن کیا جائے ہم خود اپنا وزن کر لیں۔

انسانی جسم کی صحت بھی توازن کے اصول پر قائم ہے۔ جدید سائنس نے معلوم کیا ہے کہ ہماری صحت کا دارومدار جسم میں مختلف دھاتوں کی مقدار میں توازن پر ہے۔ ہر چیز کی مقدار مقرر ہے۔ اس توازن کو قائم رکھنے کے لیے جسم کو مناسب خوراک ملنا ضروری ہے۔ جب ان عناصر میں بے ترتیبی آجاتی ہے تو جسم بیمار ہو جاتا ہے۔

22۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور معرفتِ الٰہی

سورۃ الرحمٰن کی پہلی 10 آیات رب تعالیٰ کے "انسانی منصوبہ" کے حوالہ سے اس کی قدرت اور اس کے قوانین پر سختی سے عمل کرنے کا احساس دلانے کے لیے ہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح کائنات میں ہر چیز اللہ تعالیٰ کے قانون کی اطاعت میں مصروف ہے اسی طرح انسان کو بھی اس کا اطاعت گزار بندہ بننا چاہیے۔ اس کے بعد کی آیات اِس منصوبہ کے مقصد یعنی معرفتِ الٰہی کے حصول کے لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرح طرح کی نعمتوں کے حوالہ سے پوچھتے ہیں: فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (پھر تم دونوں (جن و انس، مرد و عورت) اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟) نعمتوں کے ضمن میں سب سے پہلے زمین پر انسانی خوراک کی یاددہانی کرائی گئی ہے۔ آیاتِ مبارک 11،12 اور 13 پر غور فرمایئے۔

فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

"اس میں طرح طرح کے پھل ہیں اور کھجور گچھے دار ۝ اور (پیدا کیا اس میں) اناج، چھلکے والا اور خوشبودار ۝ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔

حکم ہے کہ زمین کی بناوٹ پر غور کرو کہ اسے کیسے جانداروں کے لیے موزوں کیا گیا۔ پھل دار درختوں، خصوصاً کھجور پر غور کرو کہ انسانی صحت کے لئے بیش بہا فائدہ مند غذا کا ذریعہ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جن کے بغیر زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ ایک ہی قطعہ زمین سے اور ایک ہی پانی سے علیحدہ علیحدہ خواص اور لذات والی خوراک پیدا ہوتی ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اگرچہ ہماری زندگی کا دارومدار ان نعمتوں پر ہے، لیکن ہماری ناشکری کا حال یہ ہے کہ اپنے مہربان خالق کو بھول جاتے ہیں۔

23۔ کھجور ایک خاص پھل

آیت 11 میں پھلدار درختوں میں کھجور کا ذکر خصوصی طور پر کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ یہ دوسرے درختوں سے اپنی ساخت میں بہت مختلف ہے۔ مثلاً اپنی شکل میں انسان نما ہے۔ انسانی سر کی مانند اس کی بھی چوٹی ہے جہاں چاروں طرف شاخیں نکلی ہوتی ہیں، اس کے تنے پر کوئی اور شاخ نہیں ہوتی، اگر چوٹی کاٹ دی جائے تو پورا درخت مر جاتا ہے۔ اسکا تنا خوشوں کا بنا ہوا ہوتا ہے جو اسے کیڑوں مکوڑوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس کا پھل انسان کے لئے مکمل غذا ہے اور دوا بھی مثلاً اس کی گٹھلی شوگر کاربو ہائیڈریٹ اور بہت سے دوسرے صحت بخش کیمیکل کا خزانہ ہے۔ طب کے مطابق پیس کر کھائیں تو شوگر کی بیماری کا علاج ہے۔ کھجور دل کی بیماریوں کے لیے بھی مفید ہے قوتِ مدافعت کو بڑھاتی ہے اور کمزوری کو دور کرتی ہے۔ (حوالہ "اسلام کا ہمہ گیر نظام صحت اور فطری طریقہ علاج"، دارالحکمت انٹرنیشنل، اسلام آباد)

24۔ بھوسہ دار اناج

آیت مبارکہ 12 وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ میں خوشبودار چھلکے والے اناج کا ذکر بڑا معنی خیز ہے۔ انسان کی خوراک میں اناج کاربو ہائیڈریٹ (Carbohydrate) یعنی نشاستہ کا ذریعہ ہے جس سے ہم توانائی (Energy) حاصل کرتے ہیں۔ جسم کی حرارت بھی کاربو ہائیڈریٹس کے جلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ چلنے پھرنے اور کام کرنے کے لیے جو قوت درکار ہے وہ بھی انہی سے حاصل ہوتی ہے۔ جسم کی بہت سی دیگر ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بھی ضروری ہے مثلاً ہڈیوں کے جوڑوں میں بطور گریس (Lubircation) کام میں آتی ہیں اور جلد کی تازگی کو بحال رکھتی ہیں۔

آیت مبارکہ 12 میں اللہ تعالیٰ نے بھوسے دار اناج کا خصوصی ذکر فرمایا ہے، اس لیے کہ بھوسہ بھی انسانی خوراک کا بڑا اہم حصہ ہے۔ اس سے توانائی تو نہیں ملتی لیکن انسانی جسم اس سے معدنیات (Minerals) اور حیاتین حاصل کرتا ہے۔ اسکے علاوہ بھوسے والا اناج نظامِ ہضم کے لیے بھی بہت ضروری ہے اور قبض کو دور کرتا ہے۔ اناج کے ساتھ "اَلرَّيْحَانُ" یعنی خوشبو کا ذکر ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور احسانات میں سے ہے۔ انسانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے قدرتی طور پر خوشبودار، ذائقہ دار خوراک ضروری ہے۔ بدبودار، بدذائقہ خوراک عموماً زہریلی ہوتی ہے۔

25۔ نعمتوں کا حساب لیا جائے گا

مندرجہ بالا نعمتوں کے ذکر کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ. (پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟)۔

سورۃ الرحمٰن میں یہ آیت 31 مرتبہ بار بار آئی ہے۔ یہ ہماری عقلوں کو جھنجھوڑتی ہے کہ اپنے رب کی نعمتوں کو یاد رکھیں اور منعم کا ان کے حوالہ سے شکر ادا کرتے رہیں۔ سوچیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے زمین کو اپنی نعمتوں سے بھر دیا ہے؟ ان کی ماہیت اور استعمال کے متعلق

تحقیق کریں تا کہ دل میں اس کی قدرت اور عظمت کا احساس پیدا ہو اور تخلیق کے حوالے سے خالق کی معرفت کا ادراک ہو۔ اسلامی تہذیب کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ مسلمان اپنے رب کی تخلیقات کو سمجھیں، ان کا مناسب استعمال کریں اور یوں ربِّ کریم کے ان احسانات کا شکریہ ادا کریں۔ یہ بات کس قدر غیر مہذبانہ ہے کہ ہم نعمتوں کا تو بے دریغ استعمال کریں لیکن مُنعم کو بھول جائیں۔

آیہ مبارکہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ میں تثنیہ کا صیغہ ہے، مطلب یہ کہ یہ خطاب دو افراد کو ہے۔ "تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے"۔ یہ کون ہیں؟ بطور مختلف انواع یہ انسان اور جنات بھی ہو سکتے ہیں۔ بطور افراد یہ "مرد و عورت" دونوں کے لیے بھی ہے۔ یہ انسانی جسم اور نفس کو خطاب بھی ہو سکتا ہے۔ بہر حال، قطع نظر اس کے کہ میرے ساتھ دوسرا کون ہے، چاہیے کہ قبل اس کے نعمتوں کا حساب لیا جائے، دل وجان سے اپنے مہربان رب کا شکریہ ادا کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "شکریہ ادا کرنے سے نعمت بڑھتی ہے۔ جو "شکریہ" کہنے میں بھی بخیل ہے، بھلا اس سے بڑھ کر کون بخیل ہو سکتا ہے"؟

بھائیو اور بہنو! شکریہ میں بُخل ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ نعمتوں کا حساب لیا جائے گا، سورۃ التکاثر آیت 8 میں ارشاد ہے ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ O (پھر اس دن میں ضرور پوچھے جاؤ گے نعمتوں کی بابت)(القرآن: 102:8) حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ گرمیوں کے ایک دن آپ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے ہمراہ ایک انصاری صحابیؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس انصاری نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں کو ٹھنڈا پانی پلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی پینے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھی اور بعد میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ کر اپنے رب کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "قیامت کے دن اس ٹھنڈے پانی کا بھی پوچھا جائے گا"۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۃ التکاثر کی مذکورہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

اسی ضمن میں اگلی آیہ کریمہ 14 اور 15 میں انسان اور جنات کی تخلیق کا ذکر ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ O

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ O

ترجمہ: (سوچو کہ کیسے زمین پر) ہم نے پیدا کیا انسان کو صلصال (لاوا) سے، جو مانند کھنکھنانے والی مٹی کے تھا O اور اس سے پہلے (یاد کرو) ہم نے پیدا کیا تھا جنات کو شعلہ بار آگ سے O

26۔ انسان اور جنات کی تخلیق

اللہ تعالیٰ کی تخلیقات بے حساب ہیں۔ ان میں سے محض چند کا ہمیں علم ہے۔ مشہور سائنسدان نیوٹن کے مطابق انسان کا علم کائنات کے علم کے مقابلے میں ایسا ہی ہے جیسا کہ سمندر میں سے ایک قطرہ پانی اٹھا لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں عالم الغیب کی دُنیا عالم الشہادہ کے مقابلہ میں بہت بڑی ہے۔ مثلاً ساری مادی کائنات ایٹموں سے بنی ہے لیکن ایٹم کو کسی نے دیکھا نہیں۔ اسی طرح ٹیلی ویژن، ٹیلی فون اور ریڈیو کا نظام نہ نظر آنے والی ریڈیائی لہروں پر منحصر ہے۔ بے شمار بیماریوں کے جراثیم ہوا میں موجود ہیں لیکن نظر نہیں آتے۔ ہوا بذاتِ خود ہر جگہ ہے لیکن آنکھ سے اوجھل ہے، لیکن ہم ان کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ جب ماورائی مخلوقات مثلاً جنات اور ملائکہ کا ذکر آتا ہے تو بہت سے لوگ فوری انکار کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے انسان کی ارواح، جنات اور ملائکہ انتہائی لطیف غیر مادی غیبی مخلوقات ہیں جو ہمارے آس پاس کی اسی دُنیا میں رہتی ہیں۔ تمام مذاہب عالم ان کے وجود کو تسلیم کرتے آئے ہیں اور ان کے ساتھ رابطوں کی تصدیق بھی کرتے ہیں۔ قرآن کریم سے بھی ان کا وجود ثابت ہوتا ہے۔

کسی چیز کا مشاہدہ میں نہ آنا، اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ آئن سٹائن کے نظریہ اضافت کے مطابق مشاہدہ ایک نسبتی امر ہے، ضروری نہیں کہ وہ حقیقت کے عین مطابق ہو۔ اس لیے سمجھ آئے یا نہ آئے، سورۃ الرحمٰن کی آیات 14 اور 15 میں انسان اور جنات کی تخلیق کا جو ذکر ہے، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

انسانی جسم کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے مٹی سے پیدا کیا گیا اور جنات کی یہ کہ انھیں آگ سے پیدا کیا۔ یاد رہے کہ آگ یعنی حرارت (Heat) اصل میں خاص فریکونسی رینج (Frequency Range) کی برقی مقناطیسی لہریں (Electro Magnetic Waves) توانائی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے ٹیلی ویژن سٹیشنوں سے نشر ہونے والے پروگراموں پر غور کریں۔ جدید ٹیلی ویژن کی نشریات کے نظام میں پروگرام کو ڈیجیٹل سگنل کے اساس دو کے ضابطے میں یعنی 01--- کے ہندسے میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح ہندسیاتی اشارہ (ڈیجیٹل سگنل) کی شکل میں فضا میں سفر کرتی ہوئی ٹیلی ویژن ریسیور پر پہنچتی ہے جہاں اسے مسلسل سگنل (Analog Signal) میں بدل دیا جاتا ہے۔ کچھ یہی حال جنات کا سمجھ لیں۔ ہو سکتا ہے اپنی ماہیت میں یہ بھی توانائی کی کوئی ہندسہ کی شکل ہو۔ عالم الغیب میں رہتے ہیں اور عالم الشہادت میں ظاہر ہونے کے لیے (Analog) شکل اختیار کر سکتے ہیں۔ جیسے ٹیلی ویژن ہندسہ کے سگنل کو اینالاگ تصویر میں بدل دیتا ہے۔ اس نظریہ کے مطابق جنات کے سفر کرنے کی زیادہ سے زیادہ رفتار وہی ہوگی جو ریڈیو سگنلز کی ہوتی ہے یعنی تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ جو زمینی لحاظ سے بہت زیادہ ہے لیکن کائنات کی وسعت کے سامنے معمولی رفتار ہے۔

27۔ انسان اور جنات میں فرق

جنات ایک غیر مرئی مخلوق ہے، جسے تمام آفاقی مذاہب مانتے ہیں لیکن اس کے بارے میں بہت کم جانتے ہیں۔ وہ کون ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟ اور کیا کرتے ہیں؟ ایسے سوالات پر خیالی گفتگو تو بہت ہوتی ہے لیکن ان کی اصلیت کے بارے میں بہت کم علم ہے۔ قرآن کریم کی راہنمائی میں اگر سوچیں تو معاملہ کچھ آسان ہو جاتا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ جنات انسان کے متوازی باشعور مخلوق ہیں لیکن انکا جسم زمینی مادی ذرات سے نہیں بنا بلکہ قرآن کی سورۃ 55 کی آیت 15 کے مطابق آگ کی توانائی سے بنا ہے جو ایک غیر مادی چیز ہے، اسی لیے انسانی آنکھ انہیں نہیں دیکھ سکتی۔ اپنی بے وزنی کی وجہ سے وہ نہایت تیزی سے سفر کر سکتے ہیں اور فضاؤں میں رہتے ہیں۔

وہ انسان کے مقابلہ میں محدود عقل و دانش رکھتے ہیں، عام طور پر انسان کے معاملات میں دخل نہیں دیتے بلکہ ان سے ڈرتے ہیں البتہ کمزور ذہن کے لوگوں پر اپنی مرضی ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض کو اپنا واسطہ (Medium) بنا کر ان کے جسم میں رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ عرفِ عام میں لوگ کہتے ہیں "اُس پر جن چڑھ گیا"۔ اس طرح اگر کوئی ان کے زیرِ اثر آ جائے تو اسے خبطی بنا ڈالتے ہیں اور اس سے اپنی مرضی کی حرکات بھی کرواتے ہیں۔

(شیاطین جنات کی وہ قسم ہے جو اپنی فطرت میں انسان دشمن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتایا کہ آدمی کی تخلیق کے وقت اُس کے ساتھ ایک شیطان لگ جاتا ہے جو موت تک اسے نہیں چھوڑتا۔ اس کا کام ہمارے ذہن میں وسوسے ڈالنا ہے)۔

سائنسی تحقیقات کے مطابق پانچ چھ ارب سال پہلے نظامِ شمسی (Solar System) معرضِ وجود میں آیا۔ سورج جو کہ ایک درمیانی درجہ کا ستارہ ہے پہلے سے موجود تھا۔ اس کے اردگرد بھی اربوں میلوں تک فضا نہایت گرم گیسوں (Gases) پر مشتمل تھی، پھر کچھ ایسے ہوا کہ جیسے بادل پھٹ جاتے ہیں۔ سورج کے اردگرد کا گرم مادہ بے شمار ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ لیکن گرم گیسوں پر مشتمل ہر ٹکڑا گولوں (Globule) کی صورت میں سورج کے اردگرد اپنے اپنے مدار میں چکر کاٹتے رہے۔ ممکن ہے جنات اُسی زمانہ کی تخلیق ہو۔ اپنی تخلیق کے بعد ایک لمبا عرصہ جنات گرم زمین پر تیار رہتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلیفۃ الارض بنانے کا اعلان فرمایا تو شیطان جو کہ جنات کا سردار تھا حسد سے آگ بگولا ہو گیا اور اُس نے حضرت آدمؑ کی برتری تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت سے وہ، اُس کی اولاد اور جنوں میں سے اس کے پیروکار، انسان کے دشمن ہیں۔ قرآن کریم میں اس کشمکش کا ذکر کئی دفعہ آیا ہے۔

شیاطین چالاک ضرور ہیں لیکن عقل و دانش میں انسان کے سامنے اُن کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ صرف کمزور ذہن کے لوگوں پر آتے ہیں جو اُن سے ڈرتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ پر جس دل میں مضبوط ایمان ہے وہاں شیاطین یا جنات نہیں رہ سکتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے بعد تو ان پر مایوسی چھا گئی ہے۔ اب وہ انسانوں کی بستیوں سے دور رہتے ہیں، کوئی بعید نہیں کہ اُن کی اکثریت زمین کی حدود سے باہر خلاء میں رہتی ہو۔ وہاں اُن کی کوشش ہوتی ہے کہ ملاءِ اعلیٰ

کو جو بارگاہ الٰہی سے احکامات ملتے ہیں۔وہ اُس تک رسائی حاصل کرلیں لیکن جیسا کہ قرآن کریم میں کئی دفعہ فرمایا گیا ہے شہاب ثاقب اُن کا پیچھا کرتے ہیں اور ڈر کر اپنے ٹھکانوں میں جا کر چھپ جاتے ہیں۔(تفصیلات کے لئے مصنف کی کتاب "ماورے" کا مطالعہ کریں)۔

انسان اور جنات کی تخلیق کے ذکر کے بعد فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ اس بات کی یاد دہانی ہے کہ ہم سوچیں کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا کیا کیا احسان ہے کہ ایک نہایت معمولی آغاز سے انسان کو اٹھایا اور پھر اتنی نعمتیں دیں کہ جن کا شمار ناممکن ہے۔اس نے ہمارے مورث اعلیٰ حضرت آدمؑ کو بنایا اور انہیں مسجودِ ملائکہ کا اعزاز بخشا۔اس سے بھی زیادہ شکر کا مقام یہ ہے کہ شیطان کے ورغلانے کے سبب،ان سے جو غلطی ہوئی وہ بھی معاف فرمادی۔البتہ حکم عدولی کے بعد انہیں اپنی اولاد کے ساتھ جنّت سے نکلنا پڑا لیکن اس دنیاوی امتحان میں پاس ہونے کے بعد واپس جانے کا موقع بھی دیا ہے۔ ان احسانات کے باوجود اگر ہم اپنے رب کا شکر یہ ادا نہیں کرتے تو یہ بڑی زیادتی کی بات ہوگی۔

28۔ انسان کی پیدائش

اپنے رُوحانی وجود میں جیسا کہ قرآن کریم سے ظاہر ہوتا ہے انسان اللہ تعالیٰ کے نُور سے بنایا گیا ہے۔اُس کی رُوح امرِ ربی ہے اور صفات میں اللہ تعالیٰ کے اسماءِ الحسنیٰ کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔فرشتوں کی تخلیق بھی اللہ تعالیٰ کے نُور سے ہی ہے لیکن جو شعور کی آزادی اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہے اُن کو نہیں دی گئی۔چناں چہ وہ حکم ربی کے مطابق اپنے فرائض کی تعمیل میں ہر وقت لگے رہتے ہیں۔اِن کے مقابلہ میں جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔انہیں انسانوں کی طرح اپنے لیے اچھائی یا بُرائی اختیار کرنے کی آزادی ہے لیکن عقل و دانش میں جیسے اوپر کہا گیا ہے انسان کی نسبت بہت کم تر ہیں اس لئے انسان اشرف المخلوقات ہے۔

قرآن کریم سے یہ اخذ کیا جا رہا ہے کہ انسان کی روحانی شخصیت جنّت میں پیدا ہوئی اور وہیں اس کی نشوونما ہوئی۔نظم وضبط (ڈسپلن) سکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے ہر طرف جانے کی کھلی چھٹی دی سوائے ایک درخت کے۔اس کا پھل کھانے سے اسے منع فرما دیا گیا۔لیکن آدمؑ نے شیطان کے جھانسے میں آکر حکم عدولی کی جس کی وجہ سے اس کی سرزنش ہوئی لیکن بالآخر

معاف کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی مقررشدہ تقدیر کے مطابق بہ جنات، آدمؑ اور ان کے ساتھ وہاں سے نوعِ انسانی کو عالمِ ارواح میں بھیج دیا گیا جو ایک طرح سے زمین پر زندگی پیدا ہونے سے پہلے کا عالمِ برزخ ہے۔ یہاں سے انسان کو محدود وقت کے لئے دنیا میں بھیجا جاتا ہے جو دراصل اُس کے لیے تنگ جیل کی مانند ہے۔ اس کا اندازہ آپ کائنات (Universe) کے مقابلہ میں زمین کے حجم سے لگائیں۔ کوئی نسبت ہے ہی نہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ رُوح کو ایک مادی جسم میں پابند کر دیا گیا جس طرح ایک پرندہ پنجرہ میں بند کر دیا گیا ہو۔ پنجرہ اُس کی حفاظت کے لیے بھی ہے اور اس لیے بھی کہ کہیں وہ آزادی سے غلط فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُڑ کر گم نہ ہو جائے۔ یوں زمین انسان کے لیے ایک بڑی جیل ہے اور اُس کا جسم اُس میں مانند ایک چھوٹی جیل کے ہے۔ جس میں اس کی رُوح بند ہے۔ اِن مخصوص حالات میں شیطان سے لڑا کر انسان کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اگر شیطان کے مقابلہ میں جیت جاتا ہے تو اپنے اصلی گھر جنت میں واپس بھیج دیا جاتا ہے۔ فیل ہو جانے کی صورت میں اُسے دوسری دُنیا میں جہنم کا امتحان پاس کرنا ہوگا جس سے متعدد جگہ قرآن کریم میں انسان کو خبردار کیا گیا ہے۔

اوپر کی کہانی انسان کی روحانی زندگی اور اس کی نشوونما کو بیان کرتی ہے۔ اب ہم اس کے دوسرے حصے یعنی جسم کی جانب آتے ہیں۔ جسم مٹی سے بنایا گیا ہے۔ سائنسی تحقیقات کے مطابق زمین پر اس کا آغاز آج سے کوئی تین ارب سال پہلے کسی جوہڑ کی چکنی مٹی میں ہوا۔ اس مٹی کی خاصیت یہ ہے کہ خشک ہونے پر اس کے دو حصوں کو ٹکرایا جائے تو "کھنکھنانے" کی آواز آتی ہے۔ اس پانی اور مٹی کے مرکب میں خالقِ حقیقی کے اذن سے زندگی کا ایک خلیہ اچانک نمودار ہوا جسے نفسِ واحدہ کہا جاتا ہے۔ چند لاکھ برسوں میں صلصالی لاوا میں پیدا ہونے والے خلیات کا عمل انتہائی تیز ہو گیا۔ وہاں سے یہ پانی کے بہاؤ کے ساتھ سمندروں میں پہنچے اور ان کے وسیع پانیوں میں ایک دم خلیات بننے کا عمل تیز تر ہو گیا۔ ان کے جوڑنے سے زندگی کے بنیادی بلاک بننے شروع ہوئے، انہیں سے پھر اللہ تعالیٰ کے طے شدہ منصوبہ کے مطابق بے شمار قسم کی نباتات بننے لگیں اور پھر حیوانات سامنے آئے۔ حتیٰ کہ وہ مرحلہ بھی آ گیا جب زمین آدمؑ کے استقبال کے لیے سج گئی۔ بالآخر نفسِ واحدہ میں اللہ تعالیٰ نے کچھ پھونک دیا اور یوں حضرت آدمؑ کا جسم تیار ہو گیا۔ آدم علیہ السلام کی رُوحانی اور جسمانی تخلیق کے مختلف مدارج کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل ڈایاگرام پر غور فرمائیں۔

شکل: آدم علیہ السلام کی جنتی تخلیق اور زمین پر ان کے جسم کے ارتقاء کے کچھ ادوار

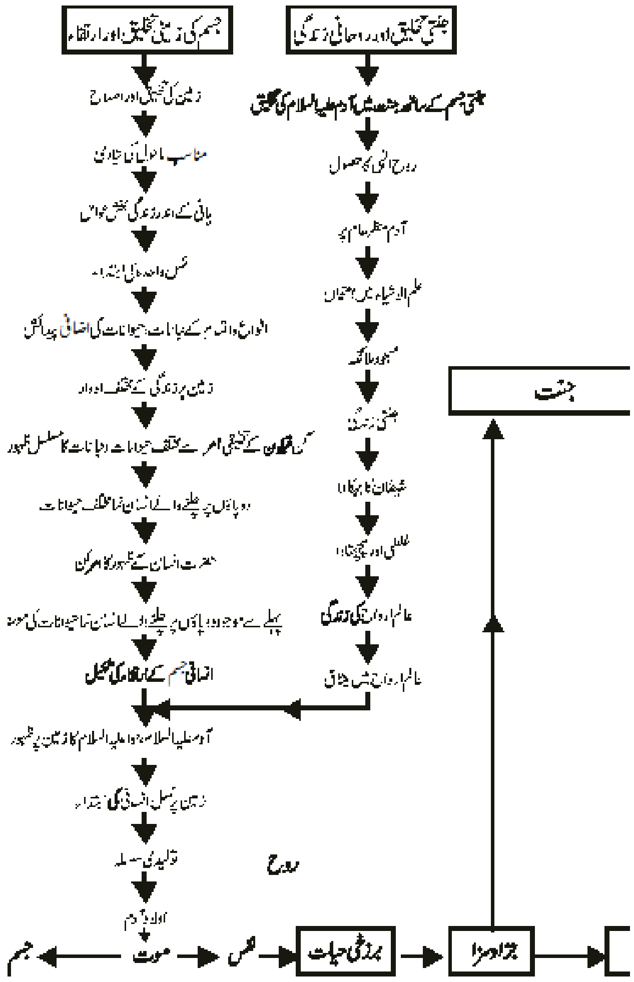

(مزید تفصیلات کے لیے مصنف کی کتاب "ماورے" دیکھیں)۔

چونکہ آدمی کی پیدائش بھی مٹی سے ہے اس لیے اس کے جسم میں مٹی کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ زمین سے ہی پانی، ہوا اور سورج کی توانائی کے باہمی عمل سے اُس کی غذا پیدا ہوتی ہے۔ زمین ہی میں اس کی تہذیب اور معاشرت ہے۔ غرض اس کی تمام ضروریات بھی یہیں سے پوری ہوتی ہیں۔ جسم کے زمین سے پرانے تعلق کی وجہ سے انسان کو زمینی اشیاء سے پیار ہونے لگتا ہے اور انہیں اکٹھا کرنے کی خواہش میں لگا رہتا ہے اور جس امتحان کے لیے وہ یہاں آیا ہے اسے نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس لیے انسانوں کی اکثریت شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنے امتحان میں ناکام ہو جاتی ہے اور جنت سے محروم ہو جاتی ہے۔ زندگی کے اس امتحان میں کامیابی کا واحد ذریعہ ایک ہی ہے کہ ہم اپنے رب کو کبھی نہ بھولیں۔ اُس کے احسانات کو یاد کرتے رہیں اور اس کے قانون کے مطابق زندگی گزاریں۔ آیئے اس نکتہ نظر سے اگلی آیہ کریمہ پر غور کریں۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝

''وہ (اللہ) دو مشرقوں اور دو مغربوں کا رب ہے''۔

29۔ مشرقین اور مغربین

عام مشاہدہ کے مطابق زمین پر جس سمت سے سورج طلوع ہوتا ہے، اسے مشرق کہا جاتا ہے اور جس سمت پر غروب ہوتا ہے اسے مغرب۔ اس آیہ کریمہ میں دو مشرقوں اور دو مغربوں کی بات کی گئی ہے۔ یہ ہمارے سوچنے کی بات ہے جب قرآن پاک نازل ہو رہا تھا اس زمانے میں دو مشرقوں اور دو مغربوں کی بات عام مشاہدہ کے خلاف تھی۔ جب اُنیسویں صدی کے آخر میں زمین کا 365.66 دنوں میں سورج کے گرد چکر، دن رات میں اپنے اوپر ایک دفعہ گھوم جانے، بڑھتے گھٹتے دن رات کا دورانیہ اور موسموں کی تبدیلیوں کی وجوہات کو سمجھنے کے لئے سائنسی تحقیقات شروع ہوئیں تو معلوم ہوا کہ زمین ہمیشہ اپنے محور پر 23 1/2 ڈگری پر جھکی رہتی ہے اور سورج کے

اردگرد اسکا مدار گول دائرہ نہیں بلکہ بیضوی (Oval) ہے۔ان حقائق پر تحقیقات سے معلوم ہوا کہ اگر چہ سورج ہمیشہ اپنے مقررہ راستے پر چلتا رہتا ہے۔جیسے قرآنِ کریم میں بتایا گیا وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط (سورۃ یٰسین) لیکن مدار کے بیضوی ہونے کی وجہ سے زمین کا سورج سے فاصلہ اور رُخ ہر روز بدلتا رہتا ہے۔طلوعِ آفتاب کا مقام اور وقت بھی اسی نسبت سے بدل جاتا ہے اور دن رات کے دورانیے میں بھی تبدیلی آتی ہے ۔اس نظام کے مطابق سورج کے طلوع اور غروب کے حساب میں 21 مارچ اور 21 ستمبر کا دن وسطی ہے جب کہ 22 جون اور 22 دسمبر کا دن سال بھر میں آخری حد ہے۔اِن حدود کے اندر سارا سال مشرق و مغرب بدلتے رہتے ہیں۔یوں سائنسی غور وفکر سے دو مشرق یعنی سورج نکلنے کی جگہ اور دو مغرب یعنی سورج غروب ہونے کی جگہ کی بات سمجھ آتی ہے کہ ربُّ العالمین نے کس خوبصورتی سے مشرقین اور مغربین کا حساب کر کے ہمارے لیے زمین پر چار موسموں اور مسلسل بدلتے لیل و نہار کے نظام کو قائم کیا ہے ۔دو مشرق اور دو مغرب کا عملی مسئلہ دورِ حاضر میں حل ہوا ہے۔لیکن افسوس کہ اپنے رب کا شکر یہ تک ادا نہیں کرتے ۔حالانکہ نعمت کا جھٹلانا دراصل مُنعم (نعمت دینے والا) سے کفر ہے۔فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔

اگلی آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مزید نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ O بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ O فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O
یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ O فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O

"(اور غور کرو کیسے)اس نے جاری کیے دو سمندر باہم متصل O ان دونوں کے درمیان ایک پردہ (برزخ) ہے۔(جس کی وجہ سے)وہ ایک دوسرے پر چڑھ نہیں دوڑتے O پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ O وہ نکالتا ہے ان دونوں (پانیوں) میں سے لولو اور مرجان (دو خوبصورت پتھروں کے نام) O "پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟" O۔

30۔ سمندر کی گہرائی میں شانِ ربوبیت

آیت مبارکہ 19 سے 23 میں سمندروں کے اندر پانی کے بہاؤ کے حیران کن نظام کا ذکر ہے۔جس کا علم بیسویں صدی سے پہلے کسی سائنسدان کو بھی نہیں تھا۔یہ قرآنِ کریم کا ایک سائنسی معجزہ ہے۔آج سے 1400 سال پہلے جب قرآنِ کریم نازل ہو رہا تھا۔کوئی نہیں جانتا تھا کہ سمندروں کی گہرائی میں کیا ہو رہا ہے۔آبدوزوں کی ایجاد کے بعد انسان جب سمندروں کی گہرائی میں اترا تو معلوم ہوا کہ کھارے پانی کے اندر بھی میٹھے پانی کے رویں ہیں۔نہ صرف چشمے بلکہ سمندر کے اندر بعض علاقوں میں میٹھے اور کھارے پانی کے دریا ہیں جو ساتھ ساتھ بہتے ہیں۔لیکن اپنا فرق برقرار رکھتے ہیں۔بعض علاقوں میں گرم پانی کی رویں ہیں جو خطِ استوا کے گرم پانی کو یورپ کے ٹھنڈے ملکوں میں پہنچاتی ہیں تا کہ موسمِ سرما کی ٹھنڈک میں زیادہ شدت نہ ہو اور موسم معتدل رہے۔ ان زیرِ آب دریاؤں کی خاص بات یہ بھی ہے کہ اگر چہ سمندر میں متعدد قسم کے پانی ہی پانی ہیں پھر بھی وہ آپس میں گڈمڈ نہیں ہوتے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ نے مضبوط پردہ قائم کر دیا ہے۔

اس قسم کے سمندر جنوبی افریقہ میں کیپ ٹاؤن کے قریب ہے۔جس کا ذکر ساڑھے چودہ سو سال پہلے قرآن میں ہو چکا ہے۔جب کہ اس کی دریافت بیسویں صدی کے آغاز میں ہوئی۔اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی ایک طرف میٹھا پانی، دوسری طرف کڑوا پانی اور یہ آپس میں مرکب نہیں ہوتا۔

قرآن کے اس سائنسی بیان کی تصدیق امریکی یونیورسٹی آف کولوروڈو کے بحری سائنسدان ڈاکٹر ولیم ہے نے بھی کی۔تصویر میں سمندر میں دو دریاؤں کے درمیان برزخی پردہ صاف نظر آتا ہے۔

31۔ لولواور مرجان

سمندری دریاؤں کے حوالے سے آیہ مبارکہ 21 میں دو نہایت خوبصورت موتی لولو اور مرجان کا ذکر ہے۔ یہ قیمتی جواہرات ہیں جو کہ سمندری کیڑوں کے لعاب سے بنتے ہیں۔ جوہری لوگ مناسب طریقوں سے کاٹ کران سے قیمتی زیور بناتے ہیں۔ زیور کے علاوہ ان کا استعمال فرنیچر اور قیمتی مشینوں کے آرٹ ورک میں بھی ہوتا ہے۔ لولو اور مرجان کے کیڑے سمندروں کے اندر میٹھے اور کھارے پانی کے دریاؤں کے باہمی متصل کناروں پر جگہ جگہ کثیر مقدار میں کالونیاں بنا کر قیمتی پتھر بنانے کی قدرتی فیکٹریاں چلا رہے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا اس طرح کے سائنسی حقائق کے آشکار ہونے کے بعد بھی قرآن کریم کی سچائیوں میں کوئی شک باقی رہنا چاہیے؟ لیکن افسوس! کہ انسانوں کی اکثریت ابھی تک ناشکروں اور ناقدروں پر مشتمل ہے جو اپنے قول اور فعل سے حق کو مسلسل جھٹلاتی ہے۔ ایسے لوگوں ہی کی یاددہانی کے لیے اللہ تعالیٰ باربار فرماتے ہیں: فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔

32۔ دفاعی اور تجارتی سمندری جہاز

سمندر کی گہرائی میں بہتے دریاؤں کے ذکر کے بعد اگلی آیت کریمہ میں سمندروں کے حوالہ ہی سے بڑے بڑے بحری جہازوں کا ذکر ہے۔ جسے انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل اور اسباب کے استعمال سے ایجاد کیا گیا ہے۔ بین الاقوامی تجارت اور سفر کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایجادات انسانیت کے لئے بہت بڑی نعمت ہیں۔ فرمایا:

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ

''اور اسی کے ہیں سمندروں میں چلنے والے (بڑے بڑے) جہاز مانند پہاڑوں کے''۔

اِن آیات میں سمندروں میں چلنے والے دیوہیکل بحری جہازوں کی ایجادات کی طرف توجہ مبذول کرائی گئی ہے۔ جب قرآن کریم نازل ہوا، اس وقت تک بادبانی چھوٹی کشتیاں وجود میں آچکی تھیں، لیکن پہاڑ نما، بحری دخانی جہازوں کا تصور بھی نہیں تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا انسان پر فضل عظیم ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق اس پر علم کے دروازے کھولتا رہتا ہے۔ فی زمانہ جب بین الاقوامی تجارت کی ضرورت بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے اِن لوگوں کو جو اس کی تلاش میں تھے، دیوہیکل جہازوں کی ایجاد کا علم عطا کر دیا۔ یوں سورۃ الرحمٰن میں پہاڑوں کی مانند بحری جہازوں کے متعلق کی گئی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے۔ یہ آیت قرآن مجید کے الہامی کتاب ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

33۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے

اگلی آیہ کریمہ میں اس بات کی یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ انسان ترقی کرتے ہوئے جہاں بھی پہنچ جائے بالآخر وہ فنا ہو جانے والا ہے۔ انسان کی تمام تر ایجادات اُسے موت سے نہیں بچا سکیں گی۔ باقی رہنے والی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہے۔ فرمایا:

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

''(یاد رکھو) کائنات اور اس میں جو کچھ ہے، سب فانی ہے۔(ختم ہو جائے گا) O
(اور بالآخر) صرف تیرے رب کی ذات باقی رہے گی جو (حقیقی) عظمت والا اور بزرگی والا
ہے O پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' ۔O

سورۃ الرحمٰن کی ابھی تک کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے۔ شمس، قمر اور زمین کا ذکر ہوا، انسان کے لیے زمین کی برکات کے بارے میں فرمایا گیا، گہرے سمندروں کے اندر جاری دریاؤں اور اُن کی سطح پر چلنے والے عظیم الشان بحری جہازوں کی اہمیت اور ایجاد کی طرف توجہ دلائی گئی۔ آیاتِ کریمہ 26 اور 27 میں انسان کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ بظاہر یہ لازوال دکھائی دینے والی تخلیقات بالآخر ختم ہو جائیں گی۔ باقی رہنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس لیے صرف اُسی کی عبادت کرو، اُسی کے لیے جیو اور اُسی کے لئے مرو۔

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ O یہ قانونِ فنا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیقات کو پیدا کیا ہے۔ سورۃ الملک میں ارشاد ہے: ''اس نے موت کو پیدا کیا اور حیات کو'' یعنی موت زندگی ہی کی طرح ایک تخلیقی عمل ہے جو حیات کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ ماسوائے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے کسی اور چیز کو دوام حاصل نہیں۔ ہر چیز فنا ہو جائے گی، اس لیے کہ اُنہیں فنا ہونے کے لیے ہی بنایا گیا ہے۔ دراصل چیزوں کی حیات کا ڈیزائن اُن کی موت پر مبنی ہے۔

قرآنِ کریم ہمیں بتاتا ہے کہ زندگی اور موت دینے والی ہستی خود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ جب وہ چاہے گا سب کو موت سے دوچار کرے گا۔ بالآخر ساری کی ساری کائنات اور اس میں جو کچھ بھی ہے فنا ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نئے سرے سے نئے جہان بنائے گا۔ اس میں ایک انتہائی وسیع، پُر تعیش مقام اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کے لیے ہو گا جنھوں نے اپنی دنیاوی زندگی میں اُس کے احکام کی پیروی کی ہے۔ اس مقام کا نام جنت ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہیں کرتے، ان کے لیے دوزخ ہے۔ وہاں سے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق لوگ اپنی اپنی سزا کاٹنے کے بعد جنت میں جاتے رہیں گے، لیکن باغیوں کی کوئی معافی نہیں۔ اس

لحاظ سے دوزخ بھی مقامِ شکر ہے کہ گنہگاروں کے لیے رہائی کی ایک صورت ہے۔اس لیے اس کے متعلق بھی فرمایا گیا ہے: "پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔

34۔ کائنات میں دیگر جگہوں پر زندگی

اس سے اگلی آیاتِ کریمہ توجہ دلاتی ہیں کہ جیسے زمین پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اسی طرح آسمانوں میں بے شمار اور بھی مخلوقات ہیں جو اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کا سوال کرتے ہیں۔فرمایا:

يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ○

"(اللہ تعالیٰ کی شان کو سمجھو) اسی سے سوال کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہے"۔○

آیہ مبارکہ 29 اس بات کا اشارہ ہے کہ جس طرح زمین پر باشعور مخلوقات ہیں، اسی طرح آسمانوں میں بھی ہیں۔جیسے ہم میں کوئی مومن یا کافر ہے اسی طرح ان میں بھی ہیں۔ہم حاجت روائی کے لیے جیسی دعائیں مانگتے ہیں، وہ بھی دعائیں مانگتے ہیں۔زمین پر اللہ تعالیٰ نے جیسے پیغمبر بھیجے۔آسمانوں میں جو آبادیاں ہیں وہاں بھی ہدایت کے لیے اپنے پیغمبر بھیجے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو ساری دُنیاؤں کا رب ہے۔

یہ آیات ان سائنسدانوں کے لئے بڑی امید افزا ہے، جو زمین کے علاوہ آسمانوں میں دوسری دنیائیں تلاش کر رہے ہیں۔ان کا مفروضہ بڑا سادہ ہے کہ اگر ہمارے شمسی نظام جیسا ہو بہو کسی اور جگہ بھی شمسی نظام ہو تو اس میں ہماری زمین جیسا سیارہ بھی ہونا چاہیے اور اس میں ہماری جیسی زندگی بھی ہونی چاہیے۔مثلاً جس کہکشاں کے ہم باشندے ہیں اندازہ ہے کہ اس میں سوارب سے زیادہ ہمارے سورج جیسے ستارے ہیں، جن میں اسی حساب سے سیارے بھی ہوں گے۔مطلب یہ کہ زندگی لاکھوں، کروڑوں اور جگہوں میں بھی ممکن ہے۔پیشین گوئی ہے کہ 2050ء تک اُن میں سے کسی نہ کسی سے انسان کا رابطہ ہو جائے گا۔سائنسدان قرآن کریم سے اطمینان حاصل کر سکتے ہیں کہ ان کا مفروضہ حقیقت پر مبنی ہے۔اللہ تعالیٰ کی مخلوقات محدود نہیں، وہ رب العالمین ہے۔ہر جگہ اس کی کاریگری کے نمونے پھیلے ہوئے ہیں۔

يَسْـَٔلُـهٗ مَنْ فِـى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس بات کا بھی بھرپور اعلان ہے کہ کائنات ایک انتہائی مستعد و متحرک (Dynamic) نظام ہے جہاں کچھ نہ کچھ ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ زمین پر موت و حیات کا جو سلسلہ چل رہا ہے، یہی کچھ آسمانی دنیاؤں میں بھی ہو رہا ہے۔ کسی سیارے پر قیامت برپا ہو رہی ہے اور کوئی نیا سیارہ معرضِ وجود میں آ رہا ہے۔ امریکی ادارہ (NASA) نے پچھلے چند سالوں میں آسمانوں کی جو فوٹوگرافی کی ہے اُس سے پتا چلتا ہے کہ کائنات حیران کن سُرعت سے تبدیل ہوتی رہی ہے۔ بیک وقت لاکھوں دنیاؤں میں علاقائی قیامتیں آ رہی ہیں اور ان کی جگہ نئے جہاں وجود میں آ رہے ہیں۔ اتنے وسیع پیمانے پر تخریب و تعمیر ہونے کا کیا راز ہے؟ سائنس کچھ نہیں جانتی لیکن یہ مانتی ہے کہ زمین پر اگر ہم اپنے انجام سے ابھی تک محفوظ ہیں تو یہ کسی معجزہ سے کم نہیں۔ بے شک ہمارے اوپر ربّ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے۔ لیکن افسوس ہم اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔

(تفصیلات کے لئے مصنف کی کتاب Challenge of Reality ملاحظہ فرمائیں)۔

35۔ قیامت قریب ہے

اگلی آیاتِ کریمہ 31-30 میں زمینی انسان کو خبردار کیا گیا ہے کہ کائنات کے ہنگاموں میں وہ اپنی قیامت کو بھول نہ جائے۔ یہ بھی اب بہت قریب ہے۔ فرمایا:

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

''(خبردار) ہم جلد ہی فارغ ہونے والے ہیں تمہارے لیے اے دو بوجھو (گنہگار بوجھ ہیں زمین کے لیے) ۝ پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' ۝

یہ اس بات کی یاد دہانی ہے کہ انسان اگرچہ اپنے آلات سے دوسری دنیاؤں کی تباہی کا مشاہدہ کر رہا ہے لیکن ان سے سبق نہیں سیکھتا کہ اُس کی اپنی زمین پر بھی قیامت آچانک آسکتی ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قُربِ قیامت کے متعلق جو نشانیاں بتائی تھیں اُن میں بیشتر پوری ہو چکی ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ زمین پر ہماری قیامت کے آنے میں بھی زیادہ عرصہ باقی نہیں۔
(تفصیلات کے لیے مصنف کی کتاب ''انباء العظیم'' کا مطالعہ کریں)۔

36۔ خلائی سفر

اگلی آیات 34-33 میں قیامت کی نشانیوں کے طور پر اللہ تعالیٰ نے سائنسی ممکنات کی خبر دی ہے۔ اس سے ہم یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ قیامت سے پہلے انسان وہ طاقت اور ذرائع حاصل کر چکا ہوگا جس کے استعمال سے وہ زمینی کششِ ثقل کی حدود سے باہر نکل کر دوسری خلائی دنیاؤں کو فتح کرنے کے لئے نکل چکا ہوگا۔ فرمایا:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

”اے گروہ جن وانس، اگر تم استطاعت رکھتے ہو کہ زمین و آسمان کی حدود (کششِ ثقل) سے نکل سکو تو نکل جاؤ، تم نہیں نکل سکو گے بغیر زبردست طاقت کے O پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔O

یہ آیاتِ کریمہ قرآن مجید کا نہ صرف ایک زندہ سائنسی معجزہ ہیں بلکہ جدید دور کی تکنیکی صلاحیتوں کے بارے میں ایک زبردست پیشگوئی بھی ہے، جو پچھلی ایک صدی سے ہمارے سامنے کھل رہی ہے۔ ان آیات میں انسانیت کو زمین کی کششِ ثقل سے نکل کر آسمان کی طرف سیر کی دعوت ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ اس کے لیے زبردست قوت چاہیے۔ اگر آپ یہ قوت فراہم کر سکتے ہیں تو کششِ ثقل کی حدود کو پار کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہو گی۔

الحمد للہ !موجودہ دور میں انسان کو وہ ذہنی، جسمانی استطاعت اور مشینی طاقت حاصل ہو گئی ہے جس کے مناسب استعمال سے وہ زمین کی کششِ ثقل کی حد ”اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ“ سے با آسانی نکل جاتا ہے۔ زمین اور چاند کے درمیان میں خلائی اڈہ تعمیر ہو چکا ہے۔ جہاں چند برسوں میں آپ کو روزانہ کی فلائٹ مل سکے گی۔ چاند پر بھی خلائی سٹیشن قائم کیے جا رہے ہیں۔ انسان کا بنایا راکٹ زمین کے خاندان کے دور ترین سیارے پلوٹو تک تقریباً 30 کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے آٹھ ماہ میں پہنچ گیا ہے تاہم یہ کہاں تک جا سکے گا؟ اس کا جواب آیت نمبر 35 میں دیا گیا ہے:

یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ O

”(جب تم نکلو گے) پھینکے جائیں گے تم پر آگ کے گولے اور شمسی لہریں (Solar Flares) اور پھر تمہاری کوئی بھی مدد نہ کر سکے گا (ماسوائے اللہ تعالیٰ کے)“۔O

37۔ خلائی خطرات

آیت کریمہ 35 میں خبردار کیا گیا ہے کہ انسان چاہے جتنی تکنیکی صلاحیت حاصل کر لے، اللہ تعالیٰ سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ وہ جب چاہے اسے پکڑ لے گا۔ یعنی جو مہلت اور آزادی انسان کو ملی ہے وہ اس کا خاص انعام ہے، جس کے لیے ہمیں اس کا بہت شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

آیہ 35 میں جس تباہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، خلائی سائنسی مشاہدات سے معلوم ہوا ہے کہ خلائی گاڑیوں کا شہاب ثاقب سے ٹکرا جانا، یا سورج سے نکلنے والی آگ کے پھوار (Solar Flare) میں پھنس جانا یا کائناتی شعاؤں (Cosmic Radiation) کی زد میں آ کر خلائی گاڑیوں کا تباہ ہو جانا ممکن ہے۔ یہ خطرہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہے۔ سب سے زیادہ امکان شمسی لہروں (Solar flare) سے تباہی کا ہے۔ یہ چھ ہزار ڈگری سینٹی گریڈ گرم گیسوں کا مادہ ہے۔ جب سورج جوش میں آتا ہے تو یہ مادہ اُبل کر فضاء میں کروڑوں میل تک دُور کی مار کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی زبردست برقی مقناطیسی (Electromagnetic) طوفان آتا ہے جو بعض اوقات اتنا طاقت ور ہوتا ہے کہ زمین تک مار کرتا ہے۔ یوں اس کی زد میں آنے والے حساس خلائی آلات کو مستقل طور پر نقصان پہنچ سکتا ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ ان میں سے نکلنے والی بیشتر خطرناک شعائیں زمین کے اوپر آئنو کرہ (Iono Sphere) سے ٹکرا کر واپس آسمانوں کو چلی جاتی ہیں۔ لیکن انسان اپنا دُشمن خود ہے۔ مغربی ممالک نے پچھلے ایک سو سال میں ماحول کو اس قدر خراب کر دیا ہے کہ آئنو کرہ (Iono Sphere) کی چھت میں کیمیاوی کثافت (Chemical Pollutions) کی وجہ سے کافی بڑا سوراخ ہو گیا ہے۔ جس سے الٹرا وائلٹ شعائیں گزر کر زمین تک پہنچ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ابھی یہ شعائیں قطب شمالی پر گر رہی ہیں جو بے آباد ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ گنجان آباد علاقوں میں گرنے لگیں تو کروڑوں لوگ جلد کے کینسر میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ ابھی تک اللہ تعالیٰ نے اگر ہمیں بچا رکھا ہے تو اُس کا احسان ہے جس پر انسان کو رب کریم کا بہت شکریہ ادا

کرنا چاہیے، ورنہ ماحول کو مزید خراب ہونے سے بچانے کے لیے پوری کوشش کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت سے پہلے کے حالات سے انسانیت کو خبردار کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "قربِ قیامت میں زمین پر زلزلے اور آتش فشانی کے واقعات بہت ہوں گے۔ (مزید تفصیلات کے مصنف کی کتاب "قیامت اور حیات بعد الموت" کا مطالعہ کریں)

38۔ کہانی کا خاتمہ (ڈراپ سین)

یہاں سے ہماری کہانی کا خاتمہ (Drop Scene) شروع ہوجاتا ہے فرمایا:

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِO فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِO

"پھر (وہ وقت بھی آئے گا) جب آسمان ٹوٹنے پھوٹنے لگے گا۔ (آسمانی نظام درہم برہم ہونے لگے گا) ۔اس کے بعد ہو جائے گا مانند سُرخ پھول کےO پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔O

آیت 38-37 سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمینی قیامت کا آغاز آسمانوں میں کسی انتہائی غیر معمولی لہروں کے طوفان سے ہوگا۔ یہ گیسی مادہ (Gaseous Plasma) سورج اور اس کے سیاروں کے درمیان کششِ ثقل کا توازن کو خراب کر دے گا، جس کے نتیجے میں زمین پر شدید زلزلے آنا شروع ہوں گے، آتش فشاں پھٹنے لگیں گے اور سمندروں کا پانی خشکی پہ چڑھ دوڑے گا۔ یوں توازن کلیہ بگاڑ کائنات میں مسلسل پھیلتا جائے گا۔ دیگر ستاروں کی بھی تباہی ہونے لگے گی۔ ان کے آپس میں ٹکراؤ کی وجہ سے بڑے بڑے دھماکے ہوں گے۔ ان کا ملبہ مزید تباہی و بربادی کا باعث ہوگا۔ سائنسدانوں نے جدید خلائی دُوربینوں کی مدد سے دیکھا ہے کہ کائنات میں اس طرح کی قیامتیں کبھی بھی آسکتی ہیں۔ (دیکھئے ناسا کی تصاویر اگلے صفحات پر)

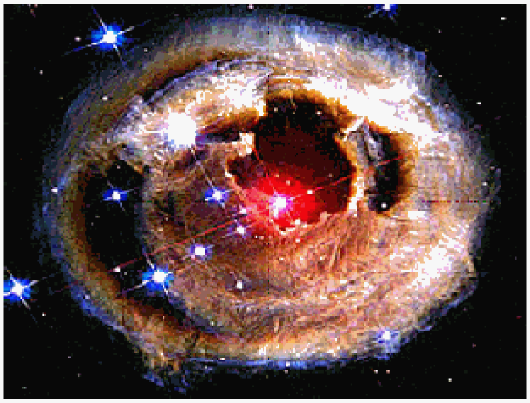

Starry Night, so named because it reminded astronomers of the Van Gogh painting. It is a halo of light around a star in the Milky Way.

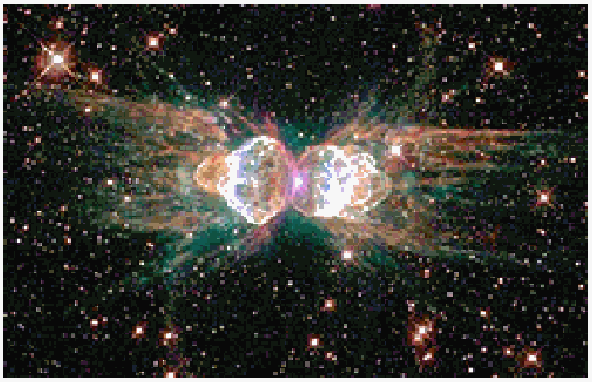

The Ant Nebula, a cloud of dust and gas whose technical name is Mz3, resembles an ant when observed using ground-based telescopes... The nebula lies within our galaxy between 3,000 and 6,000 light years from the earth.

The glowering eyes from 114 million light years away are the swirling cores of two merging galaxies called NGC 2207 and IC 2163 in the distant Canis Major constellation.

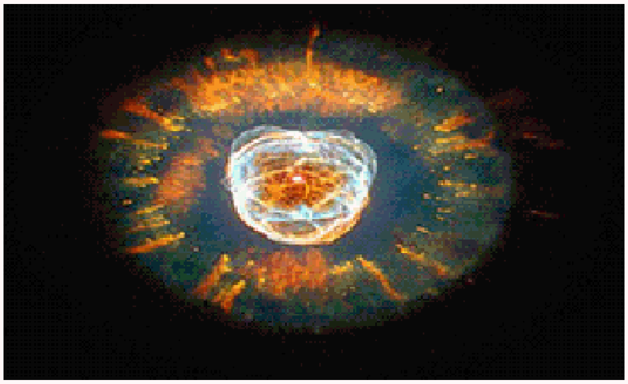

In third place is Nebula NGC 2392, called 'Eskimo' because it looks like a face surrounded by a furry hood. The hood is, in fact, a ring of comet-shaped objects flying away from a dying star. Eskimo is 5,000 light years from the Earth.

چھوٹی چھوٹی قیامتوں کا یہ سلسلہ کائنات کی قیامتِ کبریٰ میں جا کر ختم ہوگا۔ بالآخر سب کچھ مٹ جائے گا۔ سارا وجود لاوجود میں تبدیل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا کچھ باقی نہ رہے گا۔

(مزید تفصیلات کے لئے مصنف کی کتاب "قیامت اور حیات بعد الموت" کا مطالعہ کریں)۔

39۔ یوم الدین۔ جزا و سزا کا دن

قیامت کبریٰ کے بعد یوم الدین ہوگا یعنی سزا اور جزا کا دن۔ عالم شہادت اب عالم غیب میں داخل ہو جائے گا پھر یوم الحشر ہوگا۔ ہر ذی رُوح اپنا نامہ اعمال اُٹھائے رب کائنات کے سامنے حاضر ہوگا۔ کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ سب کچھ، سب کے سامنے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگا۔

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ O فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O

پھر اس دن نہ پوچھا جائے گا گناہوں کے متعلق انسانوں سے اور نہ ہی جنات سے (ہر چیز بہت واضح ہوگی)"۔O "پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔O

یہاں سے نئے نظام (New Order of Existance) کا آغاز ہوگا۔

قارئین غور فرمائیں کہ سورۃ الرحمٰن کی پہلی 38 آیات میں عالم شہادت کا ذکر ہے اور آخر کی 38 آیات میں (یعنی 78-40) میں عالم غیب کے جہانوں، دوزخ اور جنت کا ذکر ہے۔ سبحان اللہ! کیا حسابی توازن ہے؟

40۔ مجرموں کا حال

میدانِ حشر میں سب سے زیادہ بُرا حال اِن مشرکین، کفار، منافقین اور اللہ تعالیٰ کے باغیوں کا ہوگا، جو یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ دُنیا میں جو ظلم کر رہے ہیں اس کا حساب نہ ہوگا۔ یہ لعنتی دُور ہی سے اپنی پیشانیوں سے پہچانے جائیں گے۔ مندرجہ ذیل آیات اُن کی کیفیات کا آئینہ ہیں۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ O فَبِاَيِّ
اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ O
يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ O فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O

"(بلکہ) مجرم اپنے پیشانیوں سے پہچانے جائیں گے۔ پھر انہیں پیشانی کے بالوں اور قدموں سے پکڑ کر جہنم میں پھینکا جائے گا O پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ O (فرشتے کہیں گے) یہی وہ جہنم ہے جس کو مجرم (دُنیا میں) جھٹلاتے تھے O وہ اُس (جہنم) کے اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگائیں گے (شاید نکلنے کا کوئی راستہ مل جائے) O پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔O

قرآن مجید میں جہنم کے حالات اس لیے بتائے گئے ہیں کہ انسان کو دُنیاوی حیات میں ہی معلوم ہو جائے کہ گنہگاروں کا انجام کیا ہے۔ اس ہولناک نظارے کا تصور کریں کہ مجرم قطار وں میں کھڑے ہوں گے اور فرشتے ایک ایک کو ناخنوں اور سر کے بالوں سے پکڑ کر جہنم کی آگ میں پھینک رہے ہوں گے۔ سزا یافتہ لوگ آگ کے دریا سے نکلنے کے لیے چکر کاٹ رہے ہوں گے لیکن نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔ کاش کہ انہوں نے دنیا میں راہِ راست (اسلام کا طریقہ) اختیار کیا ہوتا تو آج اس ذلت کے عذاب سے بچ جاتے۔ افسوس کہ لوگوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے دین کی منکر اور طرح طرح کے جرائم میں مبتلا ہے۔ اے اللہ! ہمیں معاف فرما، ہدایت پر رکھ، ہدایت پر چلا اور ہدایت پر اُٹھا۔ اِنَّکَ اَنْتَ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمُ۔

41۔ جنّتی اور جنّت

اگلی آیات کریمہ (77-46) میں ان خوش قسمت لوگوں کے حالات کا بیان ہے جو

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں۔ وہ اپنے رب پر دل سے ایمان لاتے ہیں اور ہر کام میں اُس کی رضا چاہتے ہیں۔ بُرائی سے ہر ممکنہ حد تک وہ بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی دعا ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (اے ہمارے رب ہمیں احسن دنیا عطا فرما اور احسن آخرت اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا)۔ سبحان اللہ! دینِ اسلام میں دُنیاوی حیات کی بہتری بھی ہے اور آخرت میں جہنم کی آگ سے نجات بھی۔ جنت میں بے شمار درجات ہیں۔ اعلیٰ تر اعمال والے اعلیٰ تر درجات پر ہوں گے، ادنیٰ اعمال والے ادنیٰ درجات پر ہوں گے، ہر ایک آدمی کو وہی ملے گا جس کا وہ حقدار ہوگا۔

آیاتِ کریمہ 77-46 میں مختلف طبقات کے جنتیوں کے حالات کا ذکر ہے۔ جنت کی طرح طرح کی نعمتوں کو استعارہ کی زبان میں، دنیا کی انتہائی پرکشش اور پسندیدہ چیزوں کی مثال دے کر بیان کیا ہے۔ تاہم جنتی ماحول اور وہاں کے انعامات سے دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ چیز کو بھی کوئی نسبت نہیں ہوگی۔ وہاں کی خوبصورتی، لذّات اور اطمینان کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ ایک روحانی کیفیت ہے۔ جنت کی اہم صفت یہ ہوگی کہ انسان کو ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ خواہش کرے گا۔ دنیا کا بڑے سے بڑا انعام، جنت کی ادنیٰ ترین درجہ کی نعمت کے مقابل ہیچ ہوگا۔

جنت کے خواہش مندوں کے لیے آیت نمبر 46 وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (۴۶) "جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے پر ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں"، بڑی خوشخبری ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے رغبت اور دل میں اُس کا خوف ہونا لازمی شرط ہے۔ اس کیفیت کا نام تقویٰ ہے اور ایسے مومن کو قرآن کریم کی اصطلاح میں متّقی کہا گیا ہے۔ ان کی زندگی اللہ تعالیٰ کے احکام کے تابع ہوتی ہے۔ عام طور پر لوگ اللہ تعالیٰ کی رواجی عبادت تو کرتے ہیں لیکن دل سے نہیں مانتے بلکہ اپنے آباؤاجداد کے تصور پر چلے آرہے ہیں۔ افسوس! کہ آج کل بڑے بڑے نامِ نہاد عابدوں اور زاہدوں کے ہاں بھی یہی طرزِ عمل ہے۔ غیر اسلامی رسومات، مشرکانہ کلچر اور مغربی تہذیب پہلے، دین بعد میں آتا ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے

ہاں اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اُس کا ذکر رواجی ہے۔ ہم نمازیں پڑھتے ہیں لیکن صلوٰۃ قائم نہیں کرتے، اس لیے کہ ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں اور اس کے احکام کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ اگر ہم واقعی اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو دل سے تسلیم کریں اور اس کی صفات پر یقین رکھیں تو پھر ہمیں اس کی عظمت اور طاقت کا خوف بھی ہوگا۔ ہم اگر مانتے ہیں کہ وہ سَمِیْعُ الْبَصِیْر ہے تو پھر ہم گناہ کا تصور بھی نہیں کرتے۔ ایسے ایمان والوں کے لیے جیسا کہ آیت نمبر 55 سے ظاہر ہے، ایک جنت تو کیا، دو جنتیں ہیں۔ وہ کامیاب نفوس جو درجہ مطمئنہ پر فائز ہیں، موت کے بعد عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ اُنہیں ایک خاص جنت میں بھیجے گا جس کے متعلق سورۃ الفجر (آیات، 27-30) میں ارشادِ الٰہی ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۷) ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (۲۸) فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ (۲۹) وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (۳۰)

(ایسے نیک بختوں کی موت کے وقت فرشتے اُن سے مؤدبانہ کہتے ہیں): "اے نفسِ مُطمئنہ (مُبارک ہو)! لوٹ آؤ، اپنے رب کی طرف۔ تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی"۔ (اس خوشخبری کے بعد وہ بندہ خوشی خوشی فرشتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے۔ ربِ رحیم اپنی کمال مہربانی سے فرماتے ہیں): "تم داخل ہو جاؤ میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جاؤ میری (خاص) جنت میں"۔ (سورۃ الفجر، آیات 27-30)

اے اللہ! اے رب! ہمیں بھی اس عزت سے سرفراز فرمانا۔

مندرجہ ذیل آیات (48-58) میں استعارۃً جنت کی مختلف کیفیات بیان فرمائی گئی ہیں۔

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ
اِسْتَبْرَقٍؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ O فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ O فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ
وَلَا جَآنٌّ O فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ
وَالْمَرْجَانُ O فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ O

"پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔O
اِن میں (ہر چیز کے) دو دو جوڑے ہیں Oان دونوں میں بہتے ہیں دو دو چشمے O
پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ O
ان دونوں (جنتوں) میں ہر طرح کے میوہ جات ہیں دو دو قسموں کے O پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ O
(جنتی) بیٹھے ہوں گے وہاں تکیے لگائے قالینوں پر جن کا استر نہایت عمدہ ریشم کا ہے اور ان دونوں (جنتوں) میں (میوے) ہوں گے ان کے بہت قریب O پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ O
ان میں عورتیں ہیں پردہ دار (حوریں) جنہیں نہیں چھوا اس سے پہلے، کسی انسان نے اور نہ کسی جنات نے O پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ O
گویا کہ وہ (ڈبی بند محفوظ) یاقوت اور مونگے ہیں O پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔O

اِن آیاتِ کریمہ میں استعارہ کی زبان میں ان نعمتوں کا ذکر ہے جو ان خوش نصیبوں کے

لیے جو جنت میں جائیں گے مثلاً وہاں قسم قسم کے ایسے پھلدار درخت ہیں جن کی شاخیں پھلوں سے لدی پڑی ہیں۔ایک ہی درخت پر دودو قسموں کے پھل ہوں گے۔ان کے اشارے پر پھلوں سے لدی ہوئی شاخیں آگے بڑھیں گی تاکہ اپنی خواہش کے مطابق لے لے جو لینا چاہتا ہے۔وہاں وہ قالینوں پر تکیے لگائے آرام فرما ہوں گے جو بے مثل بہترین ریشم سے بنے ہونگے۔اُن کے لیے وہاں ایسی محبت کرنے والی وفاشعار بیویاں ہوں گی جن کی خوبصورتی ،شرم وحیا اورنزاکت کی مثال نہیں۔ایسے معلوم ہوگا جیسے وہ نہایت دیدہ زیب اعلیٰ قسم کے یاقوت اور مرجان سے بنائی گئی ہیں۔یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ جنت کی نعمتوں کا دُنیا میں تصور بھی کر سکے۔

42۔ احسان کابدلہ احسان

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو جنت کی لازوال نعمتیں ،ان کے ایمان اور صالح اعمال کے بدلہ میں عطافرمائے گا۔اُس کا قانون ہے:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ

”احسان کابدلہ احسان کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟“

یقیناً،احسان کا بدلہ احسان ہی ہونا چاہیے۔سورۃ الرحمٰن اللہ تعالیٰ کے احسانات کی یاددہانی ہے۔اس کی 78 آیات میں آیت کریمہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ 31 دفعہ باربار انسان کو اپنے رب کے احسانات کی یاددہانی کراتی ہے:”تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟“۔اس سے ہر کس و ناکس پر واضح ہوجانا چاہیے کہ اس کی نعمتوں پر شکر یہ ادا کرنے والا اللہ تعالیٰ کو کتنا عزیز ہے اور جھٹلانے والا کس قدر ناپسندیدہ ہے۔

اس کی دنیاوی مثال ایسے ہے جیسے ایک ماں اپنے لاڈلے بچے کو طرح طرح کی پسندیدہ چیزیں کھلا رہی ہے اور پیار سے پوچھتی جاتی ہے”تم میری کس کس چیز کا انکار کروگے، میں تو تمہیں ایک سے بڑھ کر ایک مزیدار نعمت کھلاتی جاؤں گی“۔رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ستر ماؤں کی نسبت سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے۔ اس نے اپنی ذاتِ پاک پر رحمت لکھ لی ہے "پیاری پیار" اس لیے آپ مانیں یا نہ مانیں، وہ آپ پر مہربانیاں کرتے ہی جاتا ہے۔ آیئے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم اس کے لیے کیا کرتے ہیں؟ اگر وہ کبھی پکڑتا بھی ہے تو ہماری بہتری کے لیے۔ ورنہ اس کی ذات پاک تو خود الحمد ہے، اسے بندوں کی تعریف کی کیا ضرورت: وہ خود الغنی ہے، اسے کسی کی کیا پرواہ؟ وہ خود الصمد ہے، اسے کسی کی مدد کی کیا ضرورت؟ وہ خود الحی القیوم ہے، اسے زوال سے کیا ڈر؟

اپنے بندوں کے لیے حق تعالیٰ کی قدر افزائی دیکھیے۔ حالانکہ انسان کا ایمان اور عمل صالح اس کے اپنے ہی فائدہ کے لیے ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان کے تقویٰ اور نیکی کا ذکر ایسے کرتے ہیں جیسے یہ اس کی عظیم ذات پر ہمارا احسان ہے۔ سوچیے وہ ذاتِ پاک جو مالکِ کون و مکان ہے، زندگی اور موت دینے والا ہے، زمین و آسمان کا مالک ہے، وہ تو اپنے بندوں کی نیکی کو اپنے اوپر احسان کہہ کر اس کا بدلہ دیتا ہے، دوسری طرف ہم ناشکرے کہ اسلام جو انسان پر سب سے بڑا احسان ہے، اس کی ناقدری کرتے ہیں۔ اس کے احکامات کے مطابق زندگی نہیں گزارتے، اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع نہیں کرتے۔ فیصلہ کریں کہ ایسے ناشکروں کی کیا سزا ہونی چاہیے؟

اپنے رب کے احسانات کا بدلہ یہ ہے کہ اس کے دیے گئے اصولوں پر عمل کریں، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعمیل کریں، حقداروں کو اُن کا حق پہنچائیں، رب تعالیٰ کی دی گئی نعمتوں پر سانپ بن کر نہ بیٹھ جائیں بلکہ دوسروں میں خوب تقسیم کریں اور جو کوئی ہم سے نیکی کرے اس سے بہتر بدلہ دیں اور ہر قسم کے ظلم سے بچیں۔

43۔ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَام

سورۃ الرحمٰن کی آخری آیت رب تعالیٰ کی عظمت کی یاد دہانی ہے فرمایا:

تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ O

"بڑی برکت والا نام ہے تیرے ربّ کا، بڑی عظمت والا اور بزرگی والا"۔

ربّ تعالیٰ کا ذاتی نام "اللّٰہ" ہے جو مجموعہ صفات ہے، بہت برکت والا، عظمت والا، بزرگی والا۔ اس کے ذکر سے قلوب کو اطمینان ملتا ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ.
اسم مبارک "اللّٰہ" دو صوت پر مشتمل ہے۔ ال ل... اور ل ااا ہ..... جب ہم ال ل ل .... کی صوت نکالتے ہیں تو زبان اُٹھ کر تالو کے اس حصہ پر دباؤ ڈالتی ہے جس میں، میڈیکل سائنس کے مطابق ایسے خودکار خلیات (Mechenoreceptor Cells) ہیں جو دل کی تنگی دُور کرتے ہیں۔ زبان تالو کے ساتھ اس وقت تک چپکی رہتی ہے جب تک دماغ اُسے ل ااا ہ... کا نیا سگنل نہیں دے دیتا۔ ل اا ہ... کی صوت نکالنے کے لیے زبان کھلے منہ کے درمیان کھڑی ہو جاتی ہے اور تالو سے اکٹھے کیے ہوئے ہارمونز جذب کرنے لگتی ہے۔ یوں اللّٰہ... اللّٰہ... اللّٰہ کے کچھ دیر مسلسل ذکر سے طبیعت آسودہ ہو جاتی ہے۔ اگر ہم توجہ، محبت اور عاجزی سے اپنے قلب پر بار بار اللّٰہ کا ذکر کریں تو مالکِ کون و مکاں کا قُرب حاصل ہو گا۔ دُنیا و آخرت میں عزت، سکون اور حفاظت ملے گی۔ (ان شا اللہ)

44۔ یاددہانی (Reminder)

بھائیو اور بہنو! ہم نے ابھی ابھی قرآن کریم کی ایک عظیم الشان سورۃ کا مطالعہ کیا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس سے ہم نے کیا پایا؟ یہ تجزیہ ضروری ہے۔

سورۃ پاک کا آغاز اللہ تعالیٰ کے شاندار اسماءِ حُسنیٰ الرحمٰن سے ہوا اور اس کا اختتام ذِی الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ پر ہوا ہے۔ اِن کے درمیان ربّ العزت کی بیش بہا، بے مثال مہربانیوں کا ذکر ہے جن کی گواہی کائنات کا ذرّہ ذرّہ دے رہا ہے، اس کے ساتھ ساتھ "فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ" کے فرمان سے بار بار انسان سے پوچھا جا رہا ہے کہ تیرے ربّ نے یہ کائنات تمہارے لیے بنائی، اس میں جو کچھ ہے تمہارے لئے مسخر کر دیا، تم اپنے مالک کی اس عزت افزائی، جاہ و جلال و انعام و اکرام کا کیسے شکریہ ادا کرتے ہو؟

سورۃ پاک کی پہلی آیت اَلرَّحْمٰن ہےاوردوسری آیت عَلَّمَ الْقُرْاٰن ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانیت کے لیے قرآن کریم سے بڑی اورکوئی نعمت نہیں ہے۔سوچئے کی یہ بات ہے کہ ہم نے اس نعمت کی کیاقدر کی اوراس سے کیافائدہ اٹھایا؟

تیسری آیت میں فرمایا گیا خَلَقَ الْاِنْسَانَ اگران دونوں آیات کے تعلق پر تفکر کریں تو پتا چلتا ہے کہ انسانی فطرت قرآن کریم کے مطابق ہے اوراس کی فلاح صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ہے۔لہٰذاانسان کی صلاحیتیں اس وقت اُجاگر ہوں گی جب وہ اپنی زندگی قرآن کریم کے کے مطابق ڈھال لے گا۔خاتم النبیین کی سُنت کواپنی زندگی کا طریقہ بنالے۔سوچیے!ہماری زندگیوں میں قرآن پاک کی کیااہمیت ہے؟

اگلی آیت عَلَّمَهُ الْبَيَانَ سے پتا چلتا ہے کہ معراجِ انسانیت علم میں ہے۔جس کی وجہ سےانسان کومقام خلافت عطاہوا۔سوچیے!آج کا مسلمان علم الاشیاء میں جاہل کیوں ہے؟

سورۃ الرحمٰن کے آغازہی میں اللہ تعالیٰ شمس وقمر کے حوالے سے موجودات کے درمیان توازن کی اہمیت کوواضح فرماتے ہیں۔کائنات کی نشوونمااورزمین پرہماراوجوداسی توازن کی وجہ سے ہے۔انسانی معاشرہ کی نشوونمااوربقا کاانحصاربھی زندگی کے معاملات اورماحول میں باہمی توازن پرہے۔اِس لیے نصیحت کی جاتی ہےاَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ O "خبردارتم ہرگزمیزان میں خرابی نہ ہونے دینا" وَاَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ O "اورزندگی کے ہرشعبہ میں نظام عدل قائم کرواورناپ تول میں ہرگزکمی نہ کرنا"۔سوچیے!کہ ہم انفرادی اوراجتماعی طورپران احکاماتِ الٰہیہ کانفاذکررہے ہیں یانہیں؟ہمارے حکومتی ادارےاس فرض کوکیسے پوراکررہے ہیں؟

اگرآپ کاگھرانہ،معاشرہ یاملک غریب اورمسکین ہے،اگراقوام عالم کی صف میں آپ کوعزت کاوہ مقام نہیں مل رہا،جس کی آپ خواہش رکھتے ہیں،اگرآپ کے ملک میں امن وامان نہیں توآگاہ ہوجاؤ!آپ کی ذات،معاشرہ اورملک کانظام میزان یاعدل کانظام خراب ہے۔

مسلمانو!اگراصلاح چاہتے ہو،اللہ تعالیٰ کی رحمت چاہتے ہواوربرکات کی خواہش رکھتے ہوتواَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ کے حکم پرعمل کرو۔اسی میں ہماری نجات ہے،یہی صراطِ مستقیم ہے،جوسیدھی جنت کوجاتی ہے۔

ضمیمہ .I

جنت اور دوزخ کی حقیقت

جنت کا لفظ "جن" سے ہے یعنی "چھپا ہوا" ہے اس لیے گھنے باغ کو بھی جنت کہتے ہیں۔قرآن کریم کی جنت ہمارے تصورات سے بالاتر ماورائی باغ ہے جس میں کبھی خزاں نہ ہوگی۔پانی کی نہریں بہہ رہی ہونگی۔وہاں ہر نعمت آپ کی چاہت پر حاضر ہوگی۔وہاں کے کھانے اور شروب ہمارے تصور سے بھی زیادہ خوبصورت ذائقہ دار اور تر و تازہ ہوں گے آپ کے ساتھی ایسے ہوں گے جو ایک سے بڑھ کر ایک ہوں گے۔مردوں کے لیے بیویاں ایسی ہوں گی جن کا کوئی ثانی نہیں۔آپ کی ہر خواہش وہاں پوری ہوگی۔کوئی لغو اور فحش بات نہ ہوگی۔ہر مرد اور عورت جنت میں سو فیصد مطمئن ہوگا اور کسی کو کسی طرح کا کوئی خوف ہوگا نہ غم۔

جنت میں انسانوں کے اعمال کے مطابق اُن کے درجات ہوں گے۔آپس میں جنتی بات چیت کریں گے۔پُرانی زندگی کے واقعات بھی یاد کریں گے۔وہ بدقسمت عزیز، رشتہ دار، واقف کار دوست جو دوزخ میں ہوں گے اُن سے بھی رابطہ ہوگا۔وہاں کی سب سے زیادہ خوش کن نعمت اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوگا اور سب سے زیادہ سُرور کا وقت اللہ تعالیٰ کے دیدار کا وقت ہوگا۔

جنت کی مندرجہ ذیل خصوصیات بھی قابلِ غور ہیں۔

1۔ جنت میں کسی کو کسی طرح کا غم ہوگا نہ فکر۔ **لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ** ،کوئی بیماری نہ ہوگی، نہ موت ہوگی، نہ کسی سے دُشمنی ہوگی، نہ کسی چیز کے کھو جانے کا خوف ہوگا اور نہ کل کی فکر ہوگی۔

2۔ جنت امن کا گہوارہ ہے۔ **اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ** "بے شک متقی امن والی جگہ پر ہوں گے"(القرآن: 44:51)۔دُنیا میں اگرچہ وہ ایک دوسرے کے دُشمن بھی رہے ہوں، مگر جنت میں اُن کے درمیان کوئی رنجش نہیں ہوگی۔

3۔ "ان کا آپس میں شعار السلام علیکم ہوگا" ۔ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (10:10) ۔آپس میں میل جول پر السلام علیکم کہیں گے اوران کی اخیر بات بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہوگی۔

4۔ جنت حجم میں اس ساری کائنات سے وسیع تر ہوگی سَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ (القرآن: 3:133) ہے۔"دوڑ بخشش کی طرف اور جنت کی طرف، جس کا عرض تمام آسمانوں اورالارض سے بھی بڑا ہے" ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت ہمارے عالم شہادت کا حصہ نہیں بلکہ اس کے متوازی کوئی اور دُنیا ہے ۔یہ کہاں ہے؟ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ یہ بالکل قریب اور موجود ہے۔شہداء موت کے فوری بعد وہاں منتقل ہوجاتے ہیں۔(سورۃ یٰسین)جدید سائنسی معلومات بھی اسی طرف جارہی ہیں کہ کائنات ایک نہیں بلکہ کئی متوازی کائناتیں ہوسکتی ہیں۔(واللّٰہ اعلم)

5۔ جنت میں داخل ہونے کے دروازے ہیں۔(القرآن: 39:73)

6۔ جنت میں جنتیوں کے درمیان باہمی ہنسی مذاق، کھیل کود بھی ہوگا۔(القرآن: 22 تا 52:23)

7۔ جنت اور دوزخ دُور دُور نہیں بلکہ دونوں کے درمیان ایک برزخ (دیوار، پردہ) ہے جسے اعراف کہا گیا ہے۔اعراف ایک عارضی مقام ہے جو بالآخر تحلیل (Dissolve) ہوجائے گا۔ اعراف میں عذاب تو بہرصورت نہیں ہوگا البتہ کرب ہوگا۔بالآخر اعراف کا دروازہ جنت کی طرف کھل جائے گا اور اہل اعراف جنت میں داخل ہوجائیں گے۔دوزخ سے رہائی پانے والے جنت میں داخلہ سے پہلے یہاں انتظار کریں گے۔(القرآن: 7:46)(کما صرحہ فی کتب التفاسیر)

دوزخ کی حقیقت

1۔ دوزخ جنت کے بالکل اُلٹ ہے۔ یہ تکلیف کا گھر ہے۔ اس کا ایندھن پتھر اور گنہگار آدمی ہیں۔ (القرآن: 2:24) اس کی آگ ایسی ہے جو دلوں تک پہنچتی ہے۔ اگر دُنیاوی مثال لیں تو کہیں گے کہ اس کے پتھر ریڈیو ایکٹیو ہیں۔ ان سے نکلنے والی شعائیں جلاتی نہیں بلکہ نہایت پریشان کن اور تکلیف دہ ہیں۔ نیوکلیئر ری ایکٹر میں یورینیم کے فیول سے ایسی ہی شعائیں نکلتی ہیں۔ انتہائی گرم چُبھنے والی پاس پڑی چیزوں کو بھی ریڈیو ایکٹیو بنا ڈالتی ہیں۔ غالباً آدمیوں کا ایندھن بن جانا ایسے ہی ہو۔ (القرآن: 16 تا 14:17)

2۔ جنت کی طرح دوزخ بھی اس وقت کہیں موجود ہے۔ (القرآن: 28 تا 74:31)

3۔ جنت بہت کھلی ہے اس کا عرض بہت زیادہ ہے۔ اس کے برعکس دوزخ کسی انتہائی گہرے کنوئیں کی طرح ہے جس کے اندر لگی ہوئی آگ باہر شعلے مارتی نکلتی رہتی ہے۔ دوزخی اس میں ڈال دیے جائیں گے۔ (القرآن: 50:30) اس کی دُنیاوی مثال کسی ستارے کے بلیک ہول (Black Hole) کی طرح ہو سکتی ہے جو پاس سے گزرنے والی ہر چیز کو اندر کھینچ لیتا ہے۔

ضمیمہ .II

ہماری صحت اور جنّتی خوراک

سورۃ الرحمٰن کی آیات 9 سے 12 میں کائنات میں انسان کی موجودہ زندگی میں رہائش گاہ یعنی زمین کی خصوصیات کا ذکر فرمایا گیا ہے فرمایا وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ "اور زمین کو مخلوق کے لیے وضع (تیار) کیا گیا"۔ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ "اس میں طرح طرح کے پھل رکھے اور کھجور جس کا پھل گچھے دار ہوتا ہے"۔ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ "اناج چھلکے والا اور خوشبودار"۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ "پھر تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟"۔

اسی سورۃ پاک میں جنتیوں کے لیے طرح طرح کی نعمتوں کا بھی ذکر ہے۔ ان کے کھانے کے لئے وہاں انواع واقسام کے پھلوں کا ذکر ہے۔

کردستان کے "اکرام کردی" اور پاکستان کے جمیل اختر صاحب نے قرآن کریم میں کھانے پینے کی جن چیزوں کا ذکر آیا ہے ان کی آیت در آیت فہرست تیار کی ہے۔ (جناب اکرام کردی کی ریسرچ Quranic Food کے نام سے انٹرنیٹ پر تلاش کی جا سکتی ہے)۔ اس فہرست میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ پورے قرآن پاک میں کسی کھانے یا پینے کی چیز کا ذکر کتنی بار آیا ہے۔

چوں کہ ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے، اس لیے اگر آپ صحت مند زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو اپنی خوراک کے انتخاب میں انہیں ضرور ترجیح دیں اور جن چیزوں کا ذکر نسبتاً زیادہ دفعہ آیا ہے، ان کا استعمال بھی نسبتاً زیادہ کریں مثلاً

☆ قرآن کریم میں پینے کی چیزوں میں مجموعی طور پر سب سے زیادہ اہمیت پانی کو ہے جس کا ذکر 100 سے زائد دفعہ آیا۔ یہ جنتی مشروب بھی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم پانی زیادہ سے زیادہ پئیں۔ جدید سائنس بھی اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ ایک عام آدمی کو 24 گھنٹوں میں 2 سے 3 لیٹر یعنی تقریباً بارہ گلاس پانی پینا چاہیے۔

☆ پانی کے بعد مختلف اقسام کے گوشت یعنی پروٹین آتے ہیں، ان میں چوپائیوں کا ذکر 74 دفعہ اور

پرندوں کا 21 دفعہ ہوا ہے۔سمندری خوراک (Sea Food) 5 دفعہ، بٹیر 3 دفعہ، بکری 1 دفعہ، اونٹ 11 دفعہ، بچھڑا 10 دفعہ، بھیڑ کا ذکر 3 مرتبہ فرمایا گیا ہے۔اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ پروٹین ہماری خوراک کا لازمی حصہ ہونا چاہیے۔لیکن ایک ہی قسم کے گوشت کی عادت نہ بنائی جائے۔بہتر یہ ہوگا کہ مختلف نوع کا گوشت بطور خوراک کھائیں۔خصوصاً پرندوں کا گوشت اس لیے کہ یہ جنتیوں کی خوراک بھی ہے۔

☆ نباتاتی خوراکوں (Plant Foods) میں مختلف اقسام کے پھلوں کا ذکر 58 دفعہ اور بقیہ دیگر کھانے والی چیزیں مثلاً اناج، پیاز، لہسن، دالوں کا ذکر 22 دفعہ ہوا ہے۔

اس حوالہ سے دیکھا جائے تو ہمارے ملک کی مروجہ خوراک میں پھلوں کا حصہ بہت کم ہے جب کہ قرآن کریم میں پھلوں کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔اچھی صحت کے لیے چاہیے کہ ہم پھلوں کی مقدار کو بڑھائیں اور کاربوہائیڈریٹ (نشاستہ دار خوراک) کو کم کریں۔

☆ پھلوں میں سب سے زیادہ ذکر کھجور کا 22 دفعہ ہوا ہے۔اس کے بعد انگور کا 11 دفعہ، زیتون 7 دفعہ، انار 3 دفعہ، کیلا 1 دفعہ، انجیر 1 دفعہ۔اس کا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ ہمیں کھجور کا استعمال بڑھانا چاہیے۔اسی طرح انگور، زیتون اور انار بھی زیادہ لیں۔

☆ کھجور، انگور، انار اور کیلا کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ اگرچہ جنتیوں کے لیے انواع و اقسام کے پھلوں کا ذکر ہے، لیکن خصوصی طور پر انہی چاروں کا نام لیا گیا ہے۔اس کا مطلب ہم یہ لے سکتے ہیں کہ یہ چار پھل یعنی کھجور، انگور، انار اور کیلا خصوصی طور پر صحت، جوانی اور قلبی اطمینان کے لیے بہت مفید ہیں۔

☆ خوردنی تیل میں سرسوں (Mustard) کے تیل کا ذکر 2 دفعہ اور زیتون (Olive) کے تیل کا 1 دفعہ ذکر ہے۔شہد اور دودھ کا 2، 2 دفعہ ذکر آیا ہے۔اس کا مطلب یہ لے سکتے ہیں کہ کھانا پکانے کے لیے سرسوں کے تیل اور زیتون کے تیل کو ترجیح دی جائے۔

☆ بطور مشروب شہد اور دودھ کے استعمال کو بڑھایا جائے۔

(اس سلسلے میں مزید تفاصیل کے لیے مصنف کی کتاب

"اسلام کا ہمہ گیر نظام صحت اور فطری طریقہ علاج" کا مطالعہ مفید ہوگا)۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۃُ 103: اَلْعَصْرِ

(مکی سورۃ۔کل آیات 3)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے جو الرحمٰن ہے۔ الرحیم ہے۔ (جس کی رحمت زمان ومکاں پر مسلسل چھائی ہوئی ہے)
وَالْعَصْرِ (١)	قسم ہے گزرتے ہوئے وقت کی O
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ (٢)	بے شک انسان مسلسل خسارہ میں ہے O
اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (٣)	سوائے ان کے جو ایمان لائے اور صالح اعمال کیے اور نصیحت کرتے ہیں حق کے ساتھ، اور نصیحت کرتے ہیں نہایت صبر سے (مستقل مزاجی کے ساتھ) O

سورۃ العصر۔تعارف اور مضامین

حروف کے شمار سے سورۃ العصر قرآنِ حکیم کی چھوٹی ترین سورتوں میں سے ہے مگر اپنے معانی کے لحاظ سے اس کی آیات اتنی جامع ہیں کہ راہِ نجات اور دُنیا و آخرت میں کامیابی کا راستہ یہ واضح کر دیتی ہے۔اس کی صرف 3 آیات میں وقت کے حوالے سے مسلمانوں کے انفرادی، اجتماعی اور معاشرتی فرائض بیان کر دیے گئے ہیں۔امام شافعیؒ کا قول ہے"اگر لوگ اس سورۃ کو صحیح طور پر سمجھ لیں تو یہ ان کی ہدایت کے لیے کافی ہے"۔(سبحان اللہ)

اصحابِ رسولؐ کے نزدیک اس سورۃ کی اہمیت اس قدر تھی کہ جب بھی وہ آپس میں ملتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ایک دوسرے کو سورۃ العصر سنا نہ لیتے۔یہ اس لیے کرتے تھے کہ ایک دوسرے کو (اور خود اپنی ذات کو بھی) انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کی یاددہانی کرواتے رہیں۔

"العصر" مترادف ہے لفظ "دھر" کے اس لحاظ سے کہ دونوں وقت کو کہتے ہیں۔فرق یہ ہے عصر وقت کا ایک حصہ ہے جب کہ الدھر مجموعہ الاوقات ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ"تم میں سے کوئی وقت(دھر) کی ملامت(بُرا) مت کرے(چوں کہ)دھر خود اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ الدھر "مکمل وقت"(Absolute time)،وقت بغیر آغاز اور اختتام کے (Total time)ہے جس میں تمام واقعات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

جب کہ العصر، وہ وقت ہے جو گزر رہا ہوتا ہے۔یعنی تسلسل سے آنے والا عرصہ (Consisting of a succession of periods) گزرتی ہوئی زندگی ہے۔ وقت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔جو وقت عرصہ گزر گیا وہ ہاتھ سے نکل گیا۔صرف موجودہ (Current) لمحہ ہمارے اختیار میں ہے۔مگر وہ بھی گزر جائے گا،اس لیے اپنے آج کی فکر اور قدر کرو۔گزرے ہوئے وقت میں جو غلطیاں کی اُس کی معافی مانگتے رہیں اور آنے والے وقت کے لیے محتاط رہیں۔

تفسیر سُوْرَۃُ الْعَصْرِ

45۔ وَالْعَصْرِ۔وقت کی اہمیت

اللہ تعالیٰ اس سورۃ میں تیزی سے گزرتے زمانے (وقت) کی قسم کھا رہے ہیں۔یاددہانی ہے کہ وقت رُکتا نہیں بلکہ ہر لمحہ ہمارے ہاتھوں سے ریت کی طرح نکل رہا ہے۔انسان پر اس بات کی اہمیت واضح کرتی ہے کہ اُس کی سب سے قیمتی متاع اُس کی زندگی ہے۔اس میں کی گئی کمائی حیات بعدالموت کام آئے گی۔لیکن بیشتر لوگ ان قیمتی لمحوں کو بہتر انداز سے گزارنے کی بجائے صرف وقت کو گزار رہے ہوتے ہیں۔یہ کبھی سوچتے نہیں کہ رب تعالیٰ زندگی کے ایک ایک لمحے کو محفوظ کر رہے ہیں۔ایک ایک سیکنڈ کا حساب لکھا جا رہا ہے۔لیکن افسوس کہ بے شمار لوگ اپنی زندگی کے دن کھیل تماشہ میں گزار دیتے ہیں۔جب کہ یہ اتنی اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی قسم کھا کر فرماتے ہیں۔اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ جو اس بات کی دلیل ہے کہ انسان مسلسل اپنی قیمتی ترین متاع کو ضائع کر رہا ہے۔عقلمند آدمی وہ ہے جو اپنے حال کو ماضی کے پچھتاوں میں ضائع نہیں کرتا ہے اور نہ اپنے حال کو مستقبل کی فکر میں گنواتا ہے۔وہ جانتا ہے کہ وقت کی قدر میں اضافہ (Value addition) صرف حال میں ہی ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ "نیکی میں سبقت لو" موجودہ لمحے میں غصہ پی کر، کسی کی خدمت کر کے، کسی کو معاف کر کے، کسی کی طرف مسکرا کر دیکھنا، چلتے ہوئے راستے سے کوئی رکاوٹ دُور کرنا بھی نیکی ہے۔

حال میں جیتے ہوئے اس کی زندگی کا ہر لمحہ قدر میں (Value added) ہوتا ہے۔
اسے ماضی کا کوئی غم نہیں ہوتا۔وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاس ہوگیا۔مستقبل کا کوئی خوف نہیں۔وہ بھی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔اگر انسان حال کا خیال رکھے تو رحمٰن مستقبل محفوظ کر دیتے ہیں۔اس لئے قرآن پاک کہتا ہے کہ کہو حَسْبِیَ اللّٰهُ "اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی ہے"۔

آیت 2 اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ میں الانسان سے مراد صرف مشرکین ہی نہیں ہیں

بلکہ تمام نوع انسانی ہے۔ اللہ تعالیٰ قسم کھا کر نصیحت فرما رہے ہیں کہ اپنی موت کی فکر کرو، اپنے اعمال کو سنوار لو، اپنی ذمہ داری پوری کرو۔ موت کے بعد زندگی کے اوقات کا تجھے تنہا حساب و کتاب دینا ہے۔ اس دن یہ معذرت قبول نہیں ہوگی کہ دوسرے لوگ برے تھے یا ان کی وجہ سے میں نے اپنی ذمہ داری بھلا دی۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازیؒ نے کسی بزرگ کا قول نقل کیا ہے کہ "میں نے سورۃ العصر کا مطلب ایک برف فروش سے سمجھا ہے جو بازار میں آواز لگا رہا تھا کہ "رحم کرو اس شخص پر جس کا سرمایہ گھلا جا رہا ہے، رحم کرو اس شخص پر کہ جس کا سرمایہ گھلا جا رہا ہے"۔ اس کی صدا سن کر میں نے کہا یہ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ کی تفسیر ہے۔ عمر کی جو قلیل مدت ہمیں دی گئی ہے، وہ برف کے پگھلنے کی طرح تیزی سے گزر رہی ہے اس کو ضائع کرنا یا غلط کاموں میں صرف کرنا بھی انسان کا خسارہ ہے۔

قرآن حکیم میں تین اقسام کے خساروں کا ذکر ہے۔

1۔ خسران: حتمی نقصان (The Sure Loss)

"بعض لوگ ایسے ہیں کہ ایک کنارے پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اگر کوئی نفع مل گیا تو دلچسپی لینے لگتے ہیں اور اگر کوئی مصیبت آجائے تو اسی وقت چہرہ پھیر لیتے ہیں۔ ایسے لوگ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ کے مصداق ہیں گویا اس نے دُنیا اور آخرت دونوں ضائع کر دیے (دونوں کا نقصان اُٹھایا) ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ "یہ کھلا نقصان یعنی حتمی نقصان"۔ (القرآن: 22:11)

2۔ خسارہ: جب آپ اپنی نا عاقبت اندیشی سے اسے بڑھاتے جا رہے ہوں"۔

حضرت نوحؑ نے کہا اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور ایسوں کی اطاعت کی جنہوں نے انہیں مال و دولت میں بڑھایا، مگر (اس سے انہیں) سوائے خسارہ (کے کچھ حاصل نہ ہوا"۔ (القرآن: 71:21)

3۔ خسر: یقینی اور مسلسل خسارہ (ہلاکت)

یہاں خسر کے معنی ہیں "ہلاکت" کے۔ انسان کو حق سے دُور کرنے اور ہلاکت کی طرف لیجانے والی دو چیزیں ہیں۔

1۔ شبہات (ذہنی مسائل) Doubts (Intellectual Problem)

2۔ شہوات (نفسیاتی مسائل) (Psychological Problem)Temptation

جہاں انسان دینِ حق سے مطمئن نہیں ہوتا تو شہوات نفسانی کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ممنوعات اور حرام چیزوں سے انسان خود کو روک نہیں پاتا۔ وہ اپنی ہلاکت کا سامان اکٹھا کر رہا ہوتا ہے۔

بعض دفعہ پوچھا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے العصر کی قسم کیوں کھائی ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس نے العصر کی قسم انسان کو عصر کی اہمیت دلانے کے لیے کھائی ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے مندرجہ پر غور و فکر کریں:

1۔ گزرتے زمانے / وقت پر غور و فکر کرو۔ یہ بہت قیمتی اور بڑی حقیقت ہے۔

2۔ وقت کے لحاظ سے انسان مسلسل خسارے میں ہے کیوں کہ عمر اور معینہ مدت ہمیشہ نہیں ہوتی۔ شہوات نفسانی کا مسئلہ وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں ممنوعات اور حرام چیزوں سے انسان خود کو روک نہیں پاتا۔

3۔ وقت / زمانے کو انسانی خسارہ کا گواہ بنایا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ وقت پچھلی قوموں، لوگوں اور تہذیبوں کے زوال اور ترقی کا واحد گواہ ہے۔

4۔ وقت جو مسلسل بھاگ رہا ہے (گھٹ رہا ہے) عصر کی نماز بھی روشنی میں پڑھی جانے والی دن کی آخری نماز ہوتی ہے (مغرب اور عشاء دن ڈھلے وقت اور اس کے بعد کی نمازیں ہیں)۔ پرانے وقتوں میں اس وقت ہر کوئی جلدی جلدی اپنا کام سمیٹتا تھا کہ مغرب سے پہلے حفاظت کے ساتھ منزل پر پہنچ جائے۔ یہاں العصر کو یاد کرتے رہو۔ انسان کو پیغام دیا جا رہا ہے کہ زندگی کا سورج غروب ہونے ہی والا ہے۔ اس لیے وہ کر گزرے جو کرنا ضروری ہے۔

5۔ وقت قلیل ہے، سفر لمبا ہے۔ واحد سرمایہ جو انسان کے عمل کے لیے پیدا ہوتا ہے، وہ وقت ہے (جو کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیا گیا ہے)۔ یہ سرمایہ بھی ہر لمحہ گھٹتا جا رہا ہے۔ اس حقیقت سے کسی کو فرار نہیں مل سکتا۔ حتیٰ کہ چاند، سورج، ستارے اور یہ کائنات بھی ہر لمحہ اپنی موت کی

طرف بڑھ رہے ہیں۔ کتنے ستارے اور کہکشائیں مسلسل کم ہونے (Depreciation) کے قانون کے تحت اپنا ایندھن اور زندگی ختم کر کے ختم ہو چکے ہیں اور (Black Holes) میں گم ہو چکے ہیں۔

6۔ ''کائنات میں جو کچھ ہے، سب کو فنا ہونا ہے''۔ یہی سائنس کا تھرموڈائنامکس کا دوسرا قانون (2nd law of thermodynamics) ہے۔

7۔ وقت کا سرمایہ گھل رہا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو آیت 3 میں بیان کردہ ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے گزرتے وقت سے نفع کما رہے ہو۔

دراصل ہر انسان ہر گزرتے لمحا اپنی موت کی طرف بڑھ رہا ہے، یہ وہ نقصان ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ ماسوائے ان خوش نصیبوں کے جو ایمان اور عملِ صالح سے اپنے آپ کو امر کر جاتے ہیں۔

46۔ خسارہ (نقصان) سے بچنے کا طریقہ

اگلی آیہ کریمہ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ خسارہ سے بچنے کا علاج بتایا گیا ہے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل چار ضروری باتیں ہیں۔

1۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا مطلب ایمان لانا اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات پر، اُس کے ملائکہ پر، انبیاء کرام پر، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتابوں پر، حیات بعد الموت پر، یوم الدین اور جزا و سزا پر پختہ یقین ہونا۔

2۔ قرآن کریم میں دیے گئے اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهِيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ کے احکامات پر عمل کرنا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنا، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پورا کرنا اور دیگر مخلوقات کو نقصان سے بچانا۔

3۔ ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرنا۔ اس میں تبلیغ دین، اچھی بات کی تعلیم اور ہر طرح کے فحش سے روکنا شامل ہے۔

4۔ دین پر عمل اور تبلیغ کا کام آسان نہیں ہے اس راستہ میں جو مشکلات پیش آئیں اُن کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا۔ دین کے بارے میں اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں ایک دوسرے کی حمایت کرنا، مستقل مزاجی سے حق پر ڈٹے رہنا اور مشکلات میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہنا۔

صحیح عقیدہ اور صحیح اعمال اس خسارے سے بچنے کا واحد طریقہ ہے۔ یہی ہماری اصل کمائی ہیں اور مرنے کے بعد بھی یہ اعمال زندہ رہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارا حقیقی بینک اکاؤنٹ ہے وہاں کسی طرح کا بھی جہاں کوئی دُنیاوی مال ومتاع یا مرتبے اور شہرت کام نہیں آئے گا۔ وہاں صرف خالص عقیدہ تو حید اور ریاکاری سے پاک صالح اعمال جمع کیے جاتے ہیں، جن پر آخرت میں انعامات رحمٰن اپنی رحمانیت کے شایانِ شان عطا فرمائیں گے۔

46.1۔ دو امتحانی پرچے

آیت 3 سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ زندگی کے امتحان میں دو پرچوں میں پاس ہونا آخرت میں بخشش کے لیے، روسیاہی اور ذلت سے بچنے کے لیے، جنت کے وارث بننے اور رب کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ناگزیر ہے۔

پرچہ نمبر 1۔ انفرادی ایمان اور اعمالِ صالح (قرآن وسنت کی روشنی میں)

پرچہ نمبر 2۔ اجتماعی ذمہ داریاں (تبلیغ ودعوۃ، پُرامید صابر معاشرہ)

کامیابی کے لیے دونوں پہلوؤں سے کوشش کرنا لازمی ہے۔ اگر صرف انفرادی پارسائی اور پرہیزگاری پر توجہ دیتے رہے اور معاشرتی ذمہ داریاں نہ نبھائیں تو بھی خسارے میں رہیں گے اور اگر معاشرتی ذمہ داریاں تو نبھائیں مگر خود اپنی اصلاح نہ کی (دوسروں کو نصیحت، خود میاں فصیحت) تو بھی آخرت میں رسوائی ہے۔

آپؐ نے فرمایا "تین چیزیں انسان (میت) کے ساتھ اس کی قبر تک جاتی ہیں (پھر) دو تو واپس آجاتی ہیں اور ایک اُس کے ساتھ (قبر میں) رہ جاتی ہے۔ واپس آجانے والی اس کی دولت، رشتہ دار اور دوست احباب ہیں اور اس کے ساتھ (قبر میں) رہ جانے والے اس کے اعمال ہیں"۔ (صحیح البخاری، مسلم)

46.2۔ ایمان کا بنیادی رُکن

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

1۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور اس کی خالص بندگی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا دل سے اقرار کرنا۔

2۔ فرشتوں پر ایمان۔

3۔ تمام آسمانی کتب پر ایمان۔

4۔ تمام رسولوں پر ایمان۔

5۔ قیامت کے دن پر ایمان۔

6۔ تقدیر اچھی یا بری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

7۔ حیات بعد الموت یقینی ہے۔

46.3۔ اعمال صالح

صالح وہ ہے جو اپنی اصلاح کرنے والا (One that corrects) ہو۔ اس میں وہ اعمال شامل ہیں جو نیک اور فلاح والے مطہر (پاکیزہ) ہوں اور جن کا انجام کار خیر پر ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے نفع بخش ہوں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر (Do's اور Dont's) بتا دیئے ہیں۔ ان احکام کی خلوص دل سے بجا آوری لازمی ہے۔ قرآن کریم میں اس کے تمام اصول بتا دیے گئے ہیں اور بعد میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ہماری رہنمائی کے لئے اصول موجود ہیں۔

46.4۔ فرائض اور ذمہ داری

1۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ: "اس میں شک وشبہات کے عقلی مسئلے کا روحانی اور مکمل علاج ہے۔ ایک دوسرے کو معروف اور پاکیزہ کاموں (حق) کی نصیحت وتلقین کرنا (مسلسل دعوۃ وتبلیغ)۔

2۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ: شہوات کے نفسانی مسئلے کو دور کرتا ہے۔ جن سے بچنے میں لوگ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ (معاشرتی تعاون کا گروپ) مل کر ایک دوسرے کی ہمت بڑھاتے ہیں اور مدد کرتے ہیں۔ وہ اچھے کام کی ترغیب دیتے ہیں اور حوصلہ (Motivation اور Morale) بلند کرتے ہیں۔

جب کوئی حق کے ساتھ کھڑا ہوتا اور دوسروں کو راہِ حق کی دعوت دیتا ہے تو اسے روحانی، جسمانی، قلبی اور ذہنی طور پر ہر طرح کی تکالیف، مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس کے لیے اسے ہر لمحے تیار رہنا چاہیے کیوں کہ یہ بہت مشکل راہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسلام کے مجاہدین کو مطلع کر دیا ہے: "جنت کی راہ، زندگی کے کانٹوں سے ڈھکی ہوئی ہے اور راہِ جہنم زندگی کی آسائشوں اور لذتوں سے سجی ہوئی ہے"۔ اگر آپ جنت چاہتے ہیں تو اس کے لیے صرف ذاتی اعمال اور عمل صالح کافی نہیں۔ ربِ کائنات مومنین کو حکم دے رہے ہیں: "اے ایمان والو! بچاؤ خود کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے"۔ اسی ضمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

"جب اللہ سبحانہ نے فرشتوں کو ایک نافرمان قوم کو تباہ (ہلاک) کرنے کا حکم دیا تو وہ بولے "یا اللہ ان میں آپ کا ایک نہایت پرہیزگار بندہ بھی رہتا ہے"۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "سب سے پہلے اسے ہلاک کرو کہ وہ خود غرض اپنی جنت کی فکر میں رہا اور دوسروں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی اس نے بالکل پرواہ (کوشش) نہ کی"۔ (صحیح بخاری و مسلم)

47۔ اعمال کو دوام حاصل ہے

سورۃ العصر ایک مؤثر یاددہانی کراتی ہے کہ اعمال اچھے ہوں یا برے ہماری روحانی ترقی پر مستقل اور گہرے اثرات چھوڑ جاتے ہیں۔ ہم اسے سائنس کے سبب اور اس کے اثرات (Cause & Effect) کے قانون سے سمجھ سکتے ہیں۔ جس کی رو سے مشہور زمانہ برطانوی

سائنسدان سر آئزک نیوٹن نے کہا تھا کہ جب ہم ایک اُنگلی کو حرکت دیتے ہیں تو اس سے تمام ستارے باہمی کششِ ثقل کی وجہ سے متاثر ہوتے ہیں۔ (We cannot move a finger without disturbing all the stars) آج سائنس نے ثابت کیا ہے کہ کائنات میں موجود تمام جوہر Atom آپس میں کششِ ثقل کے ذریعے باہم جڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے ہمیں مجموعی مفاد کا بڑا خیال رکھنا چاہیے۔ اس لئے قرآن کریم اور احادیث میں جو دُعائیں سکھائی گئی ہیں وہ اجتماعی ہیں۔ فرمایا:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّار

اے ہمارے رب! ہم پر نازل فرما بھلائی اس دُنیا کی ، اور بھلائی آخرت کی اور ہمیں بچا لے عذاب النار سے"۔ (سورۃ البقرۃ)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

سُوْرَۃُ 109: اَلْکٰفِرُوْنَ

(مکی سورۃ۔کل آیات 6)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے جوالرحمٰن ہے، الرحیم ہے۔(جس کی رحمت زمان ومکاں میں مسلسل جاری وساری ہے)
قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (۱)	(کھل کر) بتادیں انہیں، جنہوں نے کفر کیا (حق کو چھپایا) اے کافرو!O
لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (۲)	میں کبھی بھی عبادت نہیں کروں گا اُن کی، جن کی تم عبادت کرتے ہوO
وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (۳)	اور(میں جانتا ہوں) نہ تم عبادت کرنے والے ہو اُس کی، جس کی میں عبادت کرتا ہوںO
وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ (۴)	اور (پھر سے سُن لو) میں کبھی عبادت کرنے والا نہیں ہوں، جن کی تم عبادت کرتے ہوO
وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (۵)	اور نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوںO
لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (۶)	تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دینO

سورۃ الکٰفرون۔تعارف اور مضامین

سورۃ الکٰفرون دُنیا کے مختلف مذاہب کے درمیان بقائے باہمی کے لیے بنیادی اصول (Magna-Carta) ہے۔یہ اصول بہت سادہ، بے لاگ اور واضح ہے۔لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ "تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین"۔

اخلاقی قوانین وضوابط اور نظامِ عقائد پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا، لیکن بقائے باہمی (باہم مل جُل کر رہنا) ممکن ہے۔یہ ایک ابدی پیغام ہے جو بیان کرتا ہے کہ مسلمان اپنے قول وفعل کے ذریعہ غیر مسلموں سے مکمل رواداری اختیار کریں اور دوسروں کو مجبور نہ کریں کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دیں۔

مذہبی آزادی ایک انسانی حق ہے۔اپنے مذہب کی تبلیغ کرنا بھی ایک انسانی حق ہے لیکن کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ زور، زبردستی یا جبر سے کسی کو اپنا دین تبدیل کرنے پر مجبور کرے جب تک کہ وہ بخوشی اس بات پر آمادہ نہ ہو۔

اسی کے متعلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے واضح طور پر قرآنِ مجید میں فرما دیا ہے۔لَآ اِكْـرَاهَ فِي الدِّيْنِ "دین میں زبردستی اور جبر نہیں ہے"۔

سورۃ الکٰفرون میں مسلمانوں کے لیے یہ بھی تاکیدی حکم ہے کہ وہ کسی بھی حال میں اسلام کے عقائد پر سمجھوتہ نہ کریں۔وہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں تاکہ وہ جہنم سے بچ جائیں۔یہ سب سے بڑا انسانی حق ہے لیکن اس فرض کو بھی نہایت پیار اور حکمت سے پورا کیا جائے۔اس راستے میں کسی قسم کے امتیازی سلوک اور ایذا رسانی کا سامنا کرنا پڑے تو صبر کیا جائے اور کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مایوس نہ ہوں۔اگر وہ آپ کی بات نہیں مانتے تو یہ بھی اُن کا حق ہے کہ اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزار سکیں لیکن کسی کو اُس کا دین تبدیل کرنے کے لیے مجبور نہ کریں۔

خلافتِ راشدہ کا عہد مختلف مذاہب اور عقائد رکھنے والے لوگوں کے درمیان پُرامن بقائے باہمی (باہم مل جُل کر رہنا) کی عظیم الشان مثال ہے۔یہودیوں کو بھی اپنی تاریخ کا زرّین دور سپین میں مُسلم حکمرانی (AD 750 سے AD 1450 تک) کے تحت ہی نصیب ہوا۔جہاں وہ اعلیٰ حکومتی اور علمی مناصب اور عہدوں پر فائز رہے۔

تفسیر سُوْرَةُ الْکٰفِرُوْنَ

48۔ باہمی رواداری اور برداشت

"اَلْکٰفِرُوْنَ" ابتدائی مکی دور کی سورت ہے۔ کفار بہت بے رحمی اور سنگدلی سے مسلمانون کو ایذا دیتے تھے اور ان پر ظلم کے پہاڑ توڑتے رہتے تھے تا کہ وہ بت پرستی اور شرک کی طرف واپس لوٹ آئیں۔ پرجوش نوجوان مسلمان جوابی کاروائی کرنا چاہتے تھے تا کہ وہ ان مظالم کا بدلہ چکا سکیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تحریک کو مکمل طور پر تشدد سے پاک اور پُرامن رکھا۔ اشتعال انگیزی کی انتہائی صورت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکار پُرسکون رہتے اور اذیت اور شدید تکالیف اور سختیوں کو صبر سے برداشت کرتے۔

مکہ کے سرداروں نے اپنی ایذا رسانیوں کے نتائج سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مفاہمت، مصالحت اور سمجھوتے کی کئی تجاویز پیش کیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا بادشاہ بنانے کی بھی پیشکش کی بشرطیکہ وہ بت پرستی کے حق میں یا (بت پرستی کی طرف) اپنا رویہ نرم کرلیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاملہ پر سمجھوتہ کرنے اور کسی قسم کی رعایت دینے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورۃ الکٰفرون نازل فرمائی۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ O اس آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرماتے ہیں کہ کافروں پر اچھی طرح واضح کر دیں تا کہ وہ دین کے بارے کسی غلط فہمی میں رہیں۔ دین کے اوپر ہمارا اسٹینڈ بالکل واضح ہونا چاہیے خصوصاً جو لوگ دین اسلام کے خلاف ہیں ان کو پتا ہونا چاہیے کہ اس مسئلہ پر ہمارا اور تمہارا کوئی سمجھوتہ نہیں۔ کوئی بیّن بیّن بات (Diplomacy) نہیں ہو سکتی۔ اگلی آیت میں فرمایا:

لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ O واضح کردیں کہ جن چیزوں کی تم لوگ پوجا کرتے ہو، میرا اُن سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ یہ سب تمہارے خود ساختہ خُدا ہیں جو تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے بنا کر پتھر کی مورتیوں کے سامنے جھک جاتے ہو۔ یہ انسانیت کی تذلیل ہے۔ آگے فرمایا:

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ Oاور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم لوگ اِن مورتیوں کے پیچھے اپنی عقل و دانش کھو بیٹھے ہو۔ سچے رب کو دوسرے درجہ پر رکھا ہے اور تمہاری عبادات اور قُربانیاں اُن کے لئے ہیں۔ تم کہتے ہو کہ ہم آپ کو اپنا بادشاہ بنا لیتے ہیں۔ آپ کو بہت سی دولت دے دیتے ہیں بشرطیکہ آپ اِن بتوں کے بارے نرم رویہ اختیار کریں لیکن دوبارہ کان کھول کر سُن لو جس کی تم پرستش کرتے ہوں میں ہرگز ہرگز اُن کی پرستش کرنے والوں میں سے نہیں ہونگا۔ اس مسئلہ پر میرا اور آپ کا راستہ بالکل الگ ہے۔ میں پھر ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں:

وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ Oاور میں اس کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ تمہارے لئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہو چکا ہے۔ جس طرح رب تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا:

صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ''دین کے بارے تم لوگ بہرے ہو، گونگے ہو اور اندھے ہو۔ سو اب (صراطِ مُستقیم پر) واپس نہیں آسکتے یعنی صحیح نہیں ہو سکتے''۔

وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ Oتم ہمیشہ کے لئے صراطِ مُستقیم کھو چکے ہوں۔ اس لئے تم کبھی بھی راہِ راست پر نہیں آؤ گے۔ اب تمہارے لئے بہتر ہے کہ میری مخالفت چھوڑ دو۔ دینِ اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹ نہ ڈالو۔ میں تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ Oاِن حالات میں یہی بہتر ہے کہ تم جس غلط راستہ پر چل رہے ہو، چلتے رہو۔ میں کسی لالچ، خوف، ڈر کے بغیر اللہ تعالیٰ کا پیغام ساری دُنیا تک پہنچاؤں گا۔ اس مسئلہ پر میں تم سے جنگ نہیں کرنا چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو اختیار کا حق عطا فرمایا ہے

"تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین"، اس لئے آؤ ایک دوسرے کو برداشت کریں اور تبلیغِ دین کے لئے میری ذمہ داری ہے اُس کے راستے میں نہ آؤ۔

مکہ کے کفار نے اپنی اس ناکامی پر مشتعل ہو کر مسلمانوں کو مزید اذیت دینا شروع کر دی۔ اِن کی بربریت اور درندگی سے بچنے کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ نبوت کے گیارھویں سال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو مستقل طور پر مدینہ کی طرف ہجرت کی ہدایت کی جو مکہ سے تین سو میل کے فاصلے پر ہے اور خود بھی مکہ چھوڑ کر وہاں ہجرت فرمائی (تفصیلات سیرت طیبہ کی کتاب کا مطالعہ کریں)۔ مدینہ منورہ پہنچ کر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہودیوں اور غیر مُسلم قبیلوں کے ساتھ متعدد معاہدات اور مفاہمتوں پر دستخط کیے جن کا مقصد دُنیا میں پہلی اسلامی ریاست کے شہریوں کی حیثیت سے اِن کے درمیان انسانی حقوق کی یقین دہانی، بقائے باہمی، برداشت اور رواداری پر عمل تھا۔

یہ دُنیا کے مذاہب کی تاریخ میں ایک نئے عظیم الشان باب کا آغاز تھا۔ اگرچہ اسلام حق ہے۔ تمام انبیاء (علیہم السلام) کا یہی دین تھا جس کو قبول کرنے ہی میں انسانوں کی فلاح ہے، لیکن دوسروں کے عقائد کے سلسلے میں برداشت اور رواداری کی اتنی تاکید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن مجید میں واضح طور پر منع فرمایا ہے کہ وہ غیر مُسلموں کے بتوں پر بھی تنقید نہ کریں (ان کو بُرا بھلا نہ کہیں) کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ انتقاماً اللہ تعالیٰ کو اپنی تنقید کا نشانہ بنائیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے برداشت، رواداری کا جو باوقار طریقہ اپنایا، تاریخ عالم میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ مثال کے طور پر جب چند عیسائی مشنری آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بحث و تمحیص کرنے کے لیے مدینہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہ صرف انہیں مسجد کے ملحقہ میدان میں ٹھہرایا بلکہ انہیں اس بات کی بھی اجازت دی کہ وہ مسجدِ نبوی میں اپنے طریقہ کے مطابق عبادت کر سکتے ہیں۔ مزید برآں ذاتی طور پر انہیں اپنی عالی ظرف میزبانی سے شرف فرمایا۔ آپ صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم کی ان تعلیمات پرعمل کرتے ہوئے خلفائے راشدین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یروشلم کی فتح کے موقع پر وہاں تشریف لے گئےتو وہاں کے لاٹ پادری (آرچ بشپ) کے اصرار کے باوجود انہوں نے چرچ (گرجا) میں نماز ادا نہ کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مسلمان اِن کی تقلید کریں اور بعد ازاں کسی مرحلہ پر اس پر قبضہ کرلیں۔

بدقسمتی سے اسلام کے برداشت، رواداری اور تحمل کے اس رویہ پر غیر مسلموں کا جواب ہمیشہ انتہائی مایوس کن رہا ہے۔انہوں نے کبھی بھی اسلام کو برداشت نہیں کیا۔ ردِعمل کے طور پر، بعض اوقات مسلمانوں کا رویہ بھی شدت اور سختی کا رہا ہے۔ ورنہ اسلام بطور دین پُرامن بقائے باہمی کا حامی ہے۔مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ مناقشات، تنازعات اور لڑائی جھگڑے بھی قرآنی تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سُنت کے خلاف ہیں۔

49۔ تبلیغِ اسلام

جہاں تک دوسروں کو اسلام کی دعوت دینے اور اسلام پیش کرنے کا تعلق ہے تو یہ ہر مسلمان پر واجب ہے۔تاہم اس میں بھی کسی قسم کی بدسلیقگی اور ناشائستہ رویہ کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ سبحانہ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ دانائی، حکمت، دلائل اور احسن طریقے سے تبلیغ کریں اور دعوت دیں اور سب سے مقدم یہ ہے کہ اپنے باوقار عمل سے قابلِ تقلید مثال پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ نے سختی سے اس بات کی ممانعت فرمائی ہے کہ ہم وہ کہیں (یا اُس بات کی دعوت دیں) جو ہم خود نہیں کرتے۔ فرمایا "اللہ تعالیٰ کی نظر میں یہ بات انتہائی بُری ہے کہ تم وہ کہو جو خود نہیں کرتے"۔(سورۃ البقرۃ)۔

اسلام کی دعوت وتبلیغ کا بنیادی فلسفہ "انسانیت کی خدمت ہے"۔جس کا مقصد بنی نوع انسان کو جہنم کی آگ سے بچانا ہے۔ یہ یقینی طور پر عظیم ترین خدمت ہے۔ ایک انسان دوسرے کی خاطر سرانجام دے سکتا ہے۔

یہ بات پوری طرح ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ اسلام کوئی نیا مذہب یا دین نہیں ہے۔ تمام سابقہ پیغمبروں اور رسولوں کا بھی یہی مذہب تھا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ

السلام ،حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب کے سب اسلام پر تھے۔ پھر ان کے پیروکار تعصب کی وجہ سے یہودی یا عیسائی نام کے رہ گئے۔

اب کوئی گمراہ شخص اسلام قبول کرتا ہے تو یہ "تبدیلی مذہب" نہیں بلکہ یہ اپنے اصل مذہبوں کی طرف واپسی کا عمل ہوگا۔ اس کے باوجود انہیں اپنے دین کے انتخاب کا حق حاصل ہے۔ بنیادی اصول اور رہنماء ضابطہ بھی ہے لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ "تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین"۔

اب جب کہ اسلام آخری وحی الٰہی واضح شہادت کے ساتھ آ چکی ہے تو مذہب میں جبر کا کوئی جواز نہیں۔ ہر شخص اپنے عقیدہ اور اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے تو پھر جبر و اکراہ کس لیے؟ اس ضمن میں سورۃ البقرۃ کی آیت 256 انسانیت کی رہنمائی کے لیے روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہے۔

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَھَا وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ O

"نہیں کوئی زبردستی دین کے معاملہ میں۔ بیشک ہدایت صاف طور پر الگ ہو چکی ہے گمراہی سے۔ سو جس نے انکار کیا طاغوت کا اور ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر تو یقیناً اس نے تھام لیا ایک ایسا مضبوط سہارا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، ہر بات جاننے والا ہے"۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 256)

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَۃُ112: اَلْاِخْلَاصِ

(مکی سورۃ۔کل آیات4)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	ساتھ نام اللہ تعالٰی کے جو الرحمٰن ہے، الرحیم ہے۔(جس کی رحمت زمان ومکاں میں مسلسل جاری وساری ہے)
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۱)	(اعلانیہ) کہو، کہ وہ اللہ ایک ہےO
اَللّٰهُ الصَّمَدُ (۲)	وہ اللہ جو ہر چیز سے بے نیاز ہے(اسے کوئی حاجت نہیں، وہ سب کی حاجات پوری کرنے والا ہے)O
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (۳)	جو نہ کسی کو جنتا ہے، نہ وہ کسی سے جنا گیا۔(یعنی وہ خود سے ہے، وہ نہ کسی سبب سے اور نہ کسی اثر کی بنا پر ہے۔ نہ اُس کا کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی، نہ کوئی ماں، نہ باپ اور نہ کوئی اور رشتہ دار)O
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (۴)	اور حقیقت یہ ہے کہ اُس جیسا کوئی ایک بھی نہیں۔وہ بے مثل، لازوال ہےO

سورۃ الاخلاص۔تعارف اور مضامین

اس سورت کا نام اخلاص لفظ "خلوص" سے ماخوذ ہے۔جس کے معنی Sincerity کے ہیں۔اس سورت کا بنیادی پیغام اور مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر پورے خلوص اور سچائی کے ساتھ ایمان لایا جائے۔

اس کی اہمیت کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔سورۃ الاخلاص قرآن مجید کے ایک تہائی کے برابر ہے"۔

یعنی 1/3 قرآنِ کریم کے مضامین توحید کے بارے میں ہیں۔اگر کسی نے سورۃ الاخلاص کو سمجھ کر پڑھا تو گویا اسے 1/3 قرآنِ کریم کو سمجھ گیا اور ثواب مل گیا۔اُس شخص کے لیے جو اِس سورت کو محبت اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین اور ایمان کے ساتھ تلاوت کرتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"اُسے بتادو کہ اللہ تعالیٰ بھی اُس سے محبت رکھتا ہے"۔(صحیح بخاری)

سورۃ الاخلاص اللہ تعالیٰ کی مطلق وحدت (Absolute Singularity)، توحید، قطعی یکتائی اور اس کے بے مثال ہونے کی انتہائی مؤثر اور طاقتور یاددہانی ہے۔یہ اسلام کے عقیدۂ توحید (یا عقیدہ وحدانیت) کا میگنا کارٹا (Magna Carta) ہے اور یہی تمام گزشتہ انبیاء و رسل (علیہم السلام) کی تعلیمات کا بھی مرکزی نکتہ رہا ہے۔حدیث شریف میں بیان ہے کہ "آسمان و زمین قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پر قائم کیے گئے ہیں"،یعنی کائنات کے ڈیزائن کی بنیادی کائی قانون توحید ہے۔(واحد مالک،واحد قانون) اس لیے جب تک زمین میں توحید پر ایمان رکھنے والے موجود ہیں،زمین و آسمان قائم رہیں گے۔

شر اور خیر کے دو خداؤں پر یقین (پارسیوں کی طرح)،عقیدہ تثلیث (عیسائیوں میں

باپ، بیٹا اور مقدس رُوح کی مشترکہ خُدائی کا عقیدہ) یا ہر شعبہ کے متعلقہ خُدا ہونے کا عقیدہ (ہندوؤں کی طرح) اور خُدا کی مورتی یا بُت بنانا، یا خُدائی صفات اور خُدا تعالیٰ کے لیے مختص حُبّ (محبت)، تعظیم، پسندیدگی اور ترجیح کو خُدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے ساتھ منسوب کرنا قرآن کریم کی زبان میں شرک ہے جو کہ ایک نا قابلِ معافی گناہ ہے۔ جرمِ عظیم ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کا مرکزی نکتہ اور محور بھی سیدھی سادی توحید ہی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "لعنت ہو اس پر جو میری تعلیمات میں یہ بات داخل کرے کہ میں خُدا کا بیٹا ہوں"۔ آپ علیہ السلام نے مزید فرمایا "میں ایک فانی انسان ہوں۔ مٹی کا بشر جو زمین پر چلتا پھرتا رہا۔ میں ایسے ہی فانی ہوں جیسے دوسرے انسان۔ میرا آغاز بھی ہے اور اختتام بھی"، لیکن افسوس عیسائیوں پر کہ انہیں خُدا کا بیٹا اور ان کی ماں کو بھی خُدائی میں حصہ دار سمجھنے لگے۔ خوش آئند بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اسلام کے حقیقی اور صداقت پر مبنی نظریہ کی بڑھتی ہوئی آگاہی کی وجہ سے اب عیسائیوں میں بھی ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جو نظریہ تثلیث کو سنجیدگی سے نہیں لیتے اور ایک خُدا پر یقین رکھتے ہیں مثلاً عیسائیوں کا وحدت چرچ (Unitary Church) جس کے USA اور یورپ میں ماننے والے کروڑوں افراد عقیدہ تثلیث کو نہیں مانتے۔ لیکن افسوس کہ اُن کی انا پرستی انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اسلام قبول کریں۔ نتیجتاً ان کی اکثریت سیکولر یا لادین ہے۔

مغرب میں سیکولرازم (یا لادینیت) کی بڑھتی ہوئی لہر کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ عقل (یا عقلیت) ایک روحانی باپ کے مادی بیٹے کے نظریہ کو ماننے سے قاصر ہے۔ اس طرح کے اوٹ پٹانگ اور عجیب و غریب فلسفوں (یا نظریات) پر یقین لانے کی بجائے ان کے لیے یہ زیادہ آسان ہوتا ہے کہ وہ مذہب کو ہی رد کر دیں۔ دراصل سیکولر تحریک عیسائیت، یہودیت اور ہندویت کے خلاف تحریک ہے۔ چوں کہ ان مذاہب کے عقائد انسانی فطری شعور کے خلاف ہیں جب کہ اسلام احساس کے زندہ رکھنے کا نام ہے۔ یہ آنکھ اور کان کھلے رکھنے کا درس دیتا ہے۔ اس لئے ممکن ہے اسلام کی طرف ان کا یہ پہلا قدم ہو۔

تفسیر سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ

50۔ توحیدِ مُطلق (Absolute Singularity)

سورۃ الاخلاص کی پہلی آیت میں فرمایا گیا" قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" کہو وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔اس کی توحیدِ مطلق کا اعلان ہے۔فرمان خالقِ کائنات کی طرف سے ہے۔اس لیے ہر شخص کو پوری قوت اور یقین کے ساتھ تمام ممکنہ دستیاب ذرائع ووسائل کو کام میں لاتے ہوئے اسے تمام دُنیا کے سامنے بیان کرنا چاہیے کہ معبود صرف اور صرف ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے،اکیلا اور یکتا اس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں۔نہ اس کے ساتھ نہ اس کے علاوہ، وہ ہر لحاظ سے اپنی ذات اور صفات میں اکیلا اور بے مثل ہے۔عبودیت،بندگی اور مکمل اطاعت صرف اور صرف اسی کے لیے ہے۔

کائنات کا وجود،خالق کی وحدانیت کا سب سے بڑا گواہ ہے کہ تمام سائنسی قوانین، زمان ومکاں (Time and Space) میں ہر آن،ہر جگہ یکساں ہیں۔کائنات کی ہر چیز میں نظم،ترتیب،تناسب اور موزونیت اس بات کی بیّن دلیل ہے۔اِن سب کا خالق ایک ہی ہے جو کہ منطقی طور پر انسانیت کی وحدانیت پر بھی دلالت کرتی ہے۔

بہت سے خداؤں کی موجودگی کا نظریہ کمزور اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کی اختراع ہے جو خوف،دُکھ درد،غم کا مقابلہ کرنے کی بجائے اپنے بنائے خداؤں سے مدد ڈھونڈتے ہیں۔جب دیکھتے ہیں کہ جابر،مطلق العنان بادشاہ بھی اپنے اقتدار کے لیے خاندانی رابطوں اور ساتھیوں پر انحصار کرتے ہیں تو وہ کائنات کے خالق کی وحدت میں بھی بے شمار شریک پال لیتے ہیں۔وہ دل ودماغ رکھتے ہوئے اس کا احساس نہیں کرتے۔آنکھیں ہیں مگر دیکھ کر سبق حاصل نہیں کرتے اور کان ہیں مگر سُن کر نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ(۷)

"مہر لگادی، اللہ تعالیٰ کی ذات نے ان کے دلوں پر اور اُن کی سماعت پر، اُن کی بصارت
پر پردہ ہے کہ وہ عظیم عذاب سے دوچار ہو جائیں گے"۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 7)

اللہ تعالیٰ کی مطلق وحدت اس بات کی قوی دلیل ہے کہ ہر چیز کا ازلی سبب اور علت وہی ہے۔ اس بات کا اعلان سورۃ الاخلاص کی دوسری آیت میں کیا گیا ہے (اللّٰہ الصمد)۔ علامہ محمد اسد نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے "Un Caused Cause of all that exists"

عربی لفظ "الصمد" کا مادہ "صمد" ہے، جس کا مطلب ہے "ایسی چٹان جو نا قابلِ شکست اور نا قابلِ تسخیر ہو۔ جس کے پیچھے لوگ لڑائی (یا جنگ) میں پناہ لیتے ہوں"۔

"صمد" کے ساتھ "ال" کا لاحقہ اس کو قطعیت اور مطلق ہونے کا معنی دیتا ہے۔ اس طرح لفظ "الصمد" اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے۔ یعنی وہ ہستی مطلق مکمل ابد الآباد ہے اور ہر چیز سے بے نیاز ہے۔

اس عظیم حقیقت کے تھوڑے سے ادراک کی خاطر ایک لمحہ کے لیے علت و معلول (یا سبب اور اس کا نتیجہ) کے تسلسل پر نظر ڈالیں تو ہر عمل (یا سبب، وجہ) کچھ نتائج یا امور کا باعث بنتا ہے جو بعد ازاں مزید واقعات اور اثرات کا باعث بنتے ہیں۔ اس طرح ازل (آغاز یا ابتداء) سے ہی اسباب، عوامل اور ان کے نتیجے میں برپا ہونے والے واقعات و حوادث کا ایک سلسلہ جاری و ساری ہے۔ یوں واقعات و حوادث کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ایک خاص ترتیب اور نظم کے ساتھ مسلسل رواں ہے۔ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ایک سبب دو واقعات کا باعث بنتا ہے تو سلسلہ ہائے واقعات کی زنجیر شاید اس طرح نظر آئے۔

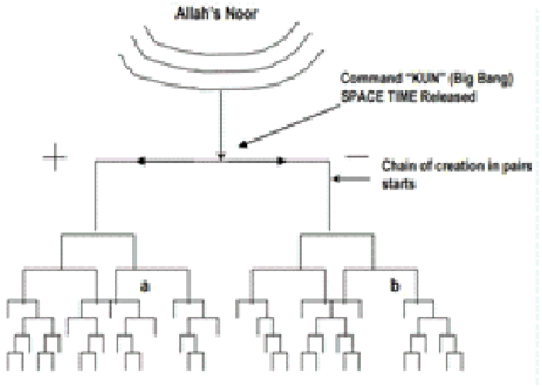

اس وقت کائنات کھربوں کہکشاؤں پر مشتمل ہے اور ہر کہکشاں میں لاتعداد ستارے اور سیارے ہیں۔ کوئی پندرہ ارب سال ہوئے جب اچانک ایک عظیم دھماکے (Big Bang) سے کائنات نے نیست (عدم) سے ہست (وجود) کی طرف اپنا سفر شروع کر دیا۔

سائنسی نظریات کے مطابق زمان و مکاں کا بھی اس سے پہلے کوئی وجود نہ تھا۔ سب صفر (Zero) میں بند تھے۔ جہاں تک یہ سوالات ہیں کہ عظیم دھماکا (Big Bang) کیوں اور کیسے وقوع پذیر ہوا؟ کس نے کیا؟۔ اِن کا جواب طبعیات کی دسترس سے باہر ہے۔ یہی بے بسی کا وہ مقام ہے جہاں آپ کو اللہ تعالیٰ کے "سبب مطلق" ہونے پر یقین لانا پڑتا ہے جو اول، آخر، ظاہر، باطن سے ماورئی ذات پاک ہے۔ بلکہ وہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں ریاضی اور سائنس ناکام ہو جاتے ہیں۔ وہیں سے مابعد الطبیعیات کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی طبیعات اور مابعد الطبیعات کا منبع و مبداء ہے۔

مناسب ہوگا کہ اس عظیم صداقت اور حقیقت کو محسوس کرنے کے لیے ہم سورۃ الحدید کی آیت نمبر 3 پر نظر ڈالیں۔ جہاں وہ اپنے متعلق خود فرماتا ہے "هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ O" وہی اول بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی اور باطن بھی اور وہ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے"۔

چونکہ "اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ" کی حقیقت زماں سے اور "اَلظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ" کی حقیقت "مکاں" سے ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ زماں و مکاں کا تسلسل (Time, Space Continuum) اس کی اپنی ہستی کی ہی دو بنیادی صفات ہیں۔ چونکہ یہ کسی بھی چیز کے وقوع پذیر ہونے کا لازمی خاصہ ہیں اس لیے کوئی چیز بھی اس کے اذن اور اجازت کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہو سکتی اور کوئی چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ لہذا وہ ہر شے سے باخبر ہے۔ مطلق اور قطعی اختیار رکھتا ہے اور ہر چیز کی تخلیق کرتا ہے (اسے پیدا کرتا ہے)۔ ماضی، حال اور مستقبل اس کے لیے یکساں ہیں۔ واحد و یکتا حاکم مطلق، نہ جنا گیا اور نہ جنتا ہے۔ (نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی کی اولاد)۔

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ کہ اللہ تعالیٰ "سبب مطلق" یعنی مسبب الاسباب ہے کہ اس کی ہستی کسی اور وجہ سے نہیں، بلکہ ایک قطعی اور بدیہی حقیقت ہے۔ لہذا عیسائیت کا نظریہ تثلیث جو "باپ،

بیٹا اور رُوح القدس" کے مفروضہ پر مبنی ہے یا ہندؤوں کا بہت سے خداؤں کے وجود کا نظریہ باطل نظریات ہیں۔ حقیقت وہی ہے جو سورۃ الاخلاص کی آیت نمبر 3 میں واضح کر دی گئی ہے۔ "لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ" "نہ وہ جنا گیا نہ اس نے کسی کو جنا"۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے لہٰذا محض استعارے کے طور پر یا مجازاً بھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس طرح کے الفاظ "باپ، بیٹا، رُوح القدس" کا استعمال قطعاً غلط ہے۔

نظریہ اضافت (Theory of Relativity) میں آئن سٹائن کی عظیم ترین دریافت کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ سائنس کے قوانین ہر جگہ یکساں طور پر درست اور صحیح ہیں۔ سائنسی قوانین کی یہ آفاقیت اور عالمگیریت اس بات کا بالواسطہ ثبوت ہے کہ کائنات کا خالق ایک ہی ہے۔ اگر اس کا باپ، بیٹا یا دوسرے عزیز و اقارب ہوتے تو اس کا مفہوم یہ نکلتا کہ کائنات ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ منتقل ہوتی رہی ہے۔ کوئی نئی اختراع بھی کرتا۔ اس ہمہ گیر اصولوں (سائنسی قوانین) میں بھی تبدیلیاں آتی رہتیں، لیکن معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ آئن سٹائن نے دریافت کیا کہ نئے سائنسی قوانین زمان و مکاں میں سبھی ایک ہی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کائنات کا مالک ایک ہی چلا آ رہا ہے۔ یقیناً کوئی معبود نہیں مگر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ (یقیناً اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود نہیں) ۔لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ. وہ زندہ اور قائم ہے اور وہ زندہ اور قائم رہے گا۔

51۔ لامحدود، بعید از فہم۔ بے مثل و بے نظیر

سورۃ الاخلاص کی آخری آیت ہمیں بتاتی ہے کہ کائنات کا خالق انسانی عقل کے تناظر اور سائنسی اصطلاحوں سے بہت بالاتر ہے۔ اس جیسا کوئی اور نہیں وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ"۔

چونکہ علمِ انسانی محض معلوم اشیاء کی باہمی نسبتوں اور کیفیات تک محدود ہے۔ ہمارے سامنے کی ساری کائنات زماں و مکاں میں مقید ہے۔ علامہ اقبالؒ کہتے ہیں:

خرد ہوئی زماں و مکاں کی زُنّاری نہ ہے زماں نہ مکاں، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

اس لیے اللہ تعالیٰ کی حقیقت کسی بھی طبیعیاتی کیفیات، مادی اشیاء، الفاظ، علامات، اشارات یا کسی اور طریقۂ اظہار سے بیان نہیں کی جاسکتی۔ اپنی ذات کے لحاظ سے وہ ہمیشہ ہمیشہ انسانی عقل وفہم سے بعید رہے گا۔ لیکن صفات کے حوالے سے اس کی موجودگی آپ اس کی ہر تخلیق میں محسوس کر سکتے ہیں۔ جیسے نقش سے اس کے نقاش کے مقام کا کچھ تصور ممکن ہو سکتا ہے۔

ہماری طبیعیاتی کائنات بنیادی طور پر توانائی اور مادے کے جوڑ سے بنی ہے اور کیفیت میں یہ چہار سمتی ہے۔ طول، عرض، اونچائی اور وقت۔ اللہ تعالیٰ جو کائنات کا خالق ہے، وہ مادہ توانائی، وقت، جگہ اور سمتوں کا مقید نہیں ہو سکتا۔ وہ تمام حدود سے بالاتر اور ماورئی حقیقت ہے۔ اسے کائنات محدود نہیں کر سکتی۔ ہمارا کام اسے سمجھنا اور اپنی عقل کے دائرے میں لانا نہیں ہے بلکہ دل میں اس کے ہونے کے احساس کو بلند سے بلند تر کرتے جانا ہے۔

تُو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
میں جان گیا بس تری پہچان یہی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابنِ آدم مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے جب کہ اسے ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں۔ وہ مجھے گالی دیتا ہے اور اسے ایسا کرنے کا کوئی حق نہیں۔ وہ مجھ پر جھوٹ باندھ رہا ہوتا ہے جب وہ یہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ پیدا نہیں کروں گا۔ جیسا کہ میں نے اسے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اور وہ مجھے گالی دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا (یا اولاد) ہے۔ جب کہ میں "الصمد" ہوں، ہر سہارے سے بے نیاز، سب کا سہارا (وہ نہ جنتا ہے اور نہ جنا گیا ہے۔ جو نہ خود کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد ہے) (اور یہ کہ اس جیسا کوئی ہے ہی نہیں) (صحیح بخاری O.D.499 6/4975)

سائنس میں ایک قدر یا کیفیت ہے جو نا قابلِ توضیح ہے اس کا نام "لامحدودیت" (Infinity) ہے۔ ریاضی، منطق اور سائنس کی یہ آخری حد ہے۔ ریاضی اس پر ایمان رکھتی ہے لیکن ادراک نہیں رکھتی۔ مثال کے طور پر اگر آپ ایک ارب لامحدودیت (Infinities) کو جمع

کریں تو جواب پھر بھی وہی رہے گا اور اگر ان کو آپس میں ضرب دیں تب بھی جواب لامحدودیت (Infinite) ہی رہے گا۔ اس طرح ایک لا انتہا قطر کے دائرے کی کوئی حدود نہیں ہوں گی۔ اس کے مراکز بھی لامحدود تعداد میں ہوں گے۔

اسلام میں اللہ تعالیٰ کی تفہیم بھی ایک لامحدود اور بے پایاں مطلق ہستی کی ہے، اس جیسا کوئی نہیں۔ اس نے مادی کائنات کا اور اس میں ہر چھوٹے سے چھوٹے ذرے کا احاطہ کیا ہوا ہے (وَاللّٰـهُ بِكُلِّ شَىْءٍ مُّحِيْط) وہ ہر جگہ ہر وقت موجود ہے۔ زمان ومکاں (Time and Space) اس سے ہیں (هُوَالْاَ وَّلُ وَ الْاٰ خِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ) وہ زماں ومکاں نہیں۔ وہ تو حَيُّ الْقَيُّوْم ہے۔

اگر آپ کو سائنس اور ریاضی کی اس بات پر یقین ہے کہ (Infinite) کو دو یا تین میں تقسیم نہیں جا سکتا تو پھر آپ اس بات سے کیسے اتفاق کر سکتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی لامحدودیت تقسیم ہو سکتی ہے۔ وہ دو خداؤں میں بٹ سکتی ہے (نیکی اور بدی کے خداؤں کا عقیدہ) یا تثلیث (باپ، بیٹا، روح القدس) کی مثلث یا کسی اور شرک کی صورت میں ہے۔

"اگر آسمان وزمین میں سوائے اللہ سبحانہ کے اور بھی معبود ہوتے تو یہ کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ پس اللہ سبحانہ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں"۔ (سورۃ الانبیاء آیات 21,22)

جس طرح "جزو" (Part) کبھی "کُل" (Total) نہیں ہو سکتا، اور محدود قدروں یا مقداروں کا کوئی جز و یا مجموعہ (Infinity) نہیں ہو سکتا اسی طرح تمام کائنات کو بھی یکجا کر دیں تو وہ خدا نہیں بن سکتی۔ مخلوق خالق کے برابر نہیں ہو سکتی ہے۔

ہماری حقیقت اور حیثیت محض پانی کے ایک قطرے جیسی ہے۔ جب یہ سمندر میں ہوتا ہے تو اپنی علیحدہ شناخت (یا تشخص) کھو دیتا ہے اور سمندر سے باہر یہ مٹ جاتا ہے۔ یونہی ہمارے نفس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے پر قائم ہے۔ جب اس کے حضور حاضری میں ہوتے ہیں تو رُوح اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نشو ونما پاتی ہے۔ اگر اس سے کٹ گئے، اس پر مُردنی چھا جاتی ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ

اسلام زندگی ہے اور کفر موت ہے۔ آؤ شہادت دیں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، اس میں زندگی ہے۔

"بے شک ہم اُسی کے لیے ہیں اور بے شک اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، "اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کا نُور ہے"۔

52۔ ذاتِ الٰہی کا ادراک وشعور (God Consciousness)

اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ہونے کی بناء پر ہر چیز میں عیاں ہے۔ اس کی ذاتِ پاک اتنی بڑی شان والی اور نرالی ہے۔ اس کی کُرسی زمین وآسمان کو محیط کیے ہوئے ہے لیکن وہ جو مومن کے قلب میں سما جاتا ہے۔

مخلوقات میں انسان کا اعزاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عزت کرتے ہیں فرمایا: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ "یقیناً ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو مکرم (بزرگ) بنایا ہے اور پھر یہ احسان فرمایا کہ ہمارے رب نے ہمیں اپنے عظیم الشان ہاتھوں سے بنایا۔ انسان اللہ تعالیٰ کی خصوصی تخلیق ہے۔ اس لیے ہماری ذات کا ذرہ ذرہ اس کے محبت بھرے لمس کی یادداشت (Memory) ہے۔ سو جو کوئی بھی قُربِ الٰہی کا خواہش مند ہے، اسے صرف اپنے اندر جھانکنے کی ضرورت ہے۔ وہ تو ہماری شہ رگ سے قریب تر ہے۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ ہم کس قدر اُس کے قریب ہیں؟

وہ فرماتا ہے کہ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا "اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے جو صاحبِ ایمان ہیں"۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم اس کا ولی بننا چاہتے ہیں کہ نہیں؟ وہ فرماتا ہے "جب میرا بندہ میری طرف ایک قدم بڑھاتا ہے تو میں اس کی طرف دس قدم بڑھتا ہوں۔ وہ میرا ذکر خاموشی سے کرتا ہے میں اس کا ذکر سب کو سنا کر کرتا ہوں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ" (اے عبداللہ) اپنے اندر اپنے رب تعالیٰ کی صفات کو پیدا کرو یعنی اپنی شخصیت کی تربیت اسماء الحُسنٰی کے مطابق کرو۔ جو بندہ اس میں کامیاب ہوگیا وہ یقیناً فلاح پا گیا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سُوۡرَةُ 113: اَلۡفَلَقِ

(مکی سورۃ۔کل آیات 5)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے جو الرحمٰن ہے، الرحیم ہے۔(جس کی رحمت زمان ومکاں میں مسلسل جاری وساری ہے)
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ(۱)	(اعلانیہ) کہہ دو کہ میں ربِ الفلق (جو ایک کو پھاڑ کر اس میں سے دو کو پیدا کر لیتا ہے) کی پناہ میں آتا ہوں O
مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (۲)	ہر اس چیز کے شر سے جسے اُس نے پیدا کیا O
وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ(۳)	اور رات کے اندھیرے کے اس شر سے جب وہ چھا جاتا ہے O
وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ (۴)	اور اس شر سے جو (نقصان پہنچانے کی غرض سے، جادوگر) عورتیں گانٹھیں باندھتی ہیں (عورتوں کے مکروفریب سے)O
وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ(۵)	اور شر سے حاسدوں کے جب وہ حسد میں (جل رہے ہوتے) ہوں O

سورۃ الفلق۔تعارف اور مضامین

قرآن کریم کا آغاز سورۃ الفاتحہ سے ہوتا ہے، جس میں حمد و تقدیس کے بعد بندہ اپنے رب سے اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم کے لئے درخواست کرتا ہے تا کہ اپنی کھوئی ہوئی جنت پا لے۔سارے کا سارا قرآن کریم بندے کی اس دُعا کا جواب ہے۔یہ جنت کو جانے والے راستہ کا رہنما نقشہ (Road Map) اور راستہ کے آداب (Standard Operating Procedure) ایس۔او۔پی ہے۔

جنت کے راستے کے مسافر کو بالعموم دو قسم کے دشمنوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ایک خارجی جو باہر سے حملہ آور ہوتے ہیں اور دوسرے باطنی دُشمن ہیں جو اچانک لوگوں کے ذہنوں پر وار کرتے ہیں۔جن کی کئی شکلیں ہیں۔قرآنِ مجید کی آخری دو سورتیں، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس انسان کو ہر قسم کے دُشمن کے شر سے خبردار کرتی ہیں اور تاکید کرتی ہیں کہ وہ ان سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں آجائے۔

مت بھولیں کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا مطلب تدبیر وسائل اور اسباب کی نفی نہیں ہے۔درحقیقت محتاط منصوبہ بندی، مسلسل محنت اور دستیاب وسائل کا استعمال کرنا، ہر مسلمان پر فرض ہے اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری سُنت ہے، لیکن صرف اُن پر ہی انحصار کرنا گناہ ہے۔اس سلسلہ میں ہمیں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مندرجہ ذیل مشہور حدیث ذہن میں رکھنی چاہیے:

> "ایک بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا: "تم نے اپنے اونٹ کے ساتھ کیا کیا"؟ بدو نے جواب دیا: "میں نے اسے مسجد سے باہر اللہ تعالیٰ کے توکل یا (اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر) چھوڑا ہے"۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "واپس جاؤ پہلے اس کا گھٹنیا (ٹانگ) کسی مضبوط درخت کے تنے کے ساتھ باندھو اور پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرو"۔

شیطانوں (کے شر) سے پناہ کے لئے بھی یہی طریقہ اپنانے کی ضرورت ہے۔ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پختہ یقین سے اعلیٰ منصوبہ بندی اور حسبِ استطاعت دستیاب وسائل سے شیطان کا بھرپور مقابلہ کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ ہر قسم کی بُرائی اور شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔نتائج کے بارے میں پریشان نہ ہوں۔وہ نتائج اس پر چھوڑ دیں۔

تفسیر سُوْرَۃُ الْفَلَقِ

53۔ رَبِّ الْفَلَقْ

سورۃ الفلق کی پہلی آیت "قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقْ" نہایت معنی خیز ہے۔"قُلْ" (کہو)۔ یہ تمام اہلِ ایمان کو اللہ تعالیٰ کا حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ بانگ دہل اپنے اس عزم کا اعلان کریں کہ وہ ہر طرح کے شر سے "رَبِّ الْفَلَقْ" کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ اگلی آیہ کریمہ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقْ اس بات کی یاد دہانی ہے کہ جدھر خیر ہے ادھر شر بھی ہوگا۔ دونوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ خیر کی دُعا کرتے رہیں اور شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہیں۔ خیر میں درجات ہیں اور شر میں آزمائش ہے۔ طبیعیاتی سائنس میں اس کی مثال ایٹم سے لے لیں۔ یہ اپنی ماہیت میں منفی اور مثبت ذرات کا مجموعہ ہیں۔ سنٹر میں مثبت پروٹون ہے اور اُس کے اردگرد اسی تعداد میں منفی ذرات چکر کاٹتے ہیں۔ مجموعی حیثیت سے ایٹم نیوٹرل ہے۔ (نہ منفی نہ مثبت) اس طرح ہر چیز منفی اور مثبت کردار کی حامل ہے، جو کوئی منفی اثرات سے بچ کر نکل جائے گا، وہی کامیاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے چاہتے ہیں کہ وہ خیر کو بڑھائیں اور شر کو مٹائیں۔ اس کے لیے اس کی طرف سے رہنمائی قرآن کریم ہے۔ اس پر عمل کرنے سے ہم شر سے محفوظ، خیر کی راہوں پر اپنا سفر جاری رکھ سکتے ہیں۔

سائنسی اصطلاح کے مطابق "فَلَقْ" کا مطلب ہے "کسی چیز کو دو حصوں میں پھاڑنا"۔ "فَــلَــقْ" سبب (Cause) اور نتیجہ (Effect) کے درمیان کا ایک عارضی مرحلہ یا کیفیت (Transitional State) ہے۔ جب ایک چیز دو حصوں میں بٹ رہی ہوتی ہے اس وقت غیر جانب دار (نیوٹرل) لاوجود سے برابر برابر مقدار میں منفی اور مثبت وجود بھی پیدا ہو رہے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ بالا شکل میں دکھایا گیا ہے۔ سبب "A" "فَــلَــقْ" کے مرحلے سے گزر کر سبب "B" کے مساوی لیکن مخالف و متضاد نتائج (Effects) کے جوڑے کو جنم دیتا ہے۔

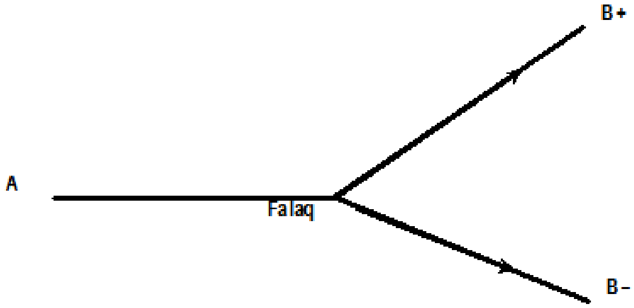

A اور B کارخانہ قدرت میں جوڑوں کی صورت میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ عمل ہر لحہ اور مسلسل ظہور (وقوع) پذیر ہوتا رہتا ہے۔ آدمی کا امتحان یہ ہے کہ وہ شر کی منفی قوتوں سے اُلجھنے کی بجائے خیر کی راہ پر چلتا رہے۔ البتہ اگر کسی وجہ سے شر سے مقابلہ ناگزیر ہوجائے تو ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ جہادِ زندگی یہی ہے۔

اس ضمن میں سائنس میں حرارت کا دوسرا قانون (2nd Law of Thermodynamics) واضح طور پر بتاتا ہے کہ فطرت اگر ایک جگہ نظم پیدا کررہی ہوتی ہے تو عین اُسی وقت کسی دوسری جگہ اس کے مساوی بدنظمی کا ظہور بھی ہوتا ہے یعنی عمل اور ردِّعمل، خیر اور شر اکٹھے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور اگر ریفریجریٹر اندر ٹھنڈک کرتا ہے تو باہر گرمی بھی پیدا کرتا ہے۔ اس طرح ایک امیر شخص کی کثیر دولت کئی دوسرے اشخاص کی غربت اور محرومی سے وابستہ ہوتی ہے۔ کرم کش ادویات کیڑوں کو مارتی ہیں لیکن بالآخر وہ انسانی خوراک میں بھی زہر کے طور پر شامل ہوجاتی ہیں۔ خیر اور شر کے جوڑوں کا یہ سلسلہ ازل سے رواں دواں ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اس کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

مومن لہو ولعب کی شرارتوں سے بچ کر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سے دل کے اطمینان کا نور حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے ہمیں ہمیشہ ہر قسم کے شر اور بُرائی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت طلب کرتے رہنا چاہیے اور حسبِ استطاعت شر سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

اس تناظر میں سورۃ الفلق کی ابتدائی آیات "اعلان یہ دو کہ میں ربِ الفلق (جو ایک کو پھاڑ کر اس میں سے دو کو پیدا کر لیتا ہے) کی پناہ میں آتا ہوں۔ ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا"۔

فلق کے معنی صبح کا وقت بھی ہے کہ صبح کے وقت روشنی رات کی تاریکی سے نکلتی نظر آتی ہے۔ " قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ" اشیاء کے اچھے اثرات سے فائدہ اُٹھانے کے لیے تیار اور بُرے اثرات سے محتاط رہنے کے متعلق ایک مؤثر اور طاقتور پیغام ہے۔ چونکہ خیر اور شر دونوں ساتھ ساتھ پیدا ہوتے ہیں اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ہر وقت تصویر کے دونوں رُخ دیکھنے کے لیے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں اور اپنے چاروں طرف پھیلے ہوئے شر اور بُرائی کے متعلق غیر محتاط نہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا"۔ وہ شر کی قوتوں کے خلاف بڑا ہوشیار و محتاط ہوتا ہے۔ شر سے بچنے کا ثواب ہے اور خیر کا انتخاب کرنے کا ثواب ہے۔

54۔ شر کی چند نہایت خطرناک اقسام

سورۃ الفلق کی آیات وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ O وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ O وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ O شر کی مندرجہ ذیل اقسام کے متعلق خاص طور پر محتاط رہنے کا حکم دیتی ہیں۔

1۔ تاریکی (اندھیرا، ظلمت، جہالت)۔

2۔ جادو ٹونا (سحر)، سازشیں، مکر، لگائی بُجھائی، غیبتیں وغیرہ۔

3۔ حسد اور ظاہری، بدخواہی، باطنی دُشمنی۔

55۔ تاریکی (ظلمت) اور اندھیرے کا شر

تاریکی، اندھیرا اور ظلمت ظاہری بھی اور باطنی بھی ہو سکتے ہیں، ایسی خطرناک کیفیات ہیں ۔ تاریکی کے گہرے پردے کے پیچھے بے شمار بُرائیاں پھلتی پھولتی ہیں۔

جب سورج غروب ہوتا ہے تو ہر چیز پر اندھیرا چھا جاتا ہے، تاریکی ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے، مختلف قسم کی جنگلی مخلوق اپنی کمین گاہوں سے باہر نکل آتی ہے ۔ مجرم، چور، ڈاکو بھی سرگرم عمل ہو جاتے ہیں ۔ نائٹ کلبز اپنی تمام تر بُرائیوں، جوا، عصمت فروشی اور مے نوشی کے ساتھ بیدار ہو جاتی ہیں ۔ یہ محض جرائم پر ہی موقوف نہیں ۔ صحت سے متعلق مسائل اور عوارض قلب و دماغ، ذیابیطس اور سرطان وغیرہ کے عوارض کے رات کے وقت ہونے والے حملے زیادہ تباہ کن ہوتے ہیں ۔ اسی طرح قدرتی آفات، زلزلے، سیلاب، سونامی وغیرہ دن کی بہ نسبت رات کے وقت زیادہ تباہی اور بربادی پھیلاتی ہیں کیوں کہ لوگ نیند میں ہوتے ہیں اور اچانک اور بے خبری میں پکڑے جاتے ہیں۔

تاہم جہالت کی تاریکی، تمام ظلمتوں میں سب سے زیادہ تباہ کن ہے ۔ یہ تمام برائیوں کی ماں ہے ۔ ہر قسم کے توہمات استحصال، جادو، ٹونہ، سحر، ظلم، ناانصافی، بُت پرستی، مظاہر پرستی اور شخصیت پرستی وغیرہ کی یہ پرورش گاہ ہے۔

آج کے معلوماتی بہتات کے دور میں جہالت کا مطلب معلومات کا فقدان نہیں بلکہ اِن کا غلط استعمال اور غلط نتائج اخذ کرنا ہے ۔ مادی دُنیا کے بارے میں ہم پہلے سے کہیں زیادہ جانتے ہیں لیکن روحانی مقامات اور اخلاقیات کے لحاظ پستی کی طرف گرتے جارہے ہیں مثلاً انسان کا مقدس ورثہ خاندانی نظام تھا اُس کو تباہ کیا جارہا ہے ۔ مرد اور عورت کے آپس کے تعلق کو جس طرح جائز قرار دے دیا گیا ہے ۔ اس سے نہ صرف اخلاقی بے راہ روی پیدا ہوئی بلکہ امراض خبیثہ میں خطرناک حد تک اضافہ ہوتا جارہا ہے ۔ مرد، مرد سے اور عورت، عورت سے باہمی شادیاں کر رہے ہیں ۔ شادی کے بغیر جنسی عمل کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے اور تاریکیوں کے نئے نئے روپ سامنے آرہے ہیں ۔ جن سے انسانیت کا مستقبل تاریک تر ہوتا جارہا ہے۔

جہلِ فرد نے دن یہ دکھائے گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے

جہالت کے موجودہ دور میں مندرجہ ذیل خرابیوں میں زیادہ ترقی ہوئی ہے۔

1۔ خودغرضی۔صرف اپنے حقوق اور ذات کے متعلق فکر کرنا، دوسروں کا استحصال کرتے رہنا۔

2۔ ناشکری۔ہوس اور طمع جس کی وجہ سے نفسانفسی اور بدنظمی پھیلتی ہے۔

3۔ خودپسندی اور انانیت۔

4۔ طاقت کے نشے میں فرعونیت کا عام ہوجانا۔

5۔ فواحش،عریانی اور بے حیائی کی تشہیر اور اخلاقی قدروں کی پامالی۔

اسی تناظر میں سورۃ الفلق کی آیت 3 ہر صاحبِ ایمان کو تلقین کرتی ہے کہ وہ ہر قسم کی تاریکی، جسمانی، روحانی جہالت، کے بُرے اثرات سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کرے۔ان کے خطرات سے بچنے کے لیے ہر طرح کی احتیاطی تدابیر اور حفاظتی اقدامات اختیار کرتا رہے۔

مثلاًبنیادی حفاظتی اقدام کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ رات کے وقت دروازوں کو احتیاط سے بند کریں(تالا لگائیں)۔ہر قسم کی آگ بُجھادیں اور پانی اور کھانے پینے کی اشیاء کو ڈھانپ دیں۔مزید برآں یہ بھی تاکید کی کہ رات سونے سے پہلے قرآن مجید کی آخری تین سورتوں کی تلاوت کریں۔یہ ہر گھرانے کے لیے ممکنہ خطرات سے بچنے کے لیے کم از کم حفاظتی اقدامات ہیں۔اگر ان باتوں پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کی بجا آوری سمجھ کے عمل کیا جائے گا تو یہ عین عبادت ہے۔

56۔ سحر اور جادو کا فتنہ

سورۃ الفلق کی آیت4" وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ" میں اہلِ ایمان کو خاص طور پر تاکید کی گئی ہے کہ وہ سحر،ٹونا،منتر اور کالے جادو کے شر سے اللہ تعالی کی پناہ طلب کرتے رہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جادو، ٹونہ، سحر محض توہمات نہیں بلکہ ایک حقیقت ہیں۔اِن کا شر نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔آیت 4 میں "گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے" الفاظ کے

ساتھ جادو، ٹونہ کے ایک خاص عمل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس میں عامل اور جادو کرنے والے لوگ (زیادہ تر خواتین) دھاگے میں گرہیں لگاتے ہوئے، اُن کے اوپر ایک مخصوص تعداد میں تھوکتے یا پھونک مارتے جاتے ہیں اور ساتھ ساتھ جادوئی منتر الاپتے ہیں۔ تاہم آیت کا اطلاق ہر قسم کے جادو، ٹونہ اور سحر پر ہوتا ہے۔ اِن کے علاوہ دیگر شیطانی معمولات، مکر و فریب، باہمی سازشیں، شیطانی حرکات اور شرانگیز عملیات اس میں شامل ہیں۔ عورتوں کو خصوصی طور پر اِن سے خبردار کیا گیا ہے۔ وہ آسانی سے اِن رجحانات کا شکار ہو جاتی ہیں اور ردِ عمل کے طور پر عاملوں کے جال میں پھنس جاتی ہیں۔ اسی فطری رجحان کی وجہ سے عورتوں کے شر، لگائی بُجھائی، غیبت اور بہتان بازی سے خصوصی طور پر محتاط رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

بدقسمتی سے جادو، ٹونہ، سحر اور پوشیدہ علوم کے مذموم معمولات جدید سائنسی دور میں بھی خاصے مقبول ہیں۔ بُت پرست، مظاہر پرست، عیسائی، یہودی اور ہندو اس بُرائی کے لئے خاص طور پر بدنام ہیں۔ یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ بعض یہودیوں، مُشرکوں اور کافروں نے جادو کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ناکام رہے۔ لہٰذا ہمیں بھی اِن سے محتاط رہنا چاہیے۔ اس ضمن میں قُرونِ اُولیٰ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ نمازِ جمعہ میں حکمرانوں اور دیگر شخصیات کی حفاظت کے لئے خصوصی دُعائیں کی جاتیں۔ اولیاء کرام اپنی رُوحانی طاقتوں کے ذریعے اُن کے اردگرد حفاظتی حصار کھڑا کر دیتے۔ جن سے ٹکرا کر دُشمن کے جادوئی میزائل واپس ہو جاتے۔ اس موضوع پر امریکن سی آئی اے (CIA) کے ایک سابقہ افسر میجر ڈیوڈ مورہاؤس کی کتاب (Psychic Warrior) نفسیاتی جنگجو میں کئے گئے انکشافات انسان کو حیران اور پریشان کر دیتے ہیں کہ دُنیا کی سب سے بڑی سپاہی ایجنسی اہم شخصیات کو کیسے کنٹرول کرتی ہے اور اُن کے اذہان پر اثر انداز ہو کر اُن سے اپنی مرضی کے فیصلے کرواتی ہیں۔

57۔ حسد کا فتنہ اور شرانگیزی

سورۃ الفلق کی آخری آیت وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَO ہماری توجہ ایک ایسی

بُرائی کی طرف دلاتی ہے جو بہت عام ہے۔یہ حسد کی بُرائی ہے۔حسد کرنے والے شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ محسود اپنی جائز ملکیت (خواہ وہ کسی بھی قسم کی ہو) سے محروم ہو جائے اور وہ اُسے مل جائے۔بدقسمتی سے یہ باہمی دوستوں، عزیز و اقارب، رشتہ داروں، ہمسائیوں، رفقاء اور ساتھیوں میں عام پائی جاتی ہے۔اکثر ایک دوسرے سے انجانے میں حسد کرتے ہیں۔حاسد آپ کی خوشی یا کامیابی پر دل سے خوش نہیں ہوتا۔اس کے برعکس آپ کے نقصان پر بظاہر افسوس کرے گا لیکن اندر سے خوش ہوگا۔اس طرح وہ غیر شعوری طور پر اپنے حاسدانہ خیالات کی ترسیل اور منتقلی کے ذریعہ آپ کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتا ہے۔انہی میں "نظرِ بَد" یا "نظر لگ جانا" بھی ہے۔انسان تصور سے کیسے دوسروں کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے؟اس کو یوں سمجھ لیں کہ ہر آدمی کے دو نفس (Mind) ہیں۔شر والا نفس اور خیر والا نفس۔دونوں نفوس بڑھتے، گھٹتے رہتے ہیں۔اگر آپ کو اپنے قرابت داروں کی خیر پر خوشی ہوتی ہے تو خیر کا نفس پھیل کر آپ کے دوست کو راحت پہنچاتا ہے۔اگر آپ اس کی خوشی پر خوش نہیں تو شر والا نفس پھیل کر آپ کے دوست کو ڈھانپ لیتا ہے اور اسے نقصان پہنچاتا ہے۔

چونکہ قریبی رشتہ داروں اور عزیز و اقارب میں یہ مرض تیزی سے اور دُور تک پھیلتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں رشتہ داروں کے ساتھ مہربانی کی تاکید کی ہے اور اِن کے سامنے عجز و انکسار اور تواضع کا رویہ اپنانے کی ہدایت کی ہے تا کہ ہم اِن کے حسد سے بچ سکیں۔اسی طرح ہر وقت ہمیں یہ خیال کرنا چاہیے کہ ہم دوسروں کے ساتھ حسد نہ کریں۔اِن کے لیے شر کی بجائے خیر کی دُعا کریں۔اگر آپ دوسروں کے لیے خیر کے طلبگار رہیں تو ان شاءاللہ آپ کو بھی خیر ملے گی۔حاسد نہ کبھی خود خوش رہ سکتا ہے اور نہ کبھی کسی کو خوشی دے سکتا ہے۔

سورۃ الفلق کی تلاوت میں اللہ سبحانہ نے انسان کے لیے ہر قسم کی مرئی اور غیر مرئی خطرات سے حفاظت رکھی ہے۔اس لیے اس سورۃ مبارکہ کی خود بھی تلاوت کرتے رہنا چاہیے اور اپنے بچوں کو بھی اس کی تلاوت سکھانی چاہیے۔اس لیے کہ بچے زیادہ آسانی کے ساتھ نظرِ بد، حسد اور جادو وغیرہ کے شر کا شکار ہو سکتے ہیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃُ 114: اَلنَّاسِ

(مکی سورۃ۔کل آیات 6)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے جو الرحمٰن ہے، الرحیم ہے۔(جس کی رحمت زمان ومکاں میں مسلسل جاری وساری ہے)
قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (۱)	(اعلانیہ) کہہ دو کہ میں انسانوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں O
مَلِكِ النَّاسِ (۲)	جو انسانوں کا اصل مالک ہے O
اِلٰهِ النَّاسِ (۳)	جو انسانوں کا اصل معبود ہے O
مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ (۴)	میں الخناس (شیاطین) کے وسوسوں سے پناہ مانگتا ہوں O
الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ (۵)	وہ وسوسے، (شکوک وشبہات، سوئے ظن) جو وہ انسانوں کے ذہنوں کے اندر ڈالتے ہیں O
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (۶)	وہ (خناس) جنات میں سے بھی ہیں اور انسانوں میں بھی (پائے جاتے ہیں) O

سورۃ الناس۔تعارف اور مضامین

قرآن کریم 114 سورتوں پر مشتمل ہے اور سورۃ الناس آخری سورۃ ہے۔"ایک لحاظ سے یہ سورۃ اللہ تعالیٰ کا الوداعی پیغام ہے" قرآنِ مجید کا آغاز اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام (اللّٰہ) سے ہوتا ہے اور اس کا اختتام (النـاس) کے نام پر ہوتا ہے۔یعنی یہ کتاب انسانوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہے۔جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت انسانوں کے درمیان رابطے کے واسطے نازل فرمایا۔اس کے بعد اگر بندہ اپنے رب سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تو اس کا راستہ اسی کتاب پر عمل کرنے سے ملے گا۔

قرآن کریم ہر زمانہ کے لیے معجزہ ہے۔موجودہ زمانہ حساب اور سائنس کا ہے۔آج کل قرآن کریم حیران کن سائنسی اور حسابی معجزات دکھا رہا ہے۔اسی ضمن میں 19 کے ہندسوں کا ہے جس کا تفصیلی ذکر سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں ہو چکا ہے۔قرآن کریم کے حسابی نظام کا کوڈ نمبر 19 ہے۔سورۃ الناس کی ترتیب بھی اسی کوڈ کے مطابق نظر آتی ہے۔سورۃ الناس کے کل حروف 76 ہیں جو (4X19) کا حاصلِ ضرب ہے۔سورۃ الناس کا ترتیبی نمبر 114 ہے جو 10 کے کوڈ کے مطابق 6X19 کا حاصلِ ضرب ہے۔

قرآن کریم کی افتتاحی سورۃ (سورۃ الفاتحہ) میں بندہ اللہ تعالیٰ سے سیدھے راستے پر ہدایت و رہنمائی کی دُعا کرتا ہے۔(اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ) صراطِ مستقیم کو آپ "شاھراہِ جنت" بھی کہہ سکتے ہیں۔پورے کا پورا قرآنِ کریم اِس دُعا کا جواب ہے۔دراصل قرآن کریم ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جو آپ کو جنت لے کر جائے گا۔اس سفر کے دوران میں ہمارے سب سے زیادہ خطرناک دُشمن شیاطین ہیں۔اس حوالے سے سورۃ النـاس، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری انتباہ ہے جو بندے کو یاددہانی کراتی ہے کہ وہ ہر لحہ اپنے اِن ازلی دُشمنوں سے انتہائی محتاط اور خبردار رہے اور ان کی شرانگیزیوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے۔

قرآن کریم میں یہ بات کئی طریقوں سے واضح کی گئی ہے کہ آدمی جونہی جنت کی طرف

قدم بڑھانے کا ارادہ کرتا ہے، شیاطین اس کے راستے میں آکھڑے ہوتے ہیں۔ اُن کے بڑے شیطان (ابلیس) نے وسوسہ انگیزی، دھوکا دہی اور دروغ گوئی سے، ہمارے سادہ لوح باپ (حضرت آدم علیہ السلام) کو بہکا دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں انہیں جنت چھوڑنا پڑی تھی۔ وہاں پہلے وہ عالم ارواح میں رہتے تھے۔ اُس وقت سے حیات ارضی بنی نوع انسان کے لیے آزمائش گاہ اور رزم گاہ بنی ہوئی ہے۔ یہاں کی زندگی اپنی جنت گم گشتہ حاصل کرنے کے لیے ایک اور موقع ہے جو ابلیس کو بہت زیادہ کھٹکتا ہے، اس کی سب سے بڑی کوشش، فکر اور تردد یہی ہے کہ انسان کو پھر ناکامی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑے۔ تاہم وہ ہمیں اس کے لیے مجبور نہیں کر سکتا۔ ہم پر زبردستی کوئی بات ٹھونس نہیں سکتا۔ وہ ہمیں محض بُرائی کی ترغیب تو دے سکتا ہے، ہمیں غلط راستے پر چلنے کے لیے بہلا پھسلا کر آمادہ کر سکتا ہے۔ یوں شیاطین اپنے مذموم منصوبوں، عزائم کی تکمیل اور حصول کے لیے بنی آدم کے ذہنوں میں چُپکے چُپکے سرگوشی سے بُرے خیالات پہنچاتے اور ان کی آبیاری کرتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم کی آخری دونوں سورتیں ان سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے پناہ گاہ ہیں۔

سورۃ الناس اور سورۃ الفلق دونوں "قُلْ" سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ حکم ہے، اس کا مطلب ہے کہ انسان، شیطانی سازشوں سے بچنے کے لیے برملا اللہ تعالیٰ کی پناہ کی درخواست کرے۔

سورۃ الفلق میں بیرونی عقلی (Pshychical) حملوں سے بچنے کے لیے خبردار کرتی ہے۔ سورۃ الناس شیاطین کے باطنی حملوں سے بچنے کے لیے ہر گُل یاد دہانی ہے جو ہمیں ہر لحظہ اپنے آپ کو اپنے ظاہر اور پوشیدہ (نظر آنے والے اور نہ نظر آنے والے) دشمنوں خواہ وہ جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں سے ان کے نفسیاتی حملوں کے شر سے بچنے کی ترغیب دیتی ہے۔ ان دونوں سورتوں کی تلاوت کثرت سے کرتے رہنا چاہیے۔ ان شاءاللہ مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوں گے۔

1۔ غرور و تکبر کا زور ختم ہو گا۔

2۔ تزکیہ نفس حاصل ہو گا۔

3۔ دشمن شیطانی یا عقلی قوتوں سے بچنے کے لئے انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجاتا ہے۔

تفسیر سُوْرَۃُ النَّاسِ

58۔ محافظ و نگہبان

عام طور پر لوگ شیطان کے گمراہ کن منصوبوں کا آسانی سے شکار بن جاتے ہیں۔ ایسے طاقتور دشمن کے خلاف ہمیں ایک ایسی مقتدر ہستی کی پناہ میں آنے کی ضرورت ہے جو اس سے یعنی شیطان سے کہیں زیادہ طاقتور ہو اور ہمیں اس پر پورا پورا بھروسا اور اعتماد بھی ہو۔ اس لیے سورۃ الناس کی پہلی تین آیات میں ہمیں حکم دیا گیا ہے اور تاکید کی گئی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مہربانی، عظمت اور اس کے جاہ و جلال پر پورا یقین اور اعتماد رکھتے ہوئے اس سے پناہ اور تحفظ کی درخواست کریں۔

لفظ قُلْ محض ایک مشورہ یا نصیحت نہیں ہے بلکہ ہمارے خالق کی طرف سے حکم ہے کہ بدی اور بُرائی کی تمام قوتوں کے خلاف پناہ اور تحفظ کے لیے اسے پکاریں۔ وہ اور صرف وہی یہ تحفظ دینے کے قابل اور لائق ہے۔ اس کی پناہ کے لیے اعلانیہ اور چپکے، اکیلے اور باجماعت اپنی درخواست پیش کریں۔ ذرا سوچیے! جب ہمارا رب، ملک اور الٰہ ہمیں تحفظ عطا فرمائے اور اپنی پناہ میں لے لے تو پھر کسی کی کیا جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ روحانی یا مادی طور پر ہمیں نقصان پہنچا سکے؟ لیکن یہ بھی مت بھولیے کہ تحفظ صرف اسے ہی ملتا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اپنی قوتوں کے ذریعے شیطان سے برملا لڑائی کرتا ہے۔ شیطان سے دوستی بھی رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے اِس کے خلاف پناہ بھی مانگتے ہوں تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

59۔ اَلْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسَ کا خطرہ

سورۃ الناس کی چوتھی اور پانچویں آیات میں خناس کے بھیانک وسواس کے شر سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ جو ان کے قابو میں آگیا وہ اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے۔ اِن سے بچاؤ کے لیے لازماً ہمیں اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا چاہیے۔ یہ خطرناک حملے "الـخـنـاس" کے

وسواس کے شر ہیں جو شیاطین ہمارے قلب میں ڈالتے رہتے ہیں لفظ خناس جمع ہے "خنس" کی جس کا معنی ہے "وہ جو آتا جائے"۔ اس سے خناس کی فطرت معلوم ہوتی ہے کہ ڈھیٹ قسم کی مخلوق میں جو مختلف سمتوں سے انسان پر حملہ آور رہتے ہیں۔ اِن سے بچنے کے لیے حکم ربی ہے۔ اس لئے خنس سیاروں کو بھی بولتے ہیں اس لیے کہ وہ بھی مرکزی ستارے کے ارد گرد مسلسل چکر لگاتے رہتے ہیں۔ یعنی میں پناہ میں آتا ہوں اللہ تعالٰی کی، خناس سے جو مسلسل مختلف طریقوں سے وسواس کے ذریعہ ہمارے دلوں پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں۔ خناس کی پہچان یہ ہے کہ وہ بُرائی کا مسلسل پرچار کرتے رہتے ہیں۔ جیسے ٹیلی ویژن پر آپ کو ایک ہی بات کے بار بار فحش اشتہار دکھائے جاتے ہیں۔ یوں خفیۃ، معصیت فروشوں اور منافقوں کی ایک عمومی خاصیت ہے۔ یہ بڑے ہوشیار اور مکار لوگ ہوتے ہیں۔ یہ اپنے قبیح منصوبوں کے فروغ کے لیے آپ کے ذہنوں میں مختلف طریقوں سے "وســــــواس" ڈالتے رہتے ہیں مثلاً عقائد، یقین، ایمان اور اسلامی قدروں کے متعلق شکوک وشبہات، مختلف قسم کے خوف اور اندیشے، افسردگی، بے چارگی اور مایوسی کا پھیلانا، عُریانی اور فحش باتوں کی تشہیر وغیرہ۔ مختصراً "وسـواس الـخـنـاس" کے زمرے میں آتا ہے۔ "بُـرائی کی سرگوشیاں کرنے والوں کی جارحانہ کاروائیاں"۔ جن سے بچنے میں آپ کے ایمان اور دُنیا و آخرت کی حفاظت ہے، ورنہ خنّاس اپنے مذموم پروپیگنڈا اور تشہیری مہم سے آپ کے عقائد، اخلاق اور اقدار کو تباہ کرنے کے لیے سازش کرتے رہیں گے۔

وہ اپنے مقصد خیالات (یعنی وسوسہ، شکوک وشبہات وغیرہ) کو پھیلانے کے لیے شاذ و نادر ہی مادی ذرائع جسمانی قوت استعمال کرتے ہیں بلکہ نہایت چالاکی، عیاری اور غیر محسوس طریقوں سے کاروائی کرتے ہیں تا کہ آہستہ آہستہ آپ کے ذہن کو بدل ڈالیں۔ خناس کی یہ قسم انسانوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہ ابلیس کے آلہ کار ہیں اور اُس کی مرضی کے مطابق بُرائی کو پھیلانے کا کام کر رہے ہیں۔ آج کل شیطان یہ مقصد پرنٹ، الیکٹرنک میڈیا اور فلم کے معصیت سے آلودہ ضرر رساں ذریعے سے حاصل کر رہا ہے۔

60۔ پوشیدہ "خنّاس"

اوپر ہم کچھ انسانی خنّاس کا ذکر کر چکے ہیں۔ یہ بات اہم ہے کہ ہمیں ہر طرح کے "خنّاس" کا ادراک ہونا چاہیے۔ یہ کون ہیں؟ کہاں پائے جاتے ہیں؟ اس سوال کا جواب سورۃ الناس کی آیت 6 میں دیا گیا ہے جو کہ قرآنِ مجید کی آخری آیت ہے "وہ جنوں میں سے ہیں اور انسانوں میں سے" مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ.

لفظ "جن" کا مطلب ہے پوشیدہ، مخفی یعنی کہ نظر نہ آنے والے وجود۔ یہ بالخصوص مخلوقات کی وہ قسم ہے جو عام طور پر انسانوں کو نظر نہیں آتیں، اگرچہ چھپی ہوئی مخلوقات بے شمار ہیں، مثلاً روح، فرشتے، لیکن انسان کے مقابل میں چھپی مخلوق کا نام جن ہے۔ اِن کی جمع جنات ہیں۔ "جنات" توانائی کی اس قسم سے پیدا کیے گئے ہیں جس کا نام "آگ" ہے۔ اس کے برعکس انسان کی رُوح اللہ تعالیٰ کے نُور سے پیدا کی گئی ہے۔ (ہوسکتا ہے کہ مختلف مابعد طبعیاتی مخلوقات میں فرق اور امتیاز صرف (Frequency) کا ہی ہو)۔ جنوں میں سے سب سے خطرناک قسم وہ ہے جنہیں "شیاطین" کہا جاتا ہے جو ابلیس کی ذرّیت ہیں جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہکایا تھا۔

جہاں تک انسانی "خناس" کا تعلق ہے تو اس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ اِن میں مختلف قسم کے سازشی ٹولے شامل ہیں۔ موجودہ دور میں نوعِ انسانی میں تقسیم اور تفریق پیدا کرنے والے، نفرت پھیلانے والے، مختلف باطل فلسفوں کا پرچار کرنے والے طرح طرح کے گروہ ہیں۔ اِن میں فی زمانہ زیادہ فعال دہریے، لادین، صیہونی (یہودی)، اشتراکی فری میسنز اور قادیانی شامل ہیں۔ مزید برآں تمام اقسام کے استحصالی گروہ، (خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو) اور بُرائی کی نشر و اشاعت کرنے والے اور اسے پھیلانے والے ادارے اور ان کے ساتھ منسلک لوگ ہیں۔ فحاشی، عُریانی پھیلانے والا میڈیا، اخبارات، ٹی وی، ریڈیو، فلم، ڈرامہ، انٹرنیٹ وغیرہ سب کے سب "انسانی خناس" کے زمرے میں آتے ہیں۔ انہی خناسوں میں فرقہ باز، مفاد پرست مذہبی پیشوا، لادینی تعلیمی نظام، فسق و فجور، بداخلاقی پھیلانے والے ادارے، بدکرداری سے آلودہ کاروباری مراکز، ان کے مالکان، ملازم، معاون، رائٹر، آرٹسٹ غرض جو کوئی بھی اسلامی اقدار کے

خلاف فواحش اور منکرات پھیلانے کا باعث ہیں وہ سب وہ الخناس میں شامل ہیں۔ آخرت کی زندگی میں ان کا حشر شیاطین کے ساتھ ہوگا، جن کے لیے اس دُنیا میں زندگی بھر کام کرتے رہے۔ ان میں بد دیانت و رشوت خور حکمران بھی شامل ہیں۔

گمراہی کا شکار منافق اور دجالی سیاسی یا مذہبی طبقات جو خوبصورت اور پُرکشش ناموں (آزادی، جمہوریت، حرمتِ فکر اور انسانی حقوق) کی آڑ میں وعظ اور تلقین کرتے ہیں کہ جمہوری اکثریت خالقِ کائنات کی طرف سے نازل شدہ اور مقرر کردہ اخلاقی اصولوں کو تبدیل کر سکتی ہے، یہ سب بھی اِن میں شامل ہیں۔ حدیثوں میں دجال کی ایک صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ حق اور ناحق ملا کر پیش کرے گا۔

گمراہی کا شکار آزاد خیال طبقات، مذہبی منافقین اور سچائی کے پردہ میں باطل کے پرستار، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی ماننے والے فرقے، یہ سب کے سب شیطانِ اعظم ابلیس کے کارکن ہیں۔ یہ ہمارے زمانے کے جدید "خناس" کے زمرے میں آتے ہیں۔

61۔ "خَنَّاسِ" کا حملہ

شیاطین ہمیں کس طرح متاثر کرتے ہیں؟ اس ضمن میں سورۃ الناس کی آیات 5 اور 6 یہ بتا رہی ہیں کہ وہ ہمارے " صدور " یعنی سینوں (یعنی قلوب) پر حملہ آور ہوتے ہیں اور اس طرح اپنی مرضی اور ارادہ ہمارے اوپر مسلط کرتے ہیں۔ لفظ "صدور" جمع ہے " صدر " کی۔ جس کا صحیح مطلب ہے کسی وجود، ہیئت یا نظام کا اہم ترین عضو، عنصر یا رُکن، مثلاً کسی ریاست کے سربراہ کو بھی " صدر " کہتے ہیں۔ کسی مُلک کے دارالخلافہ کو "صدر مقام" کہتے ہیں۔ اس لیے انسانوں کے معاملہ میں لفظ "صدور" کا مفہوم مثلاً Mind Centre (مرکزِ شعور) جو تمام اعصابی نظام کو کنٹرول کرتا ہے۔ یہ کہاں واقع ہے؟ (واللہ اعلم) اس پر بحث ہو سکتی ہے۔ کیا یہ پھیپھڑے یا دماغ میں ہے؟ یا دل میں؟ یا یہ تمام جسم میں پھیلا ہوا ہے؟ یہ ابھی تک ایک راز اور معما ہے۔

جدید سائنس کی دریافتوں کے مطابق ایک اوسط انسانی جسم تقریباً 70 ارب خلیات (Cells) کا مجموعہ ہے۔ لیکن ہر خلیہ اپنے اندر پورے انسان کا ڈیزائن محفوظ رکھتا ہے۔ کمپیوٹر کی

اصطلاح میں اسے سافٹ ویئر کہتے ہیں۔ بعض اوقات آپ نے سنا ہوگا کہ سافٹ ویئر میں خرابی کی وجہ سے کمپیوٹر کا سارا پروگرام درہم برہم ہوگیا ہے۔ کچھ ایسے ہی انسان کا حال ہے۔ شیطان اور اُن کے آلہ کار انسانوں کی بھی یہ کوشش لگی رہتی ہے کہ وہ ان کے قلب پر اثر انداز ہو کر اُس کی رُوحانی کیفیت کو بدل ڈالیں۔ اس کے نتیجہ میں وہ جنت کی راہوں سے بھٹک کر جہنم میں گر جاتا ہے۔ قرآن کریم کی آخری سورۃ 114 میں آدمی کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ ابلیس، اُس کی اولاد اور اُس کے آلہ کار انسانوں کی سازشوں سے بچ جائے فرمایا: قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (۱) مَلِکِ النَّاسِ (۲) اِلٰہِ النَّاسِ (۳) مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ (۴) الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ (۵) مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ (۶) شیطان اور اُس کی اولاد سب سے زیادہ انسانی قلب پر حملہ آور ہوتی ہے۔ جب کہ انسانی جسم میں دماغ ذریعہ عقل ہے۔ کمپیوٹروں کی مثال میں دماغ انسانی جسم کا ہارڈ ویئر ہے۔ اس کا کام جسم کے تمام ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے، انسان کے جذبات کی تکمیل کے لیے وہاں سے جو احکامات جاری ہوتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ظاہری اور باطنی وسائل کو بہترین طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اپنی مجموعی شخصیت کی طمانیت کے لئے بروئے کار لائے۔

شیاطین اور جن ہمارے قلبی اور عقلی نظام پر حملہ آور ہو کر ہمارے اعصابی نظام کو درہم برہم کرتے ہیں اور ہمارے رویوں کو متاثر کرتے ہیں اور اُلجھن میں ڈالتے ہیں۔ ہمارے خیالات اور رویّوں کو متاثر کرتے ہیں اور اس طرح بالآخر مختلف قسم کے نفسیاتی عوارض کے ظہور کا سبب بنتے ہیں۔

آج کل " قوتِ خیال "(وسواس الخناس) کے ذریعے دوسرے لوگوں کو کنٹرول کرنے کرنے کے لئے سنجیدہ سائنسی تحقیقات کا کام شروع ہو گیا ہے مثلاً سی آئی اے (CIA) جو نارتھ امریکہ کا اہم ترین اور سب سے بڑا جاسوسی ادارہ ہے، اس نے نفسیاتی جنگ (Psyhic Warfare) کا ایک خصوصی یونٹ قائم کیا ہوا ہے۔ جہاں وہ ایسے لوگوں کو بھرتی کرتے ہیں، جو فطری طور پر غیر معمولی نفسیاتی صلاحیتوں اور استعداد کے مالک ہوں۔ ان کی قدرتی طور پر ودیعت شدہ نفسیاتی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے انہیں شدید قسم کی روحانی مشقوں میں سے گزارا جاتا ہے۔ امریکہ کے میجر مور ہاؤس، مصنف ہیں اور ان کی کتاب Psyhic Warfare کے مطابق سی آئی اے روحانی قوتوں کو کمزور اذہان کنٹرول کرنے اور ناقابلِ رسائی مقامات کا دور سے جائزہ لینے کے لیے استعمال کرتی ہے۔

دُشمن کے نفسیاتی حملوں، حربوں اور فکری و خیالی میزائلوں کے خلاف دفاع تبھی ممکن ہے کہ متعلقہ شخص (ھدف) خود بھی مضبوط شخصیت اور بلند پایہ اخلاقی اقدار کا حامل ہو۔ اس طرح اُس کی شخصیت کے اردگرد ایک مضبوط ہالہ، ڈھال کی صورت موجود ہوگا جو اس کی طرف بڑھنے والے فکری و خیالی حملوں اور جادو ٹونہ کے وار کو پسپا کر دے گا۔ پھر بھی اگر وہ محسوس کرے کہ اس کی شخصیت ذہنی طور پر متزلزل ہو رہی ہے تو اسے اپنے اردگرد موجود متقی اور پارسا لوگوں سے مدد طلب کرنا چاہیے۔

مزید برآں ایک مُسلم ریاست کے اہم عہدوں پر کام کرنے والے افسروں کو متقی اور پارسا لوگوں سے بھی درخواست کرنا چاہیے کہ وہ اِن کے لیے دُعا کرتے رہیں۔ یہ بات خاص طور پر مُسلم ریاستوں کے سربراہوں، اعلیٰ کلیدی عہدوں پر فائز حضرات و خواتین کے لیے بہت اہم ہے کہ یہ لوگ دُشمن کے شرانگیز منصوبوں کا خصوصی ہدف ہو سکتے ہیں۔ بہر حال یہ لوگ خود بھی مضبوط ذاتی کردار کے حامل ہوں، اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین رکھتے ہوں اور اپنی روز مرہ کی زندگی میں اسلام پر عمل پیرا ہوں۔

تاہم یہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اصل تحفظ اور پناہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس لیے اس سے اپنے مرئی اور غیر مرئی دشمنوں سے حفاظت کی دُعا کرتے رہنا چاہیے۔ دُعا کی مقبولیت کے لیے جو چند شرائط ہیں، اِن میں اولین یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی استطاعت کو استعمال کرتے ہوئے، ہم شیطان اور خناس سے حالتِ جنگ میں رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم حق پر ناقابلِ شکست، پختہ یقین اور راسخ عقیدہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت طلب کرتے رہیں۔ ایک سچے مسلمان کا طرزِ زندگی اختیار کریں۔ حرام و حلال میں تمیز کریں، کیوں کہ رزقِ حرام سے دُعا قبول نہیں ہوتی۔ اِن اہم امور کی یاددہانی کے لیے اکثر **سورۃ الاخلاص**، **سورۃ الفلق** اور **سورۃ الناس** کی تلاوت کریں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنا یہ معمول تھا کہ سونے سے پہلے ان سورتوں کو تین، تین دفعہ تلاوت فرماتے اور اپنے ہاتھوں پر دم کر کے اپنے جسم مبارک پر پھیرتے۔ اِن کے علاوہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کئی اور دُعائیں بھی مروی ہیں جن کے ذریعے ہمیں ہر قسم کی مادی اور غیر مادی (مابعد الطبیعیاتی) بدی کی قوتوں (جو ہمیں ہر وقت نشانہ بنائے رکھتی ہیں) ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کی رحمت، حفاظت اور پناہ طلب کرتے رہنا چاہیے۔

معوذتین

سورۃ113-114

ضمیمہ

طبیعیاتی، غیر طبیعیاتی بیماریاں اور اُن کا علاج

بیماریاں دو قسم کی ہیں۔ طبیعیاتی اور مابعد طبیعیاتی۔ طبیعیاتی بیماریاں جسم کے عناصر کی ترتیب میں خرابی، خوراک، ہوا اور پانی کے بد اثرات، جراثیم، بیکٹیریا کی وجوہات، اندرونی اور بیرونی کیمیکل میں انتشار، آب و ہوا کی تبدیلی، ذاتی صفائی سے غفلت، جسم پر داخلی اور خارجی زہریلے کیمیکل کی وجوہات وغیرہ ہیں۔ اِن کا علاج جدید میڈیکل سائنس کے ذریعے کامیابی سے کیا جا رہا ہے۔ اصل مسئلہ غیر طبیعیاتی بیماریوں کا ہے۔ اِن کے اسباب غیر مادی اشیاء مثلاً جادو، ٹونا، جنات، بد رُوحیں، جذباتی اور نفسیاتی پریشانیاں، حسد، غیبت، غصہ، ذہنی تناؤ، غم فکر وغیرہ ہیں اور ان کا علاج بھی غیر طبیعیاتی طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ انہیں رُوحانی بیماریاں بھی کہا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل ضمیمہ نمبر ایک میں ہماری کوشش ہوگی کہ اِن بیماریوں کو سمجھا جائے اور اسلام کے نکتہ نظر سے جو بہتر علاج ہیں اُن سے قارئین کو مستفید کیا جائے۔

نفسیاتی شعور

جیسے جیسے کائنات کے بارے انسان کی سمجھ میں اضافہ ہوا، حقیقت کچھ یوں معلوم ہوئی کہ ساری کی ساری کائنات اللہ تعالیٰ کے چند طبیعیاتی قوانین (Physical Laws) کی پابند ہے۔ جیسے قرآن کریم میں کہا گیا ہے لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ "اِن قوانین میں کبھی تبدیلی نہیں آتی"۔ تمام مادی اشیاء (Inorganic) پر لاگو ہوتے ہیں۔ جبکہ نامیاتی حیات (Organic Life) کے اپنے الگ قوانین ہیں۔ ایٹمی قوتوں کی نسبت سے ہر چیز کا اپنا نفسیاتی شعور (Mind Field) ہوتا ہے اور عمومی طور پر حیات کا مادی دُنیا میں ظہور مادی صورت کی بجائے روحانی صورتوں میں ہوتا ہے۔ جس طرح کائنات میں تمام جوہر (Atoms)

(سالمے) کشش ثقل کے ذریعہ ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے ہیں، اسی طرح روحانی دُنیا میں بھی آپس میں ایک (فوقی نفسیاتی شعور) (Super Mind Force) کے ذریعہ رابطے میں (یا منسلک) ہوں اور ہر سطح پر اچھے نفوس اپنے ہدف پر اچھے اثرات ڈالتے ہوں اور بُرے نفوس اپنے ہدف پر بُرے اثرات ڈالتے ہوں۔

جس طرح لوگ جسمانی ساخت اور ذہانت میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ اپنے نفسیاتی شعور میں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ کوئی بھی ان سے قطعی طور پر محروم نہیں ہوتا لیکن بعض میں خداداد قابلیت اور استعداد دوسروں سے زیادہ ہوتی ہے۔ جس طرح جسمانی ورزش اور مشق سے ہم اپنی جسمانی صلاحیتیں اور استعداد بڑھا سکتے ہیں ۔اسی طرح ہم ذہنی ورزش (Thought Exercises) کے ذریعے دوسروں پر منفی یا مثبت اثر ڈالنے کے لیے اپنی نفسیاتی شعور کو بھی بڑھا سکتے ہیں۔ مشرق و مغرب میں اس قسم کے عامل عہد قدیم سے پائے جاتے ہیں ۔اس کے ذریعہ اچھے اور بُرے دونوں کام کیے جا سکتے ہیں۔ جادو، ٹونا، بدرُوح، بھوت اور جنات وغیرہ کے اثرات کی وجہ سے جو بیماریاں لگتی ہیں اُن کے علاج کے لئے کامیاب معالج وہ ہوگا جس کا نفسیاتی شعور زیادہ طاقتور ہوگا۔

اس سلسلہ میں جادو، سحر، افسوں، جنتر منتر، حسد وغیرہ بنی نوع انسان کے آغاز سے ہی سے نفسیاتی ہتھیار ہیں جو اپنے ہدف یا دُشمن کو نقصان پہنچانے کے لیے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ عام طور پر عورتیں اپنی فطری منفی سوچ اور جسمانی کمزوری کی بناء پر عملیات اور جادو، ٹونے پر زیادہ انحصار کرتی ہیں ۔آپ محض "توھم پرستی" یا" اوھام پرستی" کا نام دے کر نہیں نظر انداز یا رد نہیں کر سکتے ۔اس وقت بھی جادو ٹونا اور سحر کے ہتھیار یورپ اور امریکہ میں وسیع پیمانہ پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ امریکہ کا مشہور زمانہ سُراغرسانی کا محکمہ (CIA) بھی، ایسی قوتوں کو جنہیں (Extra Sensory Perception)(ESP) کا نام دیا گیا ہے، اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔

اس موضوع پر میجر ڈیوڈ مورہاؤس کی کتاب (Psychic Warrior)

نفسیاتی جنگجو کے نام سے USA میں شائع ہو چکی ہے۔ مصنف کے مطابق یہ حقیقت پر مبنی داستان ہے۔ کتاب میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ USA کی CIA کس طرح اپنے خصوصی ماہرین کے ذریعہ آدمی کی اضافی حساس قوتوں (Extra Sensory Perception Powers) ESP صلاحیتوں کو جاسوسی کے خطرناک مقاصد کے لیے استعمال کرتی ہے۔

جہاں تک سحر اور جادو کے اثرات کا تعلق ہے بہت سے گزرے معاملات سے ثابت ہوتا ہے کہ جادو کا استعمال مخالف کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتا ہے یا بن سکتا ہے۔

جادو کا عام طور پر معروف ترین حلہ یہ ہے کہ اپنے ہدف کو نفسیاتی مریض بنا دیا جائے اور عین ممکن ہے کہ بالآخر شدید افسردگی، ذہنی دباؤ اور تناؤ کے تحت وہ خودکشی کا ارتکاب کر بیٹھے۔ اس کی بنیاد جادوگر کے ایسی طاقتور شر انگیز ذہن کی قوت ہوتی ہے جو شکار یا ہدف کے کمزور ذہن کو مغلوب کر لیتی ہے اور اپنی مرضی سے بُرے اثرات ڈال دیتی ہے۔

علمِ طبیعیات کے متعلق ہمارے علم میں جوں جوں اضافہ ہو رہا ہے۔ انسان نے باریک سے باریک تر اور دُور سے دُور دیکھنے کی صلاحیت حاصل کر لی ہے۔ اس کے سامنے روئے زمین کے نئے نئے راز آشکار ہو رہے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ آگے چل کر طبیعیات اور مابعد الطبیعیات آپس میں مدغم ہو جائیں گے۔

جدید سائنسدانوں کا خیال تھا کہ دُنیا میں روحانی نظریات اور ان کے اثرات قابلِ توجہ نہیں ہے لیکن ایٹمی دُنیا میں گہری تحقیق و تفتیش سے اب یہ نظریہ تیزی سے بدل رہا ہے۔ انہیں قرینِ عقل اور معقول سمجھا جا رہا ہے۔ طبیعیات، مابعد طبیعیات میں بہت معمولی فرق رہ گیا ہے۔ ایک فوقی سیٹ (Super set) ہے اور دوسرا اس کا تحتی سیٹ (Subset) ہے مثلاً اندرونی جوہری ساخت (Inner Atomic Structure) کے متعلق انکشافات نے ثابت کیا ہے کہ حقیقی دُنیا زیادہ تر خلاء پر مشتمل ہے۔ اگر (مسالمہ کا) مرکزہ ایک سینٹی میٹر ہو تو اس پیمانہ (Scale) پر اس کے مدار میں نزدیک ترین الیکٹرون تقریباً 200 میٹر کے فاصلے پر ہوگا۔ اس نسبت سے اگر مرکزہ ایک یونٹ ہو تو الیکٹران کا پہلا مدار 20,000 یونٹ دُور ہوگا۔ درمیان میں

خلاء ہی خلاء ہے۔اس سے بھی زیادہ گہری بات یہ ہے کہ ایٹم کے اندر چار بنیادی طاقتیں اُس کے مختلف تحتی اجزاء (Sub Particles) ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے ہوئے ہیں اور یہ ہوسکتا ہے کہ بدیہہ آخر ایک ہی" قوت واحدہ" Singularity کی محض چار صورتیں ہوں۔

اس طرح گزشتہ برسوں میں مادی دُنیا کے متعلق ہمارے نظریات خاصے تبدیل ہوئے ہیں۔مادی نظریات اب کم وبیش، روحانی نظریات کا اظہار بننے کے قریب ہوگئے ہیں۔یوں لگتا ہے کہ کائنات، خالق کے تصور کی تصوراتی آلہ (Thought Machine) ہے۔جس میں اُس کا" امر" ہرلحہ جاری وساری ہے اور ہوسکتا ہے کہ ہمارے ساتھ ساتھ جہاں ہم جیسی سہ جہاتی مخلوق کے علاوہ ایسی کثیرالطبیعیاتی مخلوقات بھی موجود ہوں جن کا ہم اپنے سہ جہاتی مادی دماغ کے ساتھ ادراک نہیں کرسکتے۔لیکن روحانی دُنیا والے ان کا ادراک کر لیتے ہیں۔اس ضمن میں جدید سائنسی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی اور الہام جو آج عقیدہ پر قائم ہیں، وہ آنے والے زمانے میں عقلی ادراک کے قائل ہوجائیں۔

1۔ ذکراور دُعا سے علاج

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مرض کی دوا ہے تم لوگ دُعا کے ذریعے علاج کیا کرو کیونکہ دُعا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافع ہے۔اگر دُعا اور علاج کرانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے الاسماء الحُسنیٰ اور قرآن کریم کی آیات سے استفادہ کیا جائے تو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

اسلام میں دوا اور علاج کو چھوڑ کر صرف جھاڑ پھونک سے کام لینے پر اکتفا کرنا منع ہے۔ کچھ لوگ عملیات اور تعویذات کے مطب کھول کر بیٹھے ہیں۔اِن میں بہت سے فراڈ ہوتے ہیں۔ رُوحانی علاج کے لیے عامل کا صاحب کردار ہونا لازم ہے۔یعنی وہ الصادق بھی ہو اور الامین بھی ہو تو اُس کے کلام کے اثرات بڑے اچھے پڑتے ہیں۔اگر عامل نماز، روزہ کا پابند اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں نہیں تو ایسے لوگوں سے علاج نہیں کرانا چاہیے۔

2۔ شیاطین کے شر سے بچنے کے لئے مُعوِّذتین کا ذکر اور دُعا

سورۃ الفلق کا آغاز قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ سے ہوتا ہے اور سورۃ الناس کا ذکر قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ اِن دونوں سورتوں کو اکٹھا المعوذتین بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے روایت کی جاتی ہے کہ "تمہیں چاہیے کہ رات کو سونے سے پہلے مُعوِّذتین پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کریں اور پھر اپنے جسم کو ان سے مس کریں اور اللہ تعالیٰ سے ہر طرح کے داخلی اور خارجی شر کی بُرائی سے بچنے کے لئے اس کی پناہ میں آجائیں"۔ اسی ضمن میں فرمایا گیا کہ "اِن سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے جادو، ٹونا، شیاطین کے اثرات اور نظرِ بد وغیرہ سے بچنے کا علاج رکھا ہے"۔

(حوالہ تفہیم القرآن، مولانا مودودیؒ، جلد ششم، صفحہ 557 تا 559)

3۔ جھاڑ پھونک سے علاج

دُنیا کی اکثر قوموں میں بیماریوں کا علاج جھاڑ پھونک سے بھی کیا جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جادو ٹونے اور بے معنی کلمات سے جھاڑ پھونک کرنے سے منع فرمایا ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل روایت کے آخر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: "میری اُمت کے وہ لوگ بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے جو داغنے کا علاج نہ کراتے ہیں اور نہ جھاڑ پھونک کرواتے ہیں اور نہ فال نکالتے ہیں بلکہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں"۔ (مُسلم) اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو توہمات (Superstitions) کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ قرآن پاک کی آیات اور سورتوں کی تلاوت کے ذریعے پناہ مانگنے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے ظاہر ہے:

طبرانی نے صغیر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ایک دفعہ نماز کی حالت میں بچھو نے کاٹ لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "بچھو پر خدا کی لعنت، یہ نہ کسی نمازی

کو چھوڑتا ہے اور نہ کسی اور کو'' پھر پانی اور نمک منگوایا اور جہاں بچھو نے کاٹا تھا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمکین پانی ملتے جاتے اور **قُلْ يَاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ** پڑھتے جاتے تھے۔

ابن عباس کی یہ روایت بھی احادیث میں آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ پر یہ دُعا پڑھتے تھے:

اُعِيْذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ

''میں تم کو اللہ تعالیٰ کے بے عیب کلمات کی پناہ دیتا ہوں ہر شیطان اور موذی سے اور ہر نظرِ بد سے''۔(بخاری، مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ)

☆ امام احمد نے اپنی مسند میں ام المومنین حضرت حفصہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں آئے اور میرے پاس ایک خاتون شفا نامی بیٹھی تھیں جو نمل (ذُباب) کو جھاڑا کرتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حفصہؓ کو بھی وہ عمل سکھا دو۔ خود شفاؓ بنت عبداللہ کی یہ روایت امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے حفصہ کو جس طرح لکھنا پڑھنا سکھایا ہے، نملہ کا جھاڑنا بھی سکھا دو''۔

☆ حضرت شفا بنت عبداللہؓ ہجرت سے پہلے ایمان لائیں۔ ان کا اصل نام لیلیٰ تھا۔ چونکہ یہ طبیب بھی تھیں، اس لیے شفا بنت عبداللہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ قریش کے خاندان بنی عدی سے ان کا تعلق ہے۔ اس طرح یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُم المومنین حضرت حفصہؓ کی رشتہ دار بنتی ہیں۔ شفا بنت عبداللہؓ وہ پہلی خاتون ہیں جنہوں نے جنگ اُحد کے زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر مسجد نبوی کے ساتھ ملحق ایک ہسپتال قائم کیا تھا۔

4۔ مراقبہ سے ذہنی تناؤ کا علاج

واشنگٹن میں ذیابیطس، دمہ اور فشار الدم (بلڈ پریشر) کے مریضوں پر تحقیق کے دوران ایک مسلمان امریکی سائنسدان نے انکشاف کیا کہ مراقبہ میں یکسوئی کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ورد کرنے سے پٹھوں کا کھچاؤ کم ہوتا ہے، بلڈ پریشر کم ہوتا ہے۔ سانس کی رفتار اور دل کی دھڑکن دھیمی پڑ جاتی ہے اور مراقبے سے دمہ اور ذیابیطس کے مریضوں کو بے حد فائدہ پہنچتا ہے، جب کہ اس سے جسم کا مدافعتی نظام طاقت ور ہو جاتا ہے۔

نوٹ:۔ روحانی علاج کے خاطر خواہ اثرات کا تعلق حلال کھانے، حرام اور مکروہات سے پرہیز کرنے سے بہت گہرا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا دارومدار نیت اور یقین پر بھی ہے۔ اس لیے اپنے رزق کو پاک کریں اور یقین میں شک کو داخل نہ ہونے دیں۔

5۔ اللہ تعالٰی کے ذاتی نام کے ذریعہ سے ذہنی تناؤ کا علاج

اللہ تعالٰی کا ذاتی نام "اَللّٰہُ" دو آوازوں پر مشتمل ہے۔ ا ل ل... اور لا اا ہ۔ . . اس عظمت والے پاک نام کے مراقبہ میں اسمِ ربی کو قلبی طور سے دو وقفوں میں لیں۔ پہلے دل اور دماغ سے کہیں ا ل ل ل... اور سانس کو اندر کھینچتے جائیں۔ پھر لا اا ہ... کہیں اور سانس کو باہر نکالتے جائیں۔ اِس عمل کو بار بار کریں۔ ایک نشست تین منٹ سے کم نہ ہو۔ زیادہ کریں تو اور بھی فائدہ ہوگا۔ عادت پڑنے پر چلتے پھرتے بھی کرتے رہیں۔ ان شاءاللہ روحانی اور جسمانی طور پر صحت کو فائدہ ہوگا۔ بفضلِ حق تعالٰی یہ قلبی پریشانی اور ذہنی خلفشار (Depression) کا بہت شافی علاج ہے۔

طبیعت میں چڑچڑاپن اور غم کو دُور کرنے کے لیے اپنی کرسی سے ہر گھنٹہ میں ایک دفعہ اُٹھیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ،اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے ایک منٹ کے لیے لمبے لمبے سانس لیں۔ کار چلاتے وقت، سیر کرتے یا کچن میں کام کرتے ہوئے بھی کلمہ شہادت پڑھتے رہیں۔ اِن عملیات سے کچھ دنوں میں ذہنی خلفشار (ڈپریشن) دُور ہونے لگے گا اور عمومی صحت میں بھی ان شاءاللہ بہتری ہوگی۔

اِن اذکار کے ساتھ ساتھ کسی ماہر سائیکالوجسٹ سے مشورہ کرنا بھی ضروری ہے۔ آخر میں مریض کو یہ سمجھنا چاہیے کہ پریشانیوں کا سب سے بڑا معالج وہ خود ہے۔ اپنی قوتِ ارادی کے زور پر وہ اِن پریشانیوں سے نکلنے کی کوشش کرے۔ اپنے ذہن کو کسی دوسری طرف لگائے۔ کوئی اچھی کتاب پڑھے اور کوئی نہ کوئی مشغلہ (Hobby) اختیار کرے یا سماجی کام کرے جس سے پریشانی کم ہو۔ حوصلہ نہ ہارے۔ مایوسی گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا رہے اور جن لوگوں کی وجہ سے پریشان ہے انہیں معاف کردے۔ ان شاءاللہ چند ماہ میں زندگی معمول پر آجائے گی۔

ترجمہ کے ساتھ قرآنِ کریم کی تلاوت اور تفاسیر کی مدد سے کلامِ الٰہی کو سمجھنے کی کوشش کرنا بھی ہر قسم کے نفسیاتی عوارض کا شافی علاج ہے۔

6۔ سائے (جن، بھوت اور بد رُوحوں) کے اثرات کا علاج

سایہ، جن بھوت اور جادو کا اثر اُن لوگوں پر زیادہ ہوتا ہے، جن کا اللہ تعالیٰ سے رابطہ ٹوٹا ہوا ہوتا ہے۔ جن بھوت اِن کے دماغ پر حاوی ہو کر، اِن کے جسم کو استعمال کرتے ہوئے اپنی مرضی کے کام کراتے ہیں، جو دوسروں کے لیے نہایت تشویشناک اور خوفناک نتائج کے حامل ہو سکتے ہیں۔ جب کبھی جن بھوت اُن کو چھوڑ کر چلے جائیں اور آدمی نارمل ہو جائے تو اُسے جنات کے زیرِ اثر اپنی حرکات یاد بھی نہیں ہوتیں لیکن جب وہ واپس آجاتے ہیں تو پھر وہ اپنی خراب حالت میں چلا جاتا ہے۔ اس سے معالج اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ جنات کے اثر میں ہے یا نہیں۔

سائے کی بیماریوں سے نجات کے لیے سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ مریض خود اِن سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہو۔ جب مریض کی حالت ٹھیک ہو تو اس کو بتایا جائے کہ اُس پر جنات کا سایہ ہے اور اُس سے کہا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے اوپر ایمان رکھے اور اللہ تعالیٰ پر پورا توکل کرے اور خشوع و خضوع سے خوب دُعائیں مانگے کہ جنات اُس کا پیچھا چھوڑ دیں اور قرآنِ کریم کی آخری تین سورتوں کو بلند آواز میں پڑھے اور آیت الکرسی کا کثرت ذکر کرے۔

عامل جس سے علاج کروایا جائے وہ صاحبِ شریعت اور بارُعب شخصیت کا مالک ہوا

چاہیے تا کہ وہ چڑھے ہوئے جن یا بھوت کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کے ساتھ نکل جانے کا حکم دے سکے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب ایسے لوگ لائے جاتے تو آپ حکم فرماتے "اُخْرُجْ عَدُوَّاللّٰہ۔ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہ" (اللہ تعالیٰ کے دُشمن نکل جاؤ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت اور اطاعت میں آج کا عامل یہ کہیگا "اُخْرُجْ عَدُوَّاللّٰہ۔ اَنَا عَبْدُاللّٰہ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ" امام ابن قیم الجوزیہ (751-691) لکھتے ہیں میں نے اپنے اُستاد شیخ ابنِ تیمیہ ؒ کو دیکھا کہ اُنھوں نے جس پر سے سایہ اُتارنا ہوتا تو اس طرح تکلم فرماتے اگر پھر بھی نہ چھوڑتا تو اُسے ڈنڈوں سے مارتے، دیکھنے والے کو معلوم ہوتا کہ مریض کو مار پڑ رہی ہے لیکن مریض کو پتا بھی نہ چلتا۔ جب جن، بھوت نکل جاتا تو مریض فوری تندرست ہو جاتا، اُس کو شیخ کی مار یاد کراتے تو وہ اُس سے ناواقف ہوتا اور نہ ہی اُس کے جسم پر کوئی مار کا نشان ہوتا۔

جیسا ہم شروع میں کہہ چکے ہیں کہ جن، بھوت کمزور ایمان، گندے کرتوت اور کمزور شخصیت کے لوگوں پر ہی زیادہ حملہ آور ہوتے ہیں۔ اِن سے بچنے کے لیے صالح و مومن، مضبوط شخصیت اور اللہ تعالیٰ پر پکا یقین کا ہونا ضروری ہے۔

7۔ نظر لگ جانا

نظر انسانوں سے لگ جاتی ہے، جنات سے بھی اور اپنے آپ سے بھی۔ خاص طور پر خواتین جب آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ کر خوش ہوتی ہیں تو بعض اوقات اُنھیں اپنی ہی نظر لگ جاتی ہے۔ اگر نظر لگانے والے کا پتا نہ ہو تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ قرآن مجید میں سے کچھ نہ کچھ پڑھ کر اس پر پھونکیں۔ خاص طور پر قرآن کریم سے آیت الکرسی اور آخری دو سورتیں پڑھی جائیں۔

آپ کی نظر کسی کو نہ لگ جائے یا اگر آپ کو کوئی چیز پسند آجائے یا حسد ہو جائے یا کسی کی

کوئی چیز طبیعت کو بہت بھلی لگے تو اُس کے لیے اِن الفاظ کے ساتھ دُعا کرے "**بَارَکَ اللّٰہ**" اللہ تعالیٰ تم پر برکت کرے۔ اس کے علاوہ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ**" پڑھیں۔ اس سے دوسرے لوگ آپ کی نظرِ بد سے محفوظ رہیں گے۔

امام مُسلم حضرت ابنِ عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نظر لگانے والا فرد کسی برتن میں پانی لیکر اچھی طرح وضو کرے اور اُس میں اپنی کُلی کا پانی ڈال دے اور جس کو نظر لگی ہو اس پانی سے اُس کے جسم پر چھینٹے ماریں۔

ابنِ عباس کی یہ روایت بھی احادیث میں آئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسنؓ اور حضرت حُسینؓ پر یہ دُعا پڑھتے تھے **اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ** "میں تم کو اللہ تعالیٰ کے بے عیب کلمات کی پناہ دیتا ہوں ہر شیطان اور موذی سے اور ہر نظرِ بد سے"۔ (بخاری، مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ)

اپنے بچوں کو شیاطین کے شر، جادو، ٹونے اور نظرِ بد سے بچانے کے لیے مندرجہ بالا دُعا سے روزانہ دَم کرلیا کریں۔

8۔ زہریلا کیڑا کاٹنے کا علاج

اگر کوئی زہریلا کیڑا کاٹ لے تو آپ زم زم پلائیں اور سورۃ الفاتحہ سے دم کریں اور **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ** پڑھ کر کاٹے ہوئے حصہ کے اوپر اپنا لعاب دہن لگائیں۔ ان شاء اللہ آرام آجائے گا۔

9۔ دردوں کا علاج

عثمان بن ابی العاص الثقفی کے متعلق مُسلم، موطا، طبرانی اور حاکم میں تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی کہ میں جب سے مُسلمان ہوا ہوں مجھے ایک درد محسوس ہوتا ہے جو مُجھ کو مارے ڈالتا ہے۔ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنا سیدھا ہاتھ اُس جگہ پر رکھو جہاں درد ہوتا ہے، پھر تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور سات مرتبہ یہ کہتے ہوئے ہاتھ پھیرو کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَآ اَجِدُ وَاُحَاذِرُ ''میں اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کی پناہ مانگتا ہوں اُس چیز کے شر سے جس کو میں محسوس کرتا ہوں اور جس کے لاحق ہونے کا مجھے خوف ہے''۔ مُوطاء میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ عثمان بن ابی العاصؓ نے کہا کہ اس کے بعد میرا وہ درد جاتا رہا اور اس کی تعلیم میں اپنے گھر والوں کو دیتا ہوں۔

10۔ ہر بیماری کا علاج

مُسلم میں ابو سعید خُدریؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر پوچھا: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کیا آپ بیمار ہو گئے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اُنہوں نے کہا: بِاسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْعَیْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِاسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ ''میں اللہ تعالیٰ کے نام پر آپ کو جھاڑتا ہوں، ہر اُس چیز سے جو آپ کو اذیت دے اور ہر نفس اور حاسد کی نظر کے شر سے، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے، میں اُس کے نام پر آپ کو جھاڑتا ہوں''۔

11۔ جادو کی وجہ سے تکلیف کا علاج

اگر شک ہو کہ تکلیف کسی کے جادو کرنے کی وجہ سے ہے تو سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الفلق پڑھی جائے اور جب آیت وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ آئے تو یہ آیت تین دفعہ پڑھے اور ہر بار تھوک دے اور پھر سورۃ الفلق کو مکمل کرے۔ اُس کے بعد سورۃ الناس بھی بلند آواز میں تلاوت کریں۔ جس قدر اعتماد اور اللہ تعالیٰ پر یقین سے یہ سورتیں پڑھی جائیں گی ان شاءاللہ اُسی نسبت سے صحت ہوگی۔

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آیت الکُرسی

(سورۃ البقرۃ، آیت 255)

آیت الکرسی

اَللّٰـهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْـحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ	"وہ اللہ ہے نہیں ہے کوئی اور معبود اس کے سوا، زندہ جاوید، ہمیشہ کے لیے قائم و دائم۔
لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ	غفلت، اونگھ اور نیند سے مبرا، (لمحہ بھر بھی جہانِ ہستی کی تدبیر سے غافل نہیں)۔
لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّـذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ	اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کون ہے وہ جو سفارش کر سکے اس کے حضور، بغیر اس کی اجازت کے؟
یَعْلَـمُ مَـا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ	وہ جانتا ہے جو (مخلوقات کے) آگے ہے، اور جو اِن کے پیچھے ہے، (کائنات کے اول و آخر کا علم رکھتا ہے)۔ اور نہیں کوئی پا سکتا اس کے علم میں سے کوئی چیز مگر اتنا، جتنا وہ دینا چاہے۔
وَسِعَ كُـرْسِیُّـهُ السَّـمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ	اس کی کرسی (قدرت اور علم) وسیع تر ہے آسمانوں اور زمین سے۔
وَ لَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ	اور نہیں کوئی بوجھ اس پر ان کی حفاظت کا۔
وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ O	وہ رفعت و عظمت والا ہے"۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 255)

آیت الکرسی۔تعارف اور مضامین

سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 255 میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اپنا تعارف کراتے ہیں۔فضائل میں یہ بے مثل آیت ہے۔اس کا ایک ایک کلمہ معرفت کا سمندر ہے۔جتنا بھی غور وفکر کرلیں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ادراک ناممکن ہے۔انسانی سائنس کے سامنے سب سے بڑی چیز کائنات(وَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض) ہے۔جو اتنی بڑی ہے کہ روشنی اپنی تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے اگر اربوں سال چلتی رہے تو پھر بھی اس کی پیمائش نہ کر سکے گی۔جب کہ آیت الکرسی میں بتایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی کُرسی ساری کائنات سے وسیع تر ہے۔(وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ)یعنی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک لامحدود ہے۔اس حوالے سے اس آیہ مبارک کو آیت الکرسی بھی کہا جاتا ہے۔

اس کی عظمت کے حوالے سے روایت ہے کہ اس اکیلی آیت مبارکہ کے نزول کے وقت اس کے ساتھ تیس ہزار فرشتے اترے تھے،جس سے اس کی شان ظاہر ہوتی ہے۔آیت الکرسی میں اللہ تبارک تعالیٰ نے ہر قسم کی حفاظت کے اثرات رکھے ہیں،مثلاً گھر سے نکلتے وقت اگر آیت الکرسی تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ کے ساتھ پڑھ لی جائے تو انسان تمام خطرات سے ان شاء اللہ محفوظ رہیگا۔

اس ضمن میں ایک نہایت دلچسپ اور اہم واقعہ میرا اپنا ہے۔1993 میں جب میں ضلع خوشاب میں پاکستان کا پہلا خود ساختہ ایٹمی ری ایکٹر لگا رہا تھا تو حفاظت کے لئے ساری بلڈنگ کے اردگرد لوہے کی پٹیوں سے دس دس فٹ اونچے الفاظ میں آیت الکرسی لکھ دی گئی۔عام طور پر ایسے بڑے منصوبے میں یہ ہوتا ہے کہ دورانِ تکمیل دس بارہ آدمی حادثات کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن الحمد اللہ اس کلام کی برکت سے ہم ہر طرح کے حادثات،خطرات اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے۔ہم پہلی دفعہ خود ڈیزائن کر کے پاکستانی ساختہ ایٹمی ری ایکٹر لگا رہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں غلطیوں سے بھی بچائے رکھا،الحمد للہ!ہم نے ایک مثالی ایٹمی ری ایکٹر بنایا جو ہر طرح کے نقص سے پاک،اب تک چل رہا ہے۔یہ سب رب العزت کے کلام کی برکت ہے۔

تفسیر آیت الکرسی

آیت الکرسی اللہ تعالیٰ کی پہچان، اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں کی دعوت کا کمال، تمام انبیاء کرام کی تعلیمات کا نچوڑ، قرآن حکیم کی عظیم ترین آیت جس میں اسم اعظم ہے۔ جس کی تلاوت میں حفاظت و برکت اور رفعت کے وہ تمام مقامات شامل ہیں جن کی اس میں نشاندہی کی گئی ہے۔ غرض یہ رب تعالیٰ کی پہچان کا مرقع ہے، جو اس کو سمجھ گیا، سب کچھ سمجھ گیا، جس نے اس کو پا لیا، سب کچھ پالیا۔ اللہ نام ہے یکتا خالق حقیقی، معبود و محبوب کا۔ بے مثل، خالق کل، اول و آخر۔ لیکن وہ کون ہے؟ آیت الکرسی اس کی صفات اور معرفت کے ادراک کے لیے مشعل راہ ہے۔

1۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

یہ اعلان ہے اس بات کا کہ کائنات میں ہر موجود اور معدوم، جمادات و نباتات، حیوانات، انس و جن، ملائکہ غرض ہر مخلوق کا اللہ ہی خالق اور اصل معبود ہے۔ اس کے مقابلہ میں اور کوئی نہیں۔ جس نے اس کے علاوہ اپنے دل کی گہرائیوں میں کسی اور کو سجا لیا، خواہ یہ پتھر کی مورتی ہو، دنیا کی ہوس ہو، خواہش کی موج ہو، محبوب کی محبت ہو، غرض کسی اور الٰہ کو اگر دل میں جگہ دی تو وہ دل اللہ تعالیٰ سے بے آباد ہو گیا۔ سائنسی دریافت کہ زماں و مکاں میں ہر سو ایک ہی طرح کے قوانین ہیں اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ ذرہ ذرہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی شہادت دیتا ہے۔ اول، آخر، ظاہر و باطن، وجود و عدم، طبعیات اور مابعد طبعیات کی وحدت اسی ایک کلمے میں ہے۔ سائنس کی "Grand Singularity Law of Everything" یعنی "ہر چیز کی عظیم یکتائی" بھی یہی کلمہ ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کی شہادت کا عملی مطلب مخلوقات کی غلامی سے آزادی اور صرف اللہ تعالیٰ واحد کی غلامی ہے۔ یعنی انسان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی کرے اور مخلوقات کے خوف و خطر کو اپنے دل سے نکال دے۔ اگر ایسا نہیں کر سکا تو پھر اس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا بھی ابھی پوری طرح مزہ نہیں لیا۔

اس کلمہ کی شان یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کی گلیوں میں لوگوں کو سمجھاتے پھرتے تھے کہ "یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْ الَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا، اے لوگو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہو فلاح پا جاؤ۔ ہم بھی اگر دنیا جہان کی فلاح کے خواہش مند ہیں تو وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی سمجھ اور اس پر عمل کرنے سے ملے گی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه میں دنیا و آخرت کی بادشاہت ہے، مظلوموں کے لیے اس میں اعلیٰ ترین آزادی کا پیغام ہے"۔

(رواہ الترمذی کتاب الایمان 2639)

کہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه بار بار کہو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، دل کے سکون اور روح کی آزادی کا راز اسی کی تکرار میں ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ یہ آواز سچ کر دل کی گہرائی سے نکلے۔

2۔ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

اللہ تعالیٰ کی شان اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے، اس کی زندگی کسی چیز کی مرہون منت نہیں بلکہ بذات خود وہ زندگی ہے اور ہر ایک کی زندگی کا منبع ہے، ہر شے میں زندگی اسی کا عکس ہے۔ وہ پرورش کا محتاج نہیں بلکہ خود سب کا پروردگار ہے۔ وہ فنا سے بالاتر ہے، زمان و مکاں اس کو بوڑھا نہیں کر سکتے۔ وہ خالق اور مالک ہے اور کائنات اس کی مظہر ہے۔ وہ قیوم ہے، ہمیشہ سے قائم و دائم، زمان و مکاں سے بالاتر ہے، مسبب الاسباب ہے جو سب کا سہارا ہے اور اسے کسی سہارے کی ضرورت نہیں۔ سب موجودات کا وجود اس کی وجہ سے ہے، سب معدومات کا عدم اسی کی وجہ سے ہے۔ کائنات کے نکتہ آغاز یعنی صور پھونکنے کے دن (Big Bang) سے پہلے بھی وہی تھا اور کائنات کے نکتہ انجام یعنی یوم حشر (Big Crunch) کے بعد بھی وہی ہوگا۔ عدم سے موجود اور وجود سے عدم میں لانے والا بھی وہی ہے اور موت اور حیات کو قیام دینے والا وہی ہے۔ اس لیے کہ وہ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہے۔

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کے ذکر میں بیماریوں کے لیے شفاء، کمزور کے لیے طاقت، مظلوموں کے لیے نجات ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر کہتے یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ کیا خوب دعا ہے! (سبحان اللہ)

3۔ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ

ہمارے رب کی صفت لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ہے۔ کائنات میں اربوں کھربوں، حساب کے ہندسوں سے زیادہ دنیائیں ہیں اور ہر دنیا اپنے اپنے کام میں مگن ہے۔ وہ ازل سے ابد تک سب کا رب اور سب کا انتظام کرنے والا ہے، نہ اسے کوئی تھکان، نہ اونگھ، نہ غفلت ہوتی ہے، اس کی ذات پاک مستعد حرکت (Dynamism) ہی حرکت (Dynamism) ہے۔

مخلوقات وقت کے ساتھ سست پڑ جاتی ہیں، آرام مانگتی ہیں، سوئے بغیر نہیں رہ سکتیں، نیند جسم کے اجزاء کی توڑ پھوڑ کی بحالی کے لیے ضروری ہے، لیکن وہ ذات پاک زمان و مکاں کا حاکم، سب کمزوریوں سے مبرا، طاقت کا سرچشمہ، ہر لحاظ سے مکمل اور چوکس ہے وہ اپنی مخلوقات کے لطیف سے لطیف ذرہ یا خلیہ سے باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر یقین رکھتے ہوئے لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ کے ذکر کرنے سے آدمی کو تھکاوٹ اور سستی سے نجات مل جاتی ہے (ان شا ءاللہ)

4۔ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ

اس کی حکومت لازوال اور لامحدود ہے، آسمان و زمین میں جو کچھ بھی ہے، اسی کا ہے اور اسی کے لیے کام کر رہا ہے، سب کا انتظام اس کے ہاتھ میں ہے، وہ مالک کل ہے جس کی ملکیت میں کوئی اور حصہ دار نہیں۔ ایٹم بھی اسی کا ہے اور کہکشاں بھی اسی کی۔ اگر کسی کے پاس کچھ ہے تو وہ بھی اس کا دیا ہوا ہے اور جسے دیا ہوا ہے وہ بھی اسی کا ہے۔ غرض کوئی بھی چیز، چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی اس کی ملکیت سے باہر نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہم اس کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ سب بڑے چھوٹے اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ کے ذکر سے غربت اور بیچارگی سے نجات ملتی ہے (ان شا ءاللہ)۔

5۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ

اس کی بادشاہت میں شرکت تو بہت دور کی بات، کون ہے وہ؟ کس کی ہمت ہے کہ اس کی عظمت کے سامنے بلا اجازت لب کشائی بھی کر سکے؟ اپنی یا کسی اور کی سفارش کر سکے؟ کوئی نہیں! سوائے اس کے کہ جسے وہ خود اجازت عطا فرمائے۔ اور وہ ہستی صرف سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عارفِ ذاتِ پاک کی ہے جنہیں مالک کبھی محمدؐ (تعریف کیا گیا) اور کبھی احمدؐ (تعریف کرنے والا) کے پیارے ناموں سے یاد کرتا ہے، نبیوں کے سردار، وجہ تخلیق کارخانہ حیات، احسن التقویم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہیں اس نے اپنی معرفت، پہچان اور اظہار کے لئے پیدا کیا۔ صرف اور صرف انہی کو شفاعت کی اجازت ہے اور وہ بھی ان کے لیے جو شفاعت کا حق دار ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی، رسول، ابرار یا ولی کو اگر شفاعت کی اجازت ملے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی وساطت سے ملے گی۔ آپؐ ہی وسیلہ ہیں، راہ بھی آپؐ اور رہنما بھی آپؐ۔

سفارش، وسیلہ اور شفاعت کی کامیابی کے لیے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ کا ورد کریں۔ ان شاء اللہ کام بن جائے گا۔

6۔ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ

اس کا علم مکمل اور لا انتہا ہے، تمام مخلوقات کا اول و آخر اس کے سامنے ہے، ماضی حال و مستقبل اس کے لیے ایک سے ہیں، جب کہ مخلوقات کا علم زماں و مکان کا پابند ہے، علم اس کی ذات پاک کی صفت ہے۔ وہ بیک وقت ساری کی ساری کائنات کے حالات سے واقف ہے اور ہر جگہ اس کا حکم چلتا ہے۔ معلومات اور کنٹرول کے لیے نہ اسے چیزوں کے پاس جانا پڑتا ہے اور نہ چیزوں کو اس کے پاس لانا پڑتا ہے۔ وہ بیک وقت ان کے اندر بھی ہے اور باہر بھی، زمان بھی خود اور مکان بھی خود۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کی ہر چیز کا بیک وقت کیسے علم رکھتا ہے اور ان کو کیسے اپنے قابو میں کرتا ہے؟ جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی کی دریافتوں کے بعد ان سوالات کے جواب کا ادراک مشکل نہیں ہونا چاہیے۔

علم، ادراک اور عقل و فہم میں ترقی کے لیے اس آیت کا ذکر کرنا چاہیے:

7۔ وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ

مخلوقات میں سے جس کسی کے پاس جو علم ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا عطا کردہ ہے۔ نبیوں اور رسولوں کا علم بھی اسی کا دیا ہوا ہے، سائنس دانوں اور موجدوں کا علم بھی اسی کی عطا ہے۔وہ جب چاہے، جتنا چاہے اور جس پر چاہے، اپنا علم ظاہر کر دیتا ہے، جیسے شفاعت کے لیے شفاعت کا اہل ہونا ضروری ہے، اس طرح علم کے لیے علم کا حقدار ہونا ضروری ہے اور یہ حق اسے ملتا ہے جسے علم کی سچی طلب ہو اور طلب کے ساتھ حقیقی محبت بھی ہو۔

پچھلی ایک دو صدیوں میں جو بے شمار سائنسی دریافتیں ہوئی ہیں۔آیہ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے لوحِ محفوظ کے مطابق ہو رہا ہے۔ آگے کیا ہوگا وہی جانتا ہے۔یہ بات کہ پچھلے چند سو صدیوں میں علمی اور سائنسی دریافتیں مغرب ہی میں کیوں ہوئی ہیں اور مشرق ان سے کیوں محروم رہا۔اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت مبارکہ ہے کہ "جو ڈھونڈتا ہے وہ اس کو راہ دکھلاتا ہے" لہٰذا اس میں مذہب کا کوئی استحقاق نہیں۔جو کوئی بھی اخلاص اور لگن کے ساتھ تحقیق کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنے علم کے دروازے کھول دے گا۔جب مغرب جہالت میں ڈوبا ہوا تھا، مسلمانوں کی پہلے ہزار سال میں علمی ترقی، ان کے شوق اور جستجو ہی کی وجہ سے تھی۔

محققین (Research Workers) اور طالب علم ان خوبصورت کلمات کے ورد کو اگر اپنا مشغلہ بنائیں اور علم کے حصول کے لیے محنت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے اوپر غیب کے راز کھول دے گا۔(ان شا ءاللہ)

8۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

اس کی طاقت، عظمت، علم، حکمت اور حکومت کائنات کے ذرہ ذرہ کو گھیرے ہوئے ہے، اس کی وسعت لامحدود ہے، کائنات کے اندر اور باہر اس کی ذات پاک ہے۔سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا: "زمین کی جو نسبت آسمانوں سے ہے، وہی نسبت آسمانوں کو کرسی

سے ہےاور عرش جس پر کرسی ہے،اپنی وسعت وعظمت اور شان میں لامحدود ہے۔"اس لیےان کی حقیقت کا ادراک انسانی استطاعت سے باہر ہے۔کائنات بھی ایک نہیں بلکہ بے شمار ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ جب چاہےگاان سب کا راز انسان پر کھول دے گا۔

9۔ کرسی، عرش اور لامحدودیت

یہ سوال کہ کائنات کا مرکز کہاں ہے؟اس کے لیے لامحدودیت (Infinity) کو سمجھنا ضروری ہے۔لامحدود(Infinite) کی کوئی حد نہیں ہوتی،اس لیے اس کے باہر کوئی نہیں ہوسکتا۔ لہذا کائنات کی لامحدودیت (Infinity) کی وجہ سے کوئی خاص مقام اس کا مرکز نہیں ہوسکتا بلکہ اس میں ہر مقام مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔یوں لامحدود کے لامحدود مرکز ہوں گے،اسی طرح لامحدود(Infinite) کی کوئی خاص سمت نہیں ہوتی بلکہ ساری سمتیں اس کے اندر ہی ہوتی ہیں یعنی لامحدود کی لامحدود سمتیں ہیں۔اس لیے اسے جدھر بھی دیکھو،جس جگہ سے بھی دیکھو،اس کے آگے اور پیچھے لامحدودیت(Infinity) ہی ہے۔لہذا اللہ تعالیٰ جو لامحدود (Infinite) ہے۔اس کے لیے کسی مقام،سمت اور جسم کا تصور بے ادبی ہے۔

شاید لامحدودیت کے تصور کو لاوجودیت کے حوالے سے سمجھنا آسان ہو۔"صفر" لاوجود ہے لہذا اگر کروڑوں صفر بھی جمع کرئیں تو حاصل جمع صفر ہی رہتا ہے،اور صفر کے کروڑوں حصے کر دیں تو ہر حصہ پھر بھی صفر ہی ہوگا۔بالکل ایسے ہی لامحدود کو خواہ اربوں سے ضرب دے لیں،حاصل ضرب لامحدود ہی ہوگا اور اسے کھربوں سے تقسیم کردیں،حاصل تقسیم تب بھی لامحدود ہوگا۔لہذا مشاہدہ کے حوالے سے لامحدود کے لامحدود مراکز ہوتے ہیں۔یوں انسانی حیات کے حوالے سے کائنات کا مرکز زمین ہے اور اگر کسی اور جگہ بھی انسان رہتے ہیں تو ان کے حوالے سے ان کی زمین کائنات کا مرکز ہوگی یعنی ہر شاہد (Observer) اپنی جگہ پر کائنات کا مرکز ہے۔

اس سے ثابت ہوجانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی کرسی کہاں ہے اور اس کا عرش کہاں ہے؟ ایک بے معنی سا سوال ہے۔"کہاں اور یہاں" کدھر اور جدھر۔کب اور کیوں"وغیرہ یہ سب

محدودیت کے تصورات ہیں۔ جب کہ وہ ذات پاک لامحدود ہے اور اس لامحدودیت میں اس کا عرش اور کرسی ہر جگہ ہے اور ساری کی ساری کائنات اس کے سامنے صفر ہے۔ وہ ہر چیز کے اندر بھی ہے اور باہر بھی، چیزوں کا اول و آخر، ظاہر و باطن اس کی ذات پاک کی صفت ہے۔ غرض اس کی شان کا تصور ہماری عقل میں نہیں آسکتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: "آسمان و زمین میرے رب کو سما نہیں سکتے مگر مومن کا دل" حضرت علیؓ کا فرمان ہے: "جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اور جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اسکی زبان بند ہوگئی"۔

10۔ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا

رب العالمین پر کوئی چیز بار نہیں۔ وہ اس کے کنٹرول کے لیے کسی کا محتاج نہیں، اس کا نظام حکومت مادی اسباب اور طبیعاتی قوانین پر انحصار نہیں رکھتا بلکہ وہ بیک وقت ہر جگہ پر خود موجود ہے، اسے کام کرنے کے لیے طاقت نہیں چاہیے بلکہ وہ خود ہر طاقت کا منبع ہے۔ اس لیے وسیع و عریض بے شمار زمینوں اور آسمانوں پر مشتمل کائناتوں کی حفاظت اور انتظام اس پر بالکل گراں نہیں ہے۔ اس کے نظام میں ہر چھوٹی بڑی چیز اس کے قانون کے تابع ہے۔ ذرے ذرے کو یہ عرفان حاصل ہے کہ اسے کب، کیا اور کیسے کرنا ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اپنے دائرہ کار سے سرمو بھی تفاوت کر سکے۔ اس کا قانون لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ" اللہ تعالیٰ کے کلمہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی خلق میں کوئی تبدیلی نہیں" زمان و مکان سے بالاتر ہر جگہ ہر وقت اٹل حقیقت ہے۔ آئن سٹائن کے نظریہ اضافت کی بنیاد بھی یہی نکتہ ہے۔

یوں اللہ تعالیٰ کے قوانین فرشتے اور دیگر غیبی طاقتیں سب کی سب اس کے ڈیزائن اور پروگرام کو پورا کرنے کے لیے بلاچون وچرا کام کر رہی ہیں اور زمین و آسمان کا انتظام بغیر کسی روک اور کمی بیشی کے ہمیشہ سے اس کی مرضی کے مطابق چل رہا ہے اور اس پر اس کی کوئی بوجھ نہیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم اپنے معاملات اس کے سپرد کر دیں اور اس پر توکل کرتے ہوئے اسباب کا انتظام کریں۔ ان شاء اللہ ان آیات کے ورد سے ہر طرح کی حفاظت ملے گی۔

11۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْم کے معنوں کا عرفان اس بات کو دل وجان سے تسلیم کرنے میں ہے کہ اس کی ذات پاک لاانتہا بلند مرتبہ عظمت والی ہے۔ وہ لامحدود رفعت وجلال کا مالک ہے۔ اس کے سامنے باقی سب کچھ ہیچ ہے۔ تمام زبانوں کے الفاظ، تمام مخلوقات ملائکہ، جن وانس کی تسبیحات، اس کی شان بیان کرنے کے لیے ناکافی ہیں۔ اگر تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام درخت قلم تو میرے رب کی باتیں نہ لکھی جاسکیں۔ اگرچہ ایسا بار بار ہوتا رہے۔ جدید سائنس اللہ تعالیٰ کی عظمت کی سب سے بڑی گواہ خود ہے کہ باوجود کروڑوں سائنسدانوں کی دن رات کی محنت کے، بڑے سے بڑا سائنس دان بھی یہی کہتا ہے کہ انسان کا کائنات کے متعلق علم ایسے ہی ہے جیسا کہ ریت کا ایک ذرہ وسیع ریگستانوں کے مقابلے میں ہو۔

یاد رہے کہ مخلوقات میں صرف انسان ہی وہ ہستی ہے، جسے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے عرفان کے لیے پیدا کیا ہے اور اس کی عظمت کو اپنی عظمت کے ادراک سے منسلک کردیا ہے۔ چوں کہ کون ومکاں میں رب العالمین کی عظمت کا جو عرفان سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا، وہ بے مثال ہے۔ لہٰذا مخلوقات میں آپ کی عظمت بھی بے مثال ہے اور آپ کی سنت طیبہ کی اتباع ہی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوسکتی ہے۔ چوں کہ آپ کی بعثت نے ہر چیز کو واضح کردیا اور راہ حق کو منور کرکے دکھادیا۔ اس لیے اب کسی کو دین کے مسئلہ میں مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

ریاضی کے اصول کے تحت دیکھا جائے تو کسی بھی شے کی جامعیت اس کے طول وعرض سے ہے۔ ''علی'' عظمت کی اونچائی اور ''عظیم'' عظمت کی چوڑائی ظاہر کرتی ہے۔ یہ دونوں مل کر عظمت کی مطلق صورت (Absolute) ظاہر کرتے ہیں کہ کائنات کی تمام عظمتیں رب العالمین کے لئے ہیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مقبول قرآنی دُعائیں اوراذکار

ضمیمہ

مقبول قرآنی دُعائیں اور اذکار

1۔ دُعا کی منظوری کے لئے ضروری شرائط

آج کل مایوسی کی فضاء ہے کہ مسلمانوں کی دُعائیں قبول نہیں ہو رہیں۔ اگرچہ مساجد میں نمازیوں کی تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہے۔ آئمہ کرام کی خوش الحانی میں بھی کمی نہیں۔ مبلغ بھائیوں کے لاکھوں کے اجتماع بھی ہوتے ہیں جہاں بڑے خشوع و خضوع سے دُعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اس کُرہ ارض پر انسانوں کا سب سے بڑا اجتماع ہر سال میدانِ عرفات میں حج کے موقع پر ہوتا ہے۔ مُسلم اُمہ کے لئے وہاں بھی رو رو کر دُعائیں مانگی جاتی ہیں لیکن شنوائی نہیں ہو رہی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا ہماری صلوٰۃ میں کمی ہے یا دُعاؤں میں۔ آیئے احوال کی اصلاح کے لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رہنمائی حاصل کریں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل احادیث نہایت قابلِ غور ہیں۔ ہمارے تمام مسائل کا حل اِن میں موجود ہے۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (حج کے لئے) نکلتا ہے۔ طویل سفر کی صعوبتوں کی وجہ سے اس کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اُٹھاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! اور گڑگڑا کر دُعا کرتا ہے حالانکہ اس کا کھانا حرام، اس کا لباس حرام اور حرام ہی میں وہ پرورش کیا گیا۔ پھر کیونکر ایسے شخص کی دُعا قبول ہو (مسلم شریف)

☆ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقین فرمائی: ”وہ گوشت جنت میں نہ جائے گا جو حرام سے اُگا ہو، جو گوشت حرام سے اُگا ہو اس سے آگ بہت قریب ہے“۔(مشکوٰۃ شریف)

یوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی موقعوں پر متنبہ کیا کہ حرام خور کی دُعا قبول نہیں ہوتی اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہو جاتا ہے اور جنت میں اُس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

دُنیا میں بھی حرام میں تباہی ہی تباہی ہے۔جیسے حرام کی کمائی معاشرے کے توڑ پھوڑ کا باعث ہے، اسی طرح حرام کی غذا جسم اور روح کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔سکون اُٹھ جاتا ہے، یہ ایک طرح کی آگ ہے جو دُور سے بھلی معلوم ہوتی ہے لیکن نزدیک کو جلاتی ہے اور دلوں کو پریشان رکھتی ہے۔حرام کمائی والوں کی اولاد نافرمان ہوتی ہے۔بیماریاں لاچار کر دینے والی آتی ہیں۔لالچ اور ہوس کی بھوک بڑھتی جاتی ہے۔مقدمہ بازی میں پھنسے رہتے ہیں اور جیسے کہا گیا ہے حرام کا مال حرام کے راستہ ہی نکل جاتا ہے۔آخر میں موت بھی مشکل سے آتی ہے۔

☆ اگر کسی قوم کے زیادہ افراد حرام خور ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اُس قوم کو جڑ سے کاٹ دیتا ہے۔اس سے پہلے اُن میں امن وامان تباہ ہو جاتا ہے اور فساد برپا ہو جاتا ہے۔پھر کچھ عرصہ وقفہ ڈھیل کا آتا ہے کہ شاید کہ وہ حرام سے باز آجائیں۔جب حُجّت تمام ہو جاتی ہے تو ان کو تباہ و برباد کر دیا جاتا ہے۔ایسے لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سورۃ الروم کی آیت 41 میں فرماتے ہیں:

”خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا لوگوں کی اپنے ہاتھوں کی کمائی (بداعمالیوں) کی وجہ سے، تاکہ (اللہ تعالیٰ) انہیں مزا چکھائے اِن کے بُداعمال کا، شاید کہ وہ بُرائی سے باز آجائیں“۔

☆ حرام کا کمایا ہوا رزق وہ ہے جس میں کسی طرح کا بھی ظُلم شامل ہو، جس میں بددیانتی کا دخل ہو، جو کمائی کسی بھی ایسے ذریعہ سے ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے مثلاً سود۔

کسی حرام چیز کو بیچنے سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ بھی حرام ہے۔ اگر ایک ملازم اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کرتا یا اپنے عہدہ سے ناجائز فائدہ اُٹھاتا ہے اُس کی کمائی بھی حرام ہے۔ شاید مُلکی قانون کو دھوکا دے کر حرام کو حلال، بلیک منی (Black Money) کو وائٹ منی (White Money) بنایا جاسکے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسی کوئی چالاکی نہیں چلتی۔

☆ آج کل کے مسلمان اگر اپنے اپنے ذرائع آمدنی کا قرآنِ کریم اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات کی رُو سے حلال اور حرام کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ بہت سے لوگوں کا کھانا، پہناوا، سواری اور گھر جس کی چھت کے نیچے رہ رہے ہیں سبھی حرام کی کمائی سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں زبردست انتباہ کی ہے کہ سود خور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جنگ لڑتے ہیں لیکن ہم پھر بھی باز نہیں آتے۔ یہ بڑی وجہ ہے کہ ہماری دُعائیں نامنظور رہتی ہیں۔

حلال رزق کے علاوہ دُعاؤں کی منظوری کے لئے مندرجہ ذیل شرائط بھی لازمی ہیں۔

2۔ مجموعی بھلائی کی نیت سے دعا

قرآنِ کریم اور اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سکھائی ہوئی دُعائیں زیادہ تر اجتماعی فائدہ کے لئے ہیں۔ اب سورۃ الفاتحہ کو دیکھیں۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ یہ ایک اقرار ہے سب کی طرف سے، پہلے بندہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کی طرف سے اپنی وفاداری کا اقرار کرتا ہے۔ "ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور ہم تجھی سے مدد مانگتے ہیں"۔ اس اقرار کے بعد اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ "ہمیں صراطِ مُستقیم پر لے چل"، یعنی صرف مجھے ہی نہیں بلکہ سب مسلمانوں کو صراطِ مُستقیم عطا فرما"۔ اسی طرح قرآنِ کریم کی مشہور دُعا رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ

النَّارَ میں بھی آدمی صرف اپنے لئے بھلائی نہیں مانگتا بلکہ سب کے لئے مانگتا ہے۔"اے ہمارے رب ہمیں دُنیا کی بھلائی عطا فرما اور آخرت کی بھلائی عطا فرما"۔جب بندہ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ کی دُعا کرتا ہے تو صرف اپنے لئے نہیں بلکہ سب کے لئے معافی کا خواستگار ہے"اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے،اگر آپ ہمیں معاف نہ فرمائیں گے تو ہم سراسر نقصان میں چلے جائیں گے"۔

لیکن ہوتا کیا ہے؟ ہماری دُعا کے الفاظ تو سب کے لئے ہیں بلکہ پوری اُمتِ مُسلمہ کے لئے ہیں لیکن دل میں نیت صرف اپنی ذات کی بھلائی ہوتی ہے۔یوں نیت اور الفاظ میں مطابقت نہیں ہوتی۔بہت سی انفرادی بھلائی کی دُعاؤں میں دوسروں کا نقصان پنہاں ہوتا ہے۔پھر ایسی دُعا کیونکر قبول ہو؟

3۔ کوشش اور توکل

نیت کے ساتھ ساتھ دوسری اہم بات کوشش کی ہے۔اللہ تعالیٰ کا قانون ہے۔

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى "انسان کے لئے کچھ نہیں مگر جس کے لئے اس نے کوشش کی"۔

دراصل دُعا کے ساتھ حتی الوسع کوشش کرنا،اللہ تعالیٰ کا حُکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنتِ طیبہ ہے۔مثلاً جب حضرت مریم علیہ السلام دردِ زہ میں مبتلا کمزوری اور پیاس سے بے حال تھیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد کے لئے فریاد کی۔حُکم ہوا کہ کھجور کے درخت کو ہلاؤ۔اگر چہ اُن کے لئے کھجور کے درخت کو ہلانا ناممکن تھا لیکن جیسے ہی کوشش کی طرف ہاتھ بڑھایا پکی ہوئی کھجوریں گرنا شروع ہو گئیں،جن کے کھانے سے اُن کی تکلیف دُور ہو گئی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے لئے پانی کی فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے عصا سے اس پہاڑ کو مارو۔یوں ہی اُنہوں نے کوشش شروع کی اللہ تعالیٰ نے پہاڑ سے 12 چشمے جاری فرما دیئے۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ساری عمر کی جد وجہد سے عبارت ہے۔

انبیاء علیہ السلام کی دُعاؤں کی منظوری اور ان کی کوشش کے درمیان جو تعلق ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری دُعائیں اس لئے بھی قبول نہیں ہوتیں کہ یہ عمل سے خالی ہیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ جس چیز کے لئے ہم اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہیں اُس کے حصول کے لئے حتی المقدور تدبیر اور عمل شروع کردیں مثلاً جب ہم **رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ** کی دُعا کرتے ہیں تو اپنی اور دوسروں کی بھلائی کے کاموں پر عمل بھی شروع کریں۔ محنت اور توجہ سے لگیں رہیں۔ جو حلال اسباب حاصل ہوں انہیں استعمال میں لایا جائے۔ اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہیں۔ توکل، اسباب یا اپنی محنت پر نہیں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہو۔ انشاءاللہ اس طرح مانگی گئی دُعائیں ضرور قبول ہونگی۔

اس بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم یہ کہیں گے کہ دُعاؤں کی منظوری کے لئے مندرجہ ذیل شرائط لازمی ہیں۔

شرائط برائے قبولیتِ دُعا

1۔ رزق حلال ہو، ظلم سے پاک ہو۔
2۔ بندہ جب اپنے لئے دُعا کرے تو دُوسروں کو اس میں ضرور شریک کرے۔
3۔ جس مدعا کے لئے دُعا کرتا ہے اس کے لئے مقدور بھر تدبیر اور محنت کرے۔
4۔ حاصل اسباب کا پوری طرح استعمال کرے۔
5۔ تمام سہارے، تدابیر اور محنت ذرائع وسیلہ ہیں، توکل صرف اللہ تعالیٰ پر کرے اور اُس سے مسلسل عاجزی سے دُعا کرتا رہے۔
6۔ نتائج اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے اور اُس کی طرف سے جو کچھ ملتا ہے اُس پر راضی رہے۔

4۔ امام صاحب کے ساتھ اجتماعی دُعا

اجتماعی دُعا وہ ہے جو امام صاحب کی اقتداء میں مانگی جاتی ہے اور مقتدی ان کے سانس لینے کے وقفہ پر درمیانی آواز میں آمین "یعنی ایسا ہی ہو" کہتے ہیں۔ امام صاحب پر لازم ہے کہ وہ ذاتی کی بجائے اجتماعی فائدہ کی دُعائیں مانگیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ دُعا بہت زیادہ لمبی نہ ہو کہ مقتدیوں کی توجہ ہٹ جائے۔ چاہیے کہ خشوع وخضوع سے مانگی جائے۔ امام صاحب دُعا مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائیں۔ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی آواز ہی بنائیں۔ مقتدی بھی امام صاحب کے پیچھے اسی طرح کوشش کریں۔ دل سے نکلی ہوئی اجتماعی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ ان شاءاللہ۔

دُعا مانگتے ہوئے بعض اوقات امام صاحب دُعا کو خواہ مخواہ طول دیے جاتے ہیں اور مقتدیوں کی مصروفیت اور تکلیف کا خیال نہیں کرتے۔ یہ سُنت کے خلاف ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجتماعی عبادات کو مختصر رکھتے۔ اس لئے امام صاحبان کو بھی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سُنت پر چلتے ہوئے باجماعت صلوٰۃ، خطبہ اور دُعا کو مختصر رکھنا چاہیے۔ بہترین یہ ہے کہ وہی دُعائیں مانگی جائیں جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں سکھائی ہیں۔ اپنے پاس سے رٹی لہک لہک کر مقتدیان کو متاثر کرنے والی دُعائیں بے اثر ہوتی ہیں۔

مقبول قرآنی دُعائیں اور اذکار

حوالہ: (احکام القرآن، مؤلف، چوہدری نذر محمد، 1986ء)

1۔ ہر مشکل میں خلوص دل سے ذکر کریں

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ O

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں''۔(سورۃ الفاتحہ، آیت 4)

2۔ ہر مسئلہ میں کامیابی کے لئے دُعا کریں

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ O صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآ لِّیْنَ O

''ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام فرمایا۔ جو مغضوب
نہیں ہوئے اور جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں''۔(سورۃ الفاتحہ، آیات 5 تا 7)

3۔ شیطانوں کے شر سے بچنے کے لئے

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ
الْعَلِیْمُ O

''اور اگر تم شیطان کی طرف سے کوئی اُکساہٹ محسوس کرو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو،
وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے''۔(سورۃ حٰم السجدہ، آیت 36)

4۔ دُعا کی مقبولیت کے لئے

وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ
وَالْکٰفِرُوْنَ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ O

"وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی دُعا قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے ان کو زیادہ دیتا ہے۔ رہے انکار کرنے والے تو اُن کے لئے دردناک سزا ہے"۔
(سورۃ الشوریٰ، آیت 26)

5۔ گھر کے سکون، برکات اور ظالموں کے شر سے بچاؤ کے لئے ذکر

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا O

"میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں مومن کی حیثیت سے داخل ہوا ہے، اور سب مومن مَردوں اور عورتوں کو معاف فرما دے، اور ظالموں کے لئے ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کر"۔ (سورۃ نوح، آیت 28)

6۔ کوششوں کی کامیابی کے لئے ذکر

یَسْئَلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ O

"زمین اور آسمانوں میں جو بھی ہیں سب اپنی حاجتیں اُسی سے مانگ رہے ہیں، ہر آن وہ نئی شان میں ہے"۔ (سورۃ الرحمٰن، آیت 29)

7۔ ہر طرح کے شر جادو، ٹونہ، جسمانی، ذہنی امراض سے حفاظت کے لئے رات کا ذکر

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ O مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ O وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ O وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ O وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ O

"کہو میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی، ہر اُس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے، اور

رات کی تاریکی کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے اور گرہوں میں پھونکنے والوں (والیوں) کے شر سے اور حاسد کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے"۔ (سورۃ الفلق، آیات 1 تا 5)

8۔ ذہنی تناؤ، بُرے خیالات اور گمراہی سے بچنے کا علاج

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِکِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ○

"کہو، میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے حقیقی معبود کی اُس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے"۔
(سورۃ الناس، آیات 1 تا 6)

9۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت کے لئے ذکر

رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ○

"اے پروردگار! ہم کو اپنی رحمتِ خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ دُرست کر دے"۔
(سورۃ الکہف، آیت 10)

10۔ دل کی گھبراہٹ اور ذہنی انتشار اور غلط فیصلہ سے بچنے کے لئے اور پُر اثر بات چیت کے لئے دُعا۔ کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے ان آیات کا ذکر دل میں بار بار کریں۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ○ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ ○ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ○ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ○

"موسیٰ نے عرض کیا، پروردگار میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ سُلجھا دے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں"۔(سورۃ طٰہٰ، آیات 25 تا 28)

11۔ طالب علم کا بہترین ذکر

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا O

"اے پروردگار مجھے مزید علم عطا فرما"۔(سورۃ طٰہٰ، آیت 114)

12۔ گناہوں کی توبہ کے لئے بار بار کا ذکر

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ O

"نہیں ہے کوئی خُدا مگر تُو، پاک ہے تیری ذات، بے شک میں نے قصور کیا"۔(سورۃ الانبیاء، آیت 87)

13۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کا ذکر

وَزَکَرِیَّآ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ O

"اے پروردگار، مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور بہترین وارث تو تُو ہی ہے"۔(سورۃ الانبیاء، آیت 89)

14۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی مدد کے لئے ذکر

قٰلَ رَبِّ احْکُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ O

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہا، اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ کر دے، اور لوگو تم جو باتیں بناتے ہو اُن کے مقابلے میں ہمارا رب رحمان ہی ہمارے لئے مدد کا سہارا ہے"۔(سورۃ الانبیاء، آیت 112)

15۔ بہتر انجام کے لئے دُعا

وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۝

"اور کہہ، پروردگار، مجھ کو برکت والی جگہ اُتار اور تُو بہترین جگہ دینے والا ہے"۔

(سورۃ المومنون، آیت 29)

16۔ ظالموں سے بچنے کی دُعا

رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝

"اے میرے رب، مجھے اِن ظالموں لوگوں میں شامل نہ کیجیو"۔ (سورۃ المومنون، آیت 94)

17۔ شیاطین، کافرین اور بُرے لوگوں کے شر سے پناہ کی دُعا

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ۝ وَاَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۝

"اور دُعا کرو کہ، پروردگار، میں شیاطین کی اُکساہٹوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں بلکہ اے رب، میں تو اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں"۔

(سورۃ المومنون، آیات 97تا98)

18۔ گناہوں سے معافی کے لئے ذکر

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۝

"اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے، ہمیں معاف کر دے، ہم پر رحم کر، تُو سب رحیموں سے اچھا رحیم ہے"۔ (سورۃ المومنون، آیات 109)

19۔ نیک دوست اور مہذب ساتھیوں کے لئے دُعا

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا O

"رحمان کے (اصلی) بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل اُن کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں تم کو سلام"۔ (سورۃ الفرقان، آیت 63)

20۔ گناہوں سے معافی کا ذکر

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا کَانَ غَرَامًا O اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا O

"جو دُعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! جہنم کے عذاب سے ہمیں بچا لے، اُس کا عذاب تو جان کا لاگو ہے، وہ تو بڑا ہی بُرا مستقر اور مقام ہے"۔ (سورۃ الفرقان، آیات 65 تا 66)

21۔ گھروں کے سکون کے لئے دُعا

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا O

اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک دے اور ہم کو پرہیز گاروں کا امام بنا"۔ (سورۃ الفرقان، آیت 74)

22۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت کے لئے دُعا

رَبِّ هَبْ لِیْ حُکْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ O وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ O وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ O

وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ O وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ O
یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ O اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ O
وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ O

”اے میرے رب، مجھے حکم عطا کر۔اور مجھ کو صالحوں کے ساتھ ملا۔اور بعد کے آنے والوں میں مجھ کو سچی ناموری عطا کر۔اور مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں شامل فرما۔ اور میرے باپ کو معاف کر دے کہ بے شک وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے اور مجھے اُس دن رُسوا نہ کر جب کہ سب لوگ زندہ کر کے اُٹھائے جائیں گے۔جب کہ نہ مال کوئی فائدہ دے گا اور نہ اولاد، بجز اس کے کہ کوئی شخص قلبِ سلیم لئے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو“۔(سورۃ شعراء آیات 83 تا 89)

23۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت کے لئے دُعا

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ؕ آٰللّٰهُ خَیْرٌ
اَمَّا یُشْرِكُوْنَ O

”(اے نبیؐ) کہو، حمد ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اور سلام اُس کے اُن بندوں پر جنہیں اس نے برگزیدہ کیا۔اللہ تعالیٰ اس سے بہت اچھا ہے جس سے تم شرک کرتے ہو“۔

24۔ ہر مصیبت میں بار بار کا ذکر

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ
خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ O

”کون ہے جو بے قرار کی دُعا سنتا ہے جب کہ وہ اسے پُکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے؟اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ

کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام کرنے والا) ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو"۔

(سورۃ النمل، آیت 62)

25۔ گناہوں سے معافی کے لئے ذکر

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَلَهٗ ط O

"اے میرے رب! میں نے اپنے نفس پر ظلم کر ڈالا، میری مغفرت فرما دے"۔

(سورۃ القصص، آیت 16)

26۔ ظالموں سے نجات کے لئے ذکر

قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ O

"اے میرے رب! مجھے ظالموں سے بچا"۔ (سورۃ القصص، آیت 21)

27۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لئے ذکر

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ O

"پروردگار، جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کردے میں اُس کا محتاج ہوں"۔

(سورۃ القصص، آیت 24)

28۔ مفسدین سے نجات کی دُعا

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ O

لوطؑ نے کہا کہ اے میرے رب! اِن مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما"۔

(سورۃ العنکبوت، آیت 30)

29۔ ہر موقع پر دن رات میں اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لئے بہترین ذکر

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ

رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ O رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ O

"اے ہمارے رب، تُو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے، پس معاف کر دے اور عذاب دوزخ سے بچا لے اُن لوگوں کو جنھوں نے توبہ کی ہے، اور تیرا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ اے ہمارے رب، اور داخل کر اُن کو ہمیشہ رہنے والی اُن جنتوں میں جن کا تُو نے اُن سے وعدہ کیا ہے، اور اُن کے والدین اور بیویوں اور اولاد میں سے جو صالح ہو (اُن کو بھی وہاں اُن کے ساتھ ہی پہنچا دے)۔ تُو بلاشبہ قادرِ مطلق اور حکیم ہے"۔(سورۃ المومن، آیات 7 تا 8)

30۔ دین میں استقامت کے لئے ذکر

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ O

"(پس اے رُجوع کرنے والو) اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو اپنے دین کو اُس کے لئے خالص کر کے، خواہ تمہارا یہ فعل کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو"۔(سورۃ المومن، آیت 14)

31۔ دُعا کی قبولیت کے لئے دُعا

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ O

"تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو، میں دُعائیں قبول کروں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے مُنہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے"۔(سورۃ المومن، آیت 6)

32۔ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی امداد کے لئے دُعا

هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

''وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کو تم پکارو اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے۔ ساری تعریف اللہ رب العالمین کے لئے ہے''۔(سورۃ المؤمن، آیت 65)

33۔ دین میں سیدھے راستہ کے لئے دُعا

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ○

''اے محمدؐ، اِن سے کہو، میرے رب نے تو راستی و انصاف کا حکم دیا ہے، اور اُس کا حکم تو یہ ہے کہ ہر عبادت میں اپنا رُخ ٹھیک رکھو اور اُسی کو پکارو اپنے دین کو اُس کے لئے خالص رکھ کر۔ جس طرح اُس نے تمہیں اب پیدا کیا ہے اسی طرح تم پھر پیدا کئے جاؤ گے''۔(سورۃ الاعراف، آیت 29)

34۔ سیدھی راہ کے لئے دن رات کا ذکر

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ○

''اپنے رب کو پکارو گڑ گڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے، یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔(سورۃ الاعراف، آیت 55)

35۔ شیطان سے پناہ کے لئے دُعا

وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○

"اگر کبھی شیطان تمہیں اُکسائے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے"۔(سورۃ الاعراف، آیت 200)

36۔ مریض کے لئے دن رات کا ذکر

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ O

"اے نبیؐ، اپنے رب کو صبح و شام یاد کرو دل ہی دل میں آہ و زاری اور خوف کے ساتھ ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ۔ تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں"۔(سورۃ الاعراف، آیت 205)

37۔ مفسد، ظالم، مشرک لوگوں کے ظُلم سے بچنے کے لئے دن رات کی دُعا

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ O وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ O

"انہوں نے جواب دیا، ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا، اے ہمارے رب، ہمیں ظالم لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہم کافروں سے نجات دے"۔
(سورۃ یونس، آیات 85تا86)

38۔ جہالت اور جُہلا سے بچنے کی دُعا

قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ O

"اے میرے رب، میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ چیز تجھ سے مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اگر تُو نے مجھے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو میں برباد ہو جاؤں گا"۔(سورۃ ھود، آیت 47)

39۔ مومن کا دن رات کا ذکر

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ
تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ O

"زمین و آسمان کے بنانے والے، تُو ہی دُنیا اور آخرت میں میرا سرپرست ہے، میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا"۔(سورۃ یوسف، آیت 101)

40۔ معافی ہدایت کے لئے دن رات کا ذکر

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ O
رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ O

"اے میرے پروردگار، مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ اُٹھا جو یہ کام کریں) پروردگار، میری دُعا قبول کر۔ پروردگار، مجھے اور میرے والدین کو اور سب ایمان لانے والوں کو اُس دن معاف کر دیجیو جب کہ حساب قائم ہوگا"۔(سورۃ ابراہیم، آیات 40تا41)

41۔ ہدایت کے لئے دن رات کی دُعا

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ
وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا O

"اور دُعا کرو کہ پروردگار، مجھ کو جہاں بھی تُو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا دے"۔(سورۃ بنی اسرائیل، آیت 80)

42۔ ایمان اور نیک اعمال، صالح اولاد اور ماں باپ کے لئے دُعا

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْکَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ O

"اے میرے رب، مجھے توفیق دے کہ میں تیری اُن نعمتوں کا شکریہ ادا کروں جو تُو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں، اور ایسا نیک عمل کروں جس سے تُو راضی ہو، اور میری اولاد کو بھی نیک بنا کر مجھے سُکھ دے، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور تابع فرمان (مُسلم) بندوں میں سے ہوں"۔ (سورۃ الاحقاف آیت 15)

43۔ دُنیا و آخرت کی بھلائی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکات کے لئے

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ۚ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۚ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ O رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ O

"اور یاد کرو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ جب اس گھر کی دیواریں اُٹھا رہے تھے تو دُعا کرتے جاتے تھے، اے ہمارے رب ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے، تُو سب کی سُننے اور سب کچھ جاننے والا ہے، اے رب، ہم دونوں کو اپنا (مطیع اور فرمان) بنا، ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اُٹھا، جو تیری مُسلم ہو، ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما، تُو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"۔

(سورۃ البقرۃ آیات 127تا128)

44۔ اللہ تعالیٰ کے قُرب، معرفت، صراطِ مُستقیم اور دُعاؤں کی قبولیت کے لئے دن رات کا ذکر

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ O

"اور اے نبیؐ، میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو کہ میں ان سے قریب ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اُس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں، لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ یہ بات تم اُنہیں سنادو، شاید کہ وہ راہِ راست پالیں"۔(سورۃ البقرۃ آیت 186)

45۔ دُنیا و آخرت کی بھلائیوں اور گناہوں سے مغفرت کے لئے دُعا

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَ مَالَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ O وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ O اُولٰٓئِکَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا کَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ O

"اُن میں سے کوئی تو ایسا ہے جو کہتا ہے کہ اے ہمارے رب، ہمیں دُنیا ہی میں سب کچھ دے دے۔ ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور کوئی کہتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں دُنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی، اور آگ کے عذاب سے ہمیں بچا۔ ایسے لوگ اپنی کمائی کے مطابق (دونوں جگہ) حصہ پائیں گے اور اللہ تعالیٰ کو حساب چکاتے کچھ دیر نہیں لگتی"۔(سورۃ البقرۃ آیات 200 تا 202)

46۔ ہر طرح کی بھول چوک، کوتاہی، غلطی اور گناہ سے معافی اور زندگی میں آسانی کے لئے ذکرِ خیر

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ O

"اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اس کی قدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا۔ ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے، اس کا پھل اسی کے لئے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے، اس کا وبال اُسی پر ہے۔ (ایمان لانے والو! تم یوں دُعا کیا کرو) اے ہمارے رب! ہم سے بُھول چُوک میں جو قصور ہو جائیں اُن پر گرفت نہ کر۔ مالک! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال، جو تُو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے۔ پروردگار! جس بار کو اُٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے، وہ ہم پر نہ رکھ۔ ہمارے ساتھ نرمی کر، ہم سے درگزر فرما، ہم پر رحم کر، تو ہمارا مولیٰ ہے، کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر"۔ (سورۃ البقرۃ، آیات 286)

47۔ صراطِ مُستقیم، عملِ صالح اور مغفرت کے لئے ذکرِ خیر

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ O رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ O

"وہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے رہتے ہیں کہ پروردگارا جب تو ہمیں سیدھے رستہ پر لگا چکا ہے تو پھر ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو۔ ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا کر کہ تو ہی فیاضِ حقیقی ہے۔ پروردگارا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک روز جمع کرنے والا ہے، جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں۔ تو ہرگز اپنے وعدے سے ٹلنے والا نہیں ہے"۔ (سورۃ آل عمران، آیات 8تا9)

48۔ گناہوں سے معافی اور نیکی میں استقامت کے لئے دُعا

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ○

"مالک! ہم ایمان لائے، ہماری خطاؤں سے درگزر فرما اور ہمیں آتشِ دوزخ سے بچا لے۔ یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں، راست باز ہیں، فرمانبردار اور فیاض ہیں، اور رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دُعائیں مانگا کرتے ہیں"۔

(سورۃ آیات 16تا17)

49۔ اختیار، عہدہ، عزت اور بھلائیوں میں ترقی اور ذلت سے پناہ کے لئے دُعا

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○

کہو خدایا ملک کے مالک تو جسے چاہے ملک دے دے اور جس سے چاہے چھین لے جسے چاہے عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے"۔ (سورۃ آل عمران، آیت 26)

50۔ کوتاہیوں اور گناہوں سے معافی اور کفر کے خلاف مستقل مزاجی کی دُعا

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ○

"اے ہمارے رب! ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرما، ہمارے کام میں تیری حدود سے جو کچھ تجاوز ہوگیا ہو اُسے معاف کردے، ہمارے قدم جمادے اور کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر"۔(سورۃ آلِ عمران، آیت 147)

51۔ گناہوں سے معافی، ایمان اور اعمالِ صالح میں ترقی، اسلام کی طاقت اور زندگی بھر کفر کے خلاف استقامت کے لئے جامع دُعا

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَہٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا صلے رَبَّنَا فَاغْفِرْلَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْعَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ۭ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ○

”(وہ بے اختیار بول اُٹھتے ہیں) پروردگار، یہ سب کچھ تُو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے تُو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے، تُو نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے درحقیقت بڑی ذلت و رسوائی میں ڈال دیا، اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ مالک، ہم نے ایک پکارنے والے کو سُنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اپنے رب کو مانو۔ ہم نے اس کی دعوت قبول کرلی، پس اے ہمارے آقا، جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگزر فرما، جو بُرائیاں ہم میں ہیں انہیں دُور کردے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ خداوندا، جو وعدے تُو نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے کئے ہیں اُن کو ہمارا ساتھ پورا کر اور قیامت کے دن ہمیں رسوائی میں نہ ڈال، بے شک تُو اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا نہیں ہے“۔ (سورۃ آل عمران، آیات 191 تا 194)

52۔ بغض، دُشمنی سے بچنے، باہمی محبت، اتفاق، سکون اور فلاح کے لئے جامع دُعا

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِھِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ھَاجَرَ اِلَیْھِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِھِمْ حَاجَۃً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَلَوْ کَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ ط وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O وَالَّذِیْنَ جَآءُ وْ مِنْ م بَعْدِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌO

”حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لئے گئے وہی فلاح پانے والے

ہیں۔(اور وہ اُن لوگوں کے لئے بھی ہے) جو اِن اگلوں کے بعد آئے ہیں، جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب، ہمیں اور ہمارے اُن سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں اہلِ ایمان کے لئے کوئی بغض نہ رکھ اے ہمارے رب، تُو بڑا مہربان اور رحیم ہے"۔(سورۃ الحشر، آیات 9تا10)

53۔ اسلام سے محبت، قرآنِ کریم کی سمجھ، ایمان اور عملِ صالح میں ترقی کے لئے جامع دُعا

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ O وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَO

"جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسولؐ پر اُترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں وہ بول اُٹھتے ہیں کہ پروردگار، ہم ایمان لائے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے اور وہ کہتے ہیں کہ آخر کیوں نہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اُسے کیوں نہ مان لیں جب کہ ہم اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے"۔(سورۃ المائدہ، آیات 83تا84)

54۔ دین میں استقامت، گناہوں سے بچنے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کے لئے جامع دُعا

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ O رَبَّنَا لَا

تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُO

''اے ہمارے رب، تیرے ہی اوپر ہم نے بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف ہم نے رجوع کرلیا اور تیرے ہی حضور ہمیں پلٹنا ہے اے ہمارے رب، ہمیں کافروں کا تختہ مشق نہ بنا۔ اور ہمارے رب، ہمارے قصوروں سے درگزر فرما، بے شک تُو ہی زبردست اور دانا ہے''۔(سورۃ الممتحنہ، آیات 4تا5)

55۔ ایمان کی ترقی، قلبی سکون اور اللہ تعالیٰ سے محبت کے لئے ذکر

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌO

''اے ہمارے رب، ہمارا نور ہمارے لئے مکمل کردے اور ہم سے درگزر فرما، تُو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔(سورۃ التحریم، آیت 8)

56۔ عام معافی کے لئے دُعا

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًاO

''اپنے رب کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو، اور اُس سے مغفرت کی دُعا مانگو، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے''۔(سورۃ النصر، آیت 3)

ہر بیماری سے شفاء

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور مجھے خوشخبری دی کہ جو شخص بارش کا پانی لیکر اس پر:

☆ سورۃ فاتحہ ۔۔۔۔۔70بار ☆ سورۃ اخلاص ۔۔۔۔۔70بار

☆ سورۃ الفلق ۔۔۔۔70بار ☆ سورۃ الناس ۔۔۔۔۔70بار

پڑھ کر دم کرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ پانی سات روز تک متواتر پیے گا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے جسم سے ہر بیماری دُور فرما دیں گے اور اسے صحت اور عافیت عطا فرمائیں گے اور اس کے گوشت پوست اور اس کی ہڈیوں سے بلکہ تمام اعضاء سے بیماریاں نکال دیں گے۔

(سورۃ فاتحہ مکمل) بسم الرحمن الرحیم O الحمد للہ رب العلمین ...ولاالضالین یاحیی یا قیوم

(سورۃ اخلاص مکمل) بسم الرحمن الرحیم O قل ھواللّٰہ احد....... کفوا احد یاحیی یا قیوم

(سورۃ الفلق مکمل) بسم الرحمن الرحیم O قل اعوذ برب الفلق. حاسد اذا حسد یاحیی یا قیوم

(سورۃ الناس مکمل) بسم الرحمن الرحیم O قل اعوذ برب الناس. من الجنۃ والناس یاحیی یا قیوم

اسی ترتیب سے ستر، ستر بار تلاوت کریں یعنی ہر بار بسم اللّٰہ سے شروع کریں اور یاحیی یا قیوم پہ ختم کریں اور ہر بار پانی میں پھونک ماریں اور آخر میں پھر گیارہ بار دُرود شریف پڑھیں اور دُعا میں یا شافی گیارہ بار پڑھ کر بیماری سے شفا کے لیے اللہ تعالیٰ سے التجا کریں۔ ان شاءاللہ دُعا قبول ہوگی۔ (الدارالعظیم ۔۔۔۔۔۱۱/۲)

فہرست کُتب

مصنف کی دیگر کُتب

BOOKS ON ISLAM & SCIENCE

BOOKS ON ISLAM and Science WITH REFERENCE TO THE MODERN DISCOVERIES AND CONTEMPORARY PROBLEMS BY THe NUCLEAR SCIENTIST,Eng, **SULTAN BASHIR MAHMOOD** **(Sitara-e-Imtiaz),** FORMER DIRECTOR GENERAL PAKISTAN ATOMIC ENERGY COMMISSION.

سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز) مصنف کا شمار پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے اولین معماروں میں ہوتا ہے۔ آپ کی سرکردگی میں پاکستان نے مشہور کہوٹہ پراجیکٹ شروع کیا اور آپ ہی کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان نے خوشاب ایٹمی ری ایکٹر کا عظیم منصوبہ خود انحصاری کی بنا پر مکمل کیا۔ جن کی وجہ سے پاکستان آج الحمدللہ دنیا کی ساتویں ایٹمی قوت ہے۔ ان دفاعی منصوبوں کے علاوہ ایٹم کے پُرامن استعمال کے لئے بھی بہت سے منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچائے اور نیوکلیئر انجینئرنگ کے میدان میں کئی ایک ایجادات کر کے اپنے ملک کا نام بین الاقوامی سطح پر روشن کیا۔ ان کی SBM Prob نے زیادہ شہرت پائی ہے۔

اٹامک انرجی کمیشن سے ریٹائرمنٹ کے بعد 2000ء میں آپ نے **"امہ تعمیر نو"** کے نام سے ایک فلاحی ادارہ قائم کیا جس کا مقصد سائنس اور ٹیکنالوجی کے ذریعہ مسلمانوں کی معاشی اور معاشرتی حالت کو بہتر بنانا تھا چنانچہ سب سے پہلے جنگ زدہ حال افغانستان کے تعلیمی اداروں، زراعت اور صنعتوں کی بحالی کے لئے کام کرنا شروع کیا گیا لیکن 9/11 کے بعد بالکل بے بنیاد اور جھوٹے الزامات لگا کر USA نے انہیں سیکورٹی کونسل سے دہشت گرد قرار دے دیا جس کی وجہ سے بہت سی صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔

آپ نے اسلام کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے سائنس کے حوالے سے قرآن کریم، حیات بعد الموت اور اسلامی تصوف پر جو کام کیا ہے وہ جدید دور میں حق کی تبلیغ کے لئے ناگزیر ہے۔ آپ کا ماٹو ہے کہ "انسانیت کی سب سے بڑی خدمت اسے جنت کا راستہ دکھانے میں ہے" اور یہ کہ "جو سائنس کی انتہا ہے وہ قرآن کریم کی ابتداء ہے"۔ کتاب اللہ کے نور کو پھیلانے کے لئے آپ نے **"نوری تحریک"** کی بنیاد رکھی ہے جس کا مقصد دنیا بھر میں قرآن کریم اور صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سے آگاہی، مساجد کے مرکزی کردار کا احیاء، علمی اسباب سے اسلام کی عالمی تبلیغ، غیر مسلموں کی تالیف قلوب، نو مسلموں کی حوصلہ افزائی، باہمی پیار و محبت اور امن و امان ہے۔ اسلام کی خاندانی اقدار کے فروغ کے لئے "تحریک حیاۃ" کی تیاری کی گئی جس کے تاحیات چیئرمین ہیں۔

(1) کتابِ زندگی: (قرآن کریم کی سائنٹیفک تفسیر)

(سورۃ الفاتحہ ، سورۃ البقرہ ،سورۃ آل عمران)

یہ کتاب کلام اللہ کے معجزانہ مضامین کی مدلل سائنسی تفسیر ہے۔ مختلف مسالک کے علماء کرام نے قرآن کریم کو جدید معلومات کی روشنی میں سمجھنے اور عمل کرنے کے لیے مصنف کی اس کوشش کو بے مثل قرار دیا ہے۔ یہ تفسیر واضح ثابت کرتی ہے کہ جو سائنس کی انتہا ہے، وہ قرآن کی ابتداء ہے اور قرآن کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک زندہ معجزہ ہے۔ اس سے بہتر رہنمائی کی کوئی کتاب نہیں۔ بلا مبالغہ جدید ذہن کو مطمئن کرنے کے لیے اس سے پہلے ایسی تفسیر سامنے نہیں آئی۔ جس میں مشکل سے مشکل حقائق کو سادہ الفاظ میں نہایت مدلل و خوبصورت انداز میں بیان کر دیا گیا ہو۔ (صفحات 575، سائز "7"x10) قیمت -/Rs.800

(2) قیامت اور حیات بعد الموت

یہ کتاب قرآن کریم، احادیث خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید سائنس کی روشنی میں کائنات کے آغاز سے انتہا تک کے بڑے بڑے واقعات، مومن کے فلسفہ حیات، زندگی، موت، جسم، نفس، روح، ملائکہ، جنات کے حقائق، عالم قبور، عالم برزخ، قیامت، آخرت، یوم الدین، جنت اور دوزخ کے حالات پر مصنف کی 20 سالہ تحقیقات کا نتیجہ ہے۔ جس کے متعلق ہزاروں پڑھنے والوں کی رائے ہے کہ یہ کتاب انسان کے زمان و مکان میں سفر پر محققانہ، مدلل اور حقائق و تجربات پر مشتمل ایک ایسا منفرد کام ہے جو پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اس کا مطالعہ اُن سب کے لیے ضروری ہے جو زندگی اور آخرت کو سمجھنا چاہتے ہیں اور حیات بعد الموت میں کامیابی سے داخل ہونا چاہتے ہیں۔ (صفحات 446، سائز "7"x10) قیمت -/Rs.700

(3) ماورے: (انسان کی طبیعاتی اور مابعد طبیعاتی حقیقت)

موت اور حیات بعد الموت کے انکشافات و مسائل پر ایک یکتا کتاب اور محققانہ کام ہے۔ یہ سوالات مثلاً روح کیا ہے؟ جسم، زندگی، روح اور نفس میں کیا فرق ہے؟ زندگی اور موت کی حقیقت کیا ہے؟ کیا انسانی زندگی بڑھ سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قُرب کیسے حاصل کیا جاتا ہے؟ روحانی ارتقاء کے لیے کیا کیا جائے؟ اس زندگی سے پہلے کیا تھا، بعد میں کیا ہوگا؟ کامیاب کون، ناکام کون؟ ماورے مخلوقات مثلاً ملائکہ، جنات، بھوت کیا ہیں؟ سوالات کے جوابات، وحی الٰہی اور سائنسی تحقیقات کی روشنی میں مدلل طور اس کتاب میں بیان کر دیے گئے ہیں۔ کائنات کی حقیقت کے ادراک اور سائنسی ماورائی حقائق کو سمجھنے کے لیے یہ بے مثل کتاب ہے۔ (صفحات 304، سائز "7"x10) قیمت -/Rs.500

(4) اسلام کا ہمہ گیر نظامِ صحت اور فطری طریقہ علاج

"مقصد یہ ہے کہ اول تو آپ بیمار نہ ہوں اور اگر ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا، ضروری پرہیز، مناسب غذا اور سادہ قدرتی ادویات کے استعمال سے صحت مند ہو جائیں۔ اس نظام کی بنیاد اسلام کے حفظانِ صحت کے اصول، حلال اور حرام میں تمیز، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھانے پینے کے بارے میں ہدایات، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ علاج اور اسلامی نظامِ طب پر مبنی صدیوں سے آزمائے ہوئے فطری نسخہ جات ہیں، جسے سیکھ کر آپ بیماری کے آغاز ہی میں علاج شروع کر کے دوبارہ صحت مند ہو سکتے ہیں۔ اسلامی نظامِ صحت فطری، محفوظ، کم خرچ، بالا نشین اور مؤثر طریقہ علاج ہے۔ یہ کتاب ہر گھر کی ضرورت ہے۔ اپنی اور اپنے خاندان کی اچھی صحت کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ہر ایک کے لیے بہت فائدہ مند ثابت ہوگا۔ صفحات 442، قیمت۔ Rs.600/-

(5) قرآن پاک ایک ابدی معجزہ

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا امر ہے۔ اس کے نُور میں سے ایک نُور ہے۔ دُنیا کے ہر دور کے انسان کے لیے منبع ہدایت، زندگی کی رہنماء زندگی کا لائحہ عمل (Road map for Life) اور سب سے بڑی روحانی طاقت ہے۔ آج کا دور اسلام اور مسلمانوں، دونوں کے لئے چیلنج کا دور ہے۔ اس دور میں قرآن کریم کی عظمت کو دُنیا پر واضح کرنا ہمارا فرض ہے۔ زیرِ نظر کتاب اس مشن کے سلسلہ میں ایک مدلل سعی ہے اور جدید تہذیب کے سامنے اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حقانیت ایک زبردست دلیل ہے جس کے پیغام اور سائنسی معجزات کے سامنے انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے اور ماسوائے متعصب لوگوں کے ہر عقلِ سلیم والا اس کی سچائی کا اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ (صفحات 208، سائز "5"x8) قیمت۔ Rs.200/-

(6) الفوز العظیم (اللہ تعالیٰ کے ولی کی گائیڈ بک)

مصنف کی یہ کتاب قرآن کریم، سُنتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلامی تصوف کے حوالہ سے اُن کے سائنسی اور صوفیانہ انداز میں واضح کرتی ہے کہ عظیم ترین کامیابی کیا ہے؟ رب کائنات سے دوستی کیسے ہو سکتی ہے؟ دُنیا و آخرت کی کامیابی کے لیے زندگی کی ترجیحات کیا ہونی چاہئیں؟ اولیاء اللہ کے اوصاف اور ان کی پہچان کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لیے آپ کو عملی طور پر کیا کرنا پڑے گا، ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔ آگے بڑھنے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟ گویا زندگی کو صحیح بنانے کے لئے اور حقیقی تصوف کو جاننے کے لئے یہ ایک یکتا کتاب ہے۔ کتاب کے آخر میں قبر میں پوچھے جانے والے سوالوں، تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا رسول کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ کی تیاری بھی کروائی گئی ہے۔ (صفحات 202، سائز "5"x8) قیمت۔ Rs.200/-

(7) تلاشِ حقیقت

حقیقت کی تلاش کس کو نہیں ہے؟ مصنف نے اپنے سائنسی انداز میں انسانی سفر کی اس کہانی کو جس سادگی کے ساتھ پیش کیا ہے وہ حیران کُن ہے۔ ہر عام فہم آدمی اس مختصر کتاب سے زندگی کے نہایت گہرے رازوں کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے۔ کائنات کیا ہے؟ اس کا آغاز اور انجام کیا ہے؟ انسان کا اس میں کیا مقام ہے؟ اُس کے سامنے کیا منازل ہیں اور وہاں تک وہ کیسے پہنچ سکتا ہے؟ تقدیر کیسے کام کرتی ہے؟ ہم کہاں تک آزاد ہیں اور کہاں تک پابند؟ اللہ تعالیٰ کی شان کا ادراک، زمان و مکاں کی حقیقت، عالمِ برزخ، جنت، عرش، جہنم کہاں ہیں؟ ایسے دقیق سوالات کا جواب اس کتاب میں ملے گا۔ اس کتاب میں مصنف نے ذکر و فکر اور تسخیر کے حوالے سے جس طرح مومن کی شان کی تعریف کی ہے اس کا سمجھنا آج کل کے مسلمانوں کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس سے نہ صرف روحانی تسکین ہوتی ہے بلکہ بہت سی اُلجھنیں بھی دور ہو جاتی ہیں۔ (صفحات 208، سائز "5"x8) قیمت Rs.200/-

(8) النباء العظیم: قیامت سر پر ھے

سب لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کے بارے میں صحیح پیش گوئی نہیں کی جا سکتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک راز ہے جس کو راز میں رکھنا اس کی مصلحت ہے البتہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت سے پہلے کے حالات اور واقعات کو ایک ایک کر کے تفصیلاً بیان کر دیا تھا۔ اُن میں سے تقریباً 80 فیصد واقعات ظہور پذیر ہو چکے ہیں۔ اس سے ایک پُرتجسس محقق قیامت کی آمد کے بارے میں قرآن و حدیث اور سائنس کی روشنی میں کچھ اندازے لگا سکتا ہے۔ مصنف کی یہ مختصر کتاب آج کے سائنسی دور کے حوالے سے ایک لاجواب تحقیقاتی کام ہے جس سے معلوم ہوگا کہ قیامت واقعی بہت قریب پہنچ چکی ہے اور ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ (صفحات 71، سائز "5"x8) قیمت Rs.60/-

(9) داڑھی مبارک

اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبر داڑھی والے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد کے چہرے پر یہ فطری حُسن ہے لیکن آج بہت سے مسلمان، رواج سے مغلوب یا ذہنی طور پر بے دین عناصر کے سامنے مغلوب، طرح طرح کی تاویلات سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مبارک سنت کی علی الاعلان بلا ناغہ مخالفت کرتے ہیں لیکن دین رسم نہیں جو اکثریت کی رائے یا طریقہ سے بدلا جا سکے۔ اس لیے غیر مسلموں کا پروپیگنڈہ یا مسلمانوں کی بے راہ روی یا اسلام کے نام نہاد دانشوروں کی سوچ اس سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت کو کم نہیں کر سکتی۔ یہ کتاب داڑھی مبارک کی سنت کے تمام روحانی اور جسمانی پہلوؤں پر سائنسی انداز میں معلومات کا خزانہ ہے۔ (صفحات 64، سائز "5"x8) قیمت Rs.60/-

(10) اقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ

ہماری نمازیں کیوں بے اثر ہیں؟ ہماری دُعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟ کیا ہم اُن میں سے ہیں جن کے بارے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ O الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ O زیرِ نظر کتاب اِن سوالوں کا جواب ہے تا کہ ہم اپنی نمازوں کی روح تک پہنچ سکیں اور اِن کی برکات سے دُنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کر سکیں اور ہماری نمازیں قبول ہوں۔ صفحات:176۔ قیمت Rs.200/

(11) کیمیائی، بیکٹیریائی اور ایٹمی ہتھیاروں کی تباہی سے بچاؤ کے لیے حفاظتی تدابیر:

جدید تباہ کُن ہتھیاروں مثلاً ایٹم بم، کیمیائی اور بیکٹیریائی حملوں کے اثرات سے بچنے کے لیے عوامی سطح پر حفاظتی تدابیر (Civil Defence Measures) کا حاصل کرنا ناگزیر ہے۔ زیرِ نظر کتاب اسی موضوع پر غالباً اردو میں پہلی کتاب ہے۔ اس میں عوامی سطح پر ایٹم بم، کیمیائی بم، حیاتیاتی بم اور دیگر انتہائی مہلک ہتھیاروں کے خطرناک اثرات سے بچاؤ کے لیے حملے سے پہلے اور بعد میں لازمی حفاظتی اقدامات اور تدابیر کی گئی ہیں۔ ساتھ ساتھ محفوظ حفاظتی پناہ گاہوں کے ڈیزائن اور بلڈنگ کوڈ کے لیے رہنما اصول بیان کیے گئے ہیں۔ مہلک ایٹمی شعاعوں اور کیمیائی زہروں سے بچاؤ اور زخمیوں کی دیکھ بھال اور کھانے پینے کی اشیاء کے متعلق ہنگامی حالات میں ایسی ایسی حفاظتی تدابیر بتائی گئی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر لاکھوں جانیں بچ سکتی ہیں۔ عوامی سطح پر ان تمام احتیاطی تدابیر (Civil Defence Measures) کا جاننا لازمی ہونا چاہیے۔ یہ حفاظتی تدابیر عام جنگی حالات میں بھی یکساں فائدہ مند اور مؤثر ہیں۔ مغربی ممالک اِن اقدامات اور تدابیر کو دفاعی تیاریوں کا لازمی حصہ سمجھتے ہیں۔ سکولوں اور کالجوں میں انہیں نصابی مضمون کا درجہ حاصل ہے۔ ہمارے ملک میں عوامی سطح پر ایسی معلومات کا فقدان ہے۔ ان شاء اللہ یہ کتاب اس کمی کو پورا کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔ (صفحات 175، سائز "5"x8) قیمت -/Rs.300

(12) THE SPIRIT OF THE HOLY QURAN

In the light of the contemporary scientific knowledge and problems, this book is the translation and scientific interpretation of the last 41 Surhs of the Holy Quran, from Al-Muddathir to An-Naas. It is a truly unique book to understand the message of the Divine Revelation and enhance faith in Allah Subhana - Hu, reality of the Doomsday and state of Life after Death. (Page 473, Size 7"x10") Rs.600/-

(13) DOOMSDAY AND THE LIFE AFTER DEATH

This book is a treatise on the secrets of Life and the Life Hereafter, Doomsday, Jannat (Paradise) and Jehannam (Hell) in the light of the Holy Quran and Modern Science. This is a reader-friendly book in English. Insha - Allah, study of this unique book will enrich your lives tremendously and help you to frame your future life as directed by Allah.It is truly a logical episode of our own life from eternity to eternity . (Page 287, Size 5"x8") Rs.300/-

(14) THE FUTURE OF MANKIND MUHAMMAD (PBUH)

This book is a comprehensive biography of the greatest man of the mankind, the Last Messenger of Allah , Benefactor of the worlds (PBUH). It is especially written for the busy people, students, scholars and intellectuals, Muslims and non-muslims alike to help to fashion our lives on the glorious footsteps of the ideal Human being(Pages 276, Size 5"x8") Rs.400/-

(15) THE CHALLENGE OF REALITY

This book provides scientific evidence of nature about the Ultimate Reality of its Creator Allah Subhana-hu, helping us to develope our perceptions and understanding about him through His creations. It answers multitudes of questions about God in the most logical manner. It also clarifies where man stands in His scheme of things? It discesses, what the spirit of Islam is, and why is it the Universal religion for mankind? It also presents a unique Personality Test to judge our own rating with reference to Islamic velues. (Page 104, Size 5"x8") Rs.100/-

(16) THE MIRACULOUS QURAN, A CHALLENGE TO SCIENCE & MATHEMATICS

This is an account of some of the greatest scientific facts about the Universe and human beings, first pointed out in the Holy Quran long before their discovery by the modern science. It is also the account of some of the mind-boggling mathematical miracles which could have been verified in this computer age only, posing the soul searching question, "Who could be the author of this Book other than The Creator Himself?" (Page 104, Size 5"x5") Rs.100/-

(17) MISSION OF A TRUE BELIEVER Pages:216 Rs.400/-

(18) THE PERFECT MAN

His Personality, Manners & Leadership Qualities.

(Page 113, Size 5"x8") Rs.250/-

پبلیشر: دار الحکمت انٹر نیشنل(ٹرسٹ)

60-A، ناظم الدین روڈ، F-8/4، اسلام آباد

Tel: 051-2282058-2264102,0335-5477723

E-mail:-sbmahmood1213@yahoo.com

Web:- www.darulhikmat.com

دارالحکمت

انٹرنیشنل(ٹرسٹ)

A-60نجم الدین روڈ F-8/4، اسلام آباد، ای میل: sbmahmood1213@yahoo.com

ویب سائٹ: www.darulhikmat.com، فون نمبر: 2264102 ,051-2282058، 0335-5477723

آپ مجھ سے اُس شخص کی خوش نصیبی کا کیا ذکر کرتے ہیں جو 1960ء سے جدید سائنسی دریافتوں کے حوالہ سے قرآن کریم کی آیات پرغور وفکر کر رہا ہے اور پورے اعتماد سے کہتا ہے کہ قرآن کریم میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں جسے سائنس چیلنج کر سکے۔ یہ وہ ابدی معجزہ ہے جو 1400 سوسال پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اُس وقت سے اُس کے انوار پر لاکھوں طالبعلم تحقیق کرتے آئے ہیں اور یوں انسانیت پر قرآنی علوم کے نئے نئے دروازے کُھلتے گئے ہیں۔ اہل فکر حیران ہیں کہ 1400 سوسال پہلے عرب کے صحراؤں میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اِن حقائق کو کس نے آشکارا کیا؟ جواب ایک ہی بنتا ہے کہ جو خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مخالفین سے فرمایا کرتے تھے "یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے"۔ آپ کا سائنسدان دوست بہت خوش ہے کہ ان نئی علمی راہوں کے کُھلنے سے جدید دور کے انسان کے لئے حق تک پہنچنا مزید آسان ہو گیا ہے، لیکن وہ فکر مند ہے کہ قرآن کریم اور انسان کے درمیان شیطان کے ابھی بہت سے تاریک حجاب باقی ہیں جنہیں گرائے بغیر حق تک پہنچنا مشکل رہے گا۔ اُن کی اس بات پر کسی کو اختلاف نہیں لیکن یہ کام کیسے ہوگا؟ اس کا کسی کے پاس جواب نہیں لیکن وہ کہتا ہے "تم شروع کرو، تکمیل کرنے والے بھی آجائیں گے، تم بیج بو دو، مالی بھی آجائیں گے"۔

دارالحکمت انٹرنیشنل (ٹرسٹ) کے بھی پیچھے اِن کی یہی فلاسفی ہے۔ رجسٹریشن کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ دارالحکمت انٹرنیشنل (ٹرسٹ) کے مشن اور اغراض ومقاصد سے متفق ہونگے اور اس میں شامل ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا کو پالیں گے۔

معنی: ٹرسٹ کا مشن "احیائے اسلام اور اس کی سربلندی" ہے۔ جس کی تعلیم کے لئے ربِ کائنات ہر خطہ اور ہر دور میں اپنے رسول بھیجتا رہا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم اس سلسلہ کی آخری کڑی ہیں۔ افسوس کہ موجودہ معلوماتی دور میں بھی تین چوتھائی لوگ اس حقیقت (دین اللہ) سے ناآشنا ہیں۔ دارالحکمت انٹرنیشنل (ٹرسٹ) کا مشن یہ ہے کہ اگر سب نہیں تو 21ویں صدی میں کم از کم دنیا کی آدھی آبادی تو اس حقیقت کو پالے "کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں" اور اسلام میں تمام سابقہ ادیان کا احیاء ہے۔

اغراض ومقاصد   اس مشن کی تکمیل کے لئے مندرجہ ذیل ترجیحی پہلوؤں پر کام شروع ہے:

☆ اپنی زندگی کو ایک سچے محبت کرنے والے، محبتیں بانٹنے والے اور احسان کرنے والے مسلمان کے طور پر قرآن کریم کی تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مطابق ڈھالنا۔ فرقہ واریت سے بچنا اور اسلام پر یکجا ہو کر ایک اُمت بن جانا جس کے ممبران آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ عادات واطوار اور کردار ایسا مثالی ہو کر دُنیا کہے کہ وہ مسلمان جا رہا ہے۔

☆ قرآن کریم کو اساس بنا کر موجودہ سائنسی دریافتوں کا مطالعہ کرنا اور اس کی عظمت تک پہنچنا۔ سوشل سائنسی علوم کی عمل اور دلیل سے مشکلات کو حل کرنے کے لئے قرآن کریم سے رہنمائی حاصل کرنا۔ اپنے آبا ؤ اجداد کی طرح علوم انسانیہ کی ترقی کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ ڈالنا۔

☆ عملی طور پر یہ ثابت کرنا کہ اسلام سب سے زیادہ جامع، پُر امن اور اجتماعی طرز حیات ہے جس کی بنیاد مساوات، انصاف اور انسانی فلاح پر ہے اور یہ ہر انسان کو بہتری و ترقی کے یکساں مواقع فراہم کرتا ہے۔

☆ تحقیق اور دلائل سے سابقہ انبیاء کی تعلیمات برحق ہیں مگر وقت نے انہیں بُھلا دیا یا بدل دیا ہے۔ ان مذاہب کے ماننے والوں کے جذبات کی قدر کرتے ہوئے محبت، تحقیق اور دلیل سے یہ قائل کرنا کہ قرآن کریم کی تعلیمات سابقہ ادیان کا احیاء ہے اور مسلمان سابقہ جملہ انبیاء کرام کو تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ ان پر ایمان لانا اِن کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اسلام ہی دین اللہ ہے جس پر عمل کرنے میں اطمینانِ قلب، امن، اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت ہے۔

☆ اللہ سبحانہٗ کی اطاعت اور محبت میں پوری دُنیا کے لوگوں کی بھلائی کی خاطر میسر وسائل بروئے کار لا کر اسلام کی حقانیت کی دلیل اور محبت سے تبلیغ کرنا کہ انسانیت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں اس لئے مناسب ادارے قائم کرنا۔

☆ محققین، مصنفین کی حوصلہ افزائی کرنا، درپیش مسائل پر تحقیقی کتب اور مقالے لکھنا۔ قرآن کریم، سُنتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطالعاتی حلقوں کی پذیرائی کرنا اور اسلامی ذہن کے طلباء کی تعلیم و تربیت میں مدد کرنا۔

☆ اسلام کی حقانیت کو واضح کرنے کے لئے مواصلاتی نیٹ ورک، لائبریریاں، پرنٹنگ اور پبلشنگ ہاؤسز قائم کرنا۔

☆ قرآن کریم اور جدید سائنسی دریافتوں کی روشنی میں حیات بعد الموت، جزا وسزا، رُوحانی مخلوقات، اعمال کا حساب، عالمِ برزخ کی تحقیقات، جنت اور جہنم کے معاملات پر تحقیقاتی کام کرنا۔

☆ غیر مسلموں میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف پائے جانے والے تحفظات اور تعصبات کی وجوہات پر تحقیقات اور اصلاحات کے لئے اقدامات کرنا۔ علماء اور دانشوروں کی امداد، صبر، محبت، برداشت اور باہمی تعاون سے اسلام کی نشر واشاعت کرنا۔

☆ اسلامی نظام صحت کو فروغ دینا تا کہ رُوحانی اور جسمانی دونوں طرف سے لوگ صحت مند ہوں۔
☆ غیر مُسلموں کی تالیف قلوب اور نومسلموں کی بحالی کے لئے اقدامات کرنا۔ غریبوں، لاچاروں اور یتیموں کے لیے زکوٰۃ، صدقات اور عطیات کے لئے بیت المال فنڈز کا قیام عمل میں لانا۔
☆ غُربت کے خاتمے، بیماریوں سے نجات، یتیموں، لاوارثوں، بیواؤں اور بوڑھے لوگوں کی دیکھ بھال کے لئے مثالی اسلامی ادارے قائم کرنا جن کا مقصد خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔
☆ سود کے بغیر کاروبار کی اہمیت کو فروغ دینا اور کامیاب عملی حل پیش کرنا۔

ممبر شپ فارم

میں ''دار الحکمت انٹرنیشنل (ٹرسٹ)'' کے اغراض و مقاصد سے پورے طور پر متفق ہوں۔ ان کے حصول کے لئے میں ''دار الحکمت انٹرنیشنل (ٹرسٹ)'' میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ اس کے مشن کی کامیابی کے لئے ہر ممکن تعاون کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس کام کے لئے اگر انتظامیہ مجھے کوئی فرض سونپتی ہے تو اسے پورا کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرونگا۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ انسانیت کی بھلائی کے کام اور دین اللہ کی خدمت کرتے رہیں۔

(نام)---

شناختی کارڈ نمبر---

ایڈریس---

ٹیلیفون---

ای میل---

تعلیم---

شعبہ/پیشہ/کام/تجربہ---

دستخط:-----------------------

Account Title:

DARULHIKMAT INTERNATIONAL

Account No.

1-4-1-20311-714-117296

Summit Bank,

Super Market Branch,F-6 Markaz

Islamabad